DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188339
UNIVERSAL LIBRARY

دولتِ دُرّانیہ

Checked 1969.

جس میں احمد شاہ دُرّانی والیِ افغانستان کے مفصل حالاتِ زندگی آغازِ سلطنت ہندوستان پر متواتر حملے سکھوں اور دکھنیوں کی مشہور معرکہ آرائیاں ہندوستان کے فتوحات وغیرہ وغیرہ کا بڑے بسط و توضیح کے ساتھ ذکر کرکے اُسکے نامور فرزند تیمور شاہ اور بیدار بخت پوتے زمان شاہ کی عہد سلطنت کے تمام واقعات نہایت دلچسپی اور عمدگی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی اُن پُرزور بغاوتوں اور باہمی خانہ جنگیوں کا بھی مذکور ہے جو اِن تینوں نامور حکمرانوں کے عہد حکومت میں پھیلیں اور فرو ہوئیں غرضکہ سنہ 1160 ہجری سے لیکر سنہ 1213 ہجری تک کے تمام واقعات درج ہیں

جسے

جناب مولوی محمد رحیم بخش صاحب نے ایک نہایت معتبر اور مستند فارسی تاریخ سے سلیس اُردو میں ترجمہ کیا

حسب فرمایش

سید ظہور الحسن مالک اخبار قومی رفیق و کارخانہ احسن التجارت دہلی کٹرہ نظام الملک

قومی پریس دہلی میں چھپا 1321

جسٹری شدہ — قیمت فی جلد — عہ ۱

مختصر فہرست کتب کارخانہ احسن التجارت دہلی زیر جامع مسجد

حمائل شریف مترجم - یہ حمائل شریف بہت خوشخط اور نہایت جانفشانی سے اور محنت سے تیار ہوئی ہے اور نیز اسکی صحت میں بہت ہی جانکاہی کیگئی ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اسے دیکھکر خوش ہونگے۔ اس سے بہتر اور سستی حمائل دوسری جگہ نہیں ملیگی قیمت مع جلد نقرئی اعلیٰ درجہ کی فیجلد عـہ مع محصول ڈاک فی جلد عـہ

سفرنامہ روم و مصر و شام شمس العلماء مولانا شبلی کا سفرنامہ جسمیں قسطنطنیہ بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے چشم دید حالات و واقعات ترکوں کے اور عربوں کے اخلاق و عادات درج ہیں یہ کتاب قابل دید ہے۔ عمدہ چکنے ولایتی کاغذ پر چھپائی گئی ہے قیمت فیجلد عـہ

خیر الکلام - فی احوال العرب الاسلام اس کتاب میں جغرافیہ ملک عرب رسوم حالات و کیفیت اقوام وغیرہ قبل اسلام و حالات مذاہب و بدھ و جین و تاؤ و کنفیوشش و یہود و نصارٰی و زردشت وغیرہ درج ہیں۔ یہ تاریخ دیکھنے کے لایق ہے مصنفہ جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب وکیل قیمت عام فائدہ کی غرض سے صرف فیجلد عـہ

تاریخ بابل و نینوا - شہر بابل و نینوا کے حیرتناک واقعات انکی تباہی و بربادی کے عبرتناک حالات درج ہیں یہ قدیم تاریخ آجتک نہیں چھپی تھی - مترجمہ مولوی محمد علیخاں صاحب عرشی - قیمت فیجلد عـہ

المامون - مصنفہ مولانا مولوی شبلی صاحب اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں پیدایش ترتیب خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت - ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی وفات کے حالات - دوسرے حصے میں ان امور کی تفصیل ہے جنسے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہوسکتا ہے نیز اُن کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام کے عہد سے علمی حیثیت سے ممتاز تسلیم کیا گیا ہے مع رسالہ جزیہ قیمت فی جلد ...... عـہ

سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری حصہ اول و دوم - اس کتاب کے پہلے حصہ میں امام صاحب کا نام و نسب و ولادت - وسن رشد و تعلیم و ترتیب شیوخ حدیث و درس و افتا بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات عام اخلاق و عادات مناظرہ و فتاویٰ ذہانت و طباعی اس قسم کے حالات تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اصول اور مسائل سے جو فن حدیث سے متعلق ہیں تفصیلی بحث اور واقعات اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ فن حدیث میں آپکا کیا پایہ تھا فقہ پر تفصیلی ریویو ہے جسمیں فن فقہ کے حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتیں تفصیل سے بیان کیگئی ہیں جنکی وجہ سے حنفی کو فقہ کی فقہوں پر ترجیح حاصل ہے خاتمہ میں امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں مصنفہ مولوی شبلی صاحب قیمت فی جلد ....

دولت درّانیہ

سلاطین درّانیہ کا نسب

روز ازل سے جس کی قسمت میں سلاطین درّانیہ کا سرتاج بننا لکھا تھا وہ بنی اسرائیل میں ایک شخص **قیس عبد الرشید** نامی تھا جس کے آباؤ اجداد کا سلسلۂ نسب حضرت یعقوب کے فرزند اور جناب ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے **بنیامین** علیہم الصلاۃ تک پہنچتا ہے قیس پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھا اور جبوقت اسلام کے اقبال کا ستارہ **فاران** کی چوٹیوں پر چمک رہا تھا تو یہ مشرف باسلام ہو چکا تھا قیس کے تین نامدار و بلند اقبال فرزند پیدا ہوئے سربن۔ بیٹن۔ غرغشت۔ سربن جو قیس کا سب سے بڑا اور سب سے افضل فرزند تھا اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ شرف الدین جو شرخیون کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اور خیر الدین جو خرشیون کے لقب سے مشہور تھا۔ شرف الدین کے پانچ فرزند اسکی یادگار باقی رہے شیرانی۔ ترین۔ بریچ۔ میانہ۔ اور ترڑ۔ ترین کے صلب سے ایک نامور او دنیا کا مشہور اقبالمند لڑکا پیدا ہوا جو تمام افغانستان میں **ابدال** کے نام سے پکارا گیا۔ مورخوں کا بیان ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ابدال کا کوئی اور نام تھا لیکن جب وہ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچا جن کے نام کا اتیازی پھریرا تمام ممالک افغانستان میں بڑے زور شور سے اڑ رہا تھا اور ان کی خدمتگذاری میں مصروف ہوا تھا۔ تو آپ نے ایک دن ازروے مہربانی اسے ابدال کے معزز و محترم خطاب سے مخاطب فرمایا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی چنانچہ اس زمانہ سے ابدال کے لقب سے مشہور ہو گیا بلکہ اسکی تمام اولاد **ابدالی** کے نام سے پکاری جانے لگی چنانچہ اسوقت تک افغانستان کے باشندے اس خاندان کو **رودل**۔ کہتے ہیں کیونکہ ان کے محاورہ میں ابدال کو رودل بولا جاتا ہے۔

الغرض ابدال سے دو ہونہار فرزند باقی رہے زیرک اور پنج پا۔ زیرک سے تین لڑکے پیدا ہوئے پوپل والکو و بارک پوپل جو زیرک کی سب اولاد سے بڑا تھا چھ فرزند وجود میں آئے اسمٰعیل حسن ہامی۔ بادو۔ عیقوب فلند۔ ہامی سے پانچ فرزند پیدا ہوئے صدو صالح علیخان ریتک اور کٹ۔ صدو سے جو اپنے تمام بھائیوں میں بڑا اور سب سے افضل تھا دو لڑکے پیدا ہوئے ایک خواجہ خضر جو مرد خدا اندیش اور ریاضت کیش تھا۔ اور جس کے حکم کے آگے تمام افاغنہ کی گردنیں جھکتی تھیں افغانستان کے باشندے نذر و نیاز پیشکش کرتے اور اسکی بڑی عزت کرتے تھے احمد شاہ بادشاہ درانی جسپر سلاطین درانیہ کے اوج وحشم کا خاتمہ ہوگیا اور جسکی لائف کا پورا فوٹو اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اسی خضر بن صدو کی اولاد میں ہے خضر کو بزرگی و فضیلت کی وجہ سے اس ملک کے لوگ **خواجہ** کہتے تھے جو ہمارے بیان مذکور **صدوزئی**۔ اور چونکہ افغانستان کے قدیم باشندے احمد شاہ درانی کے جد امجد خواجہ خضر سے عقیدت وارادت کا واسطہ رکھتے تھے لہذا انہوں نے نادر شاہ کے بعد خاقان ممدوح یعنی احمد شاہ درانی کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور اس خدمت کو وسیلہ سعادت قرار دیا۔

صدو کا دوسرا لڑکا جسکا نام کامران تھا۔ اور اسی لحاظ سے اسکی اولاد کامران خیل کے نام سے پکاری جاتی ہے) معتمد الدولہ **وفادار خان** کا جد امجد تھا۔ جو زماں شاہ بادشاہ کے عہد سلطنت میں مدار المہامی کا ممتاز عہدہ رکھتا تھا۔ الحاصل افاغنہ کی تمام قوم احمد شاہ کو نہایت سعادتمند اور صاحب اقبال بادشاہ جانتی تھی اور حد سے زیادہ اسکی تعظیم و توقیر کرتی تھی کبھی اس کے حکم و فرمان سے سرپیچی نہیں کی بلکہ ہمیشہ جان نثاری کیلئے مستعد و سرگرم رہی اور اسیکا یہ اثر ہے کہ آجتک سوائے افاغنہ اس خاندان پر شمشیر کشی کرنے یا کسی قسم کی بیوفائی و بے ادبی کرنے کو اپنے حق میں بہت برا سمجھتے ہیں اور احمد شاہ درانی کی اولاد میں سے جو لوگ تخت سلطنت پر جلوس فرما ہوتے ہیں ان کے احکام کو رغبت کے کانوں سے سنتے اور قبول کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

نادر شاہ کا خراسان کی تسخیر کا عزم اور احمد شاہ درانی کی سلطنت کا آغاز

جب نادر شاہ ایران کے نظم و نسق سے فارغ ہوگیا تو غلجہ کی مقناطیسی ہوائیں فطرتی طور پر بادشاہ کا دل اپنی طرف کھینچنے لگیں اور اس نے سلطان **غلجہ** کے زیر و زبر کرنے کا عزم بالجزم کیا **قندھار**۔ کو جو ان دنوں سلطان غلجہ کا پایہ تخت تھا اور غلجیوں کا وطن قدیم شمار کیا جاتا تھا تصرف میں لانا چاہا کیونکہ اس زمانہ میں سلاطین غلجہ نہایت عیش پسند اور آرام طلب ہوگئے تھے اور باہمی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں نے انہیں بالکل ضعیف اور

نے شکست کر دیا۔ تھا ابدالی قوم جن کا اصلی وطن ہرات تھا۔ اسوقت ہرات اور اسکی اطراف و نواح میں سکونت پذیر تھی۔ اتفاق سے ۱۱۲۹ھ ہجری میں حیات سلطان کا بلند اقبال فرزند اور احمد شاہ درانی کا جد امجد عبداللہ خاں صدوزئی اپنے فرزند محمد زماں خاں اور دیگر خویش و اقارب کو ہمراہ لیکر ملتان سے ہرات میں پہنچا۔ اور تمام ابدالی قوم کا مالک و مختار بنگیا جو تقریباً ساٹھ ہزار گھروں کی جمعیت رکھتے تھے جب ابدالیوں نے عبداللہ خاں کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو ہرات کی حکومت کا لالچ اس کے دامنگیر ہوا اور یہاں کی دولت و ثروت دیکھکر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔

عباس قلیخاں شاملو نے جو شاہ حسین صفوی ایران کے وارث تخت و تاج کیطرف سے ہرات کا حاکم تھا جب اس نے عبداللہ خاں کے ناصیہ حال میں فتنہ و فساد کے آثار محسوس کئے تو دور اندیشی اور حزم و احتیاط کیوجہ سے عبداللہ خاں کو اسکے فرزند سمیت گرفتار کر لیا لیکن جس زمانہ میں ہرات کے شوریدہ قزلباشوں نے عباس قلیخاں حاکم ہرات کو بیدخل کیا تو عبداللہ خاں فرصت پاکر جیل سے فرار ہوگیا اور کوہ دوشاخ کی سمت روانہ ہوکر وہاں کی وحشی اور جنگجو قوم کو فراہم کیا اور بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ متوجہ ہرات ہوا **جعفر خاں** جو ان دنوں ہرات کا حاکم تھا۔ ایک عظیم الشان خونریز لشکر کے ساتھ ہرات سے باہر نکلا اور شہر سے ایک فرسخ آگے بڑھکر عبداللہ خاں سے مقابلہ کے لیئے آمادہ ہوا۔ دونوں لشکروں میں بہت بڑی خونریزی ہوئی اور ایک عظیم الشان جنگ نے سارا میدان سرخ ہوگیا انجام کار جعفر خاں عین معرکہ جنگ میں گرفتار ہوگیا۔ اور عبداللہ خاں شہر ہرات پر آ چمکا اور فوراً اسکا محاصرہ کر لیا۔ چند روز تک محاصرہ کیئے رہا۔ لیکن آخر کار عبداللہ خاں کے ہوا خواہوں نے اس کے لشکر کو ایک برج کی راہ سے جو ملیخانہ کے برج کے ساتھ شہرت رکھتا تھا شہر کے اندر داخل کر دیا۔ خاص شہر ہرات میں ایک بڑی خونریز جنگ ہوئی اور جانبین کے بیشمار آدمی قتل ہوئے تمام شہر تاراج کر دیا گیا۔ اور اہل شہر کے صدہا گھروں کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا گیا۔ شہر ہرات اور قلعہ فراہ جو **محمود غلجہ** قندھاری کے تعلق میں تھا سب پر عبداللہ خاں کا قبضہ ہوگیا۔ محمود غلجہ ولد میرویس بادشاہ قندھار نے قلعہ فراہ پر فوجکشی کی اور ایک بڑا خونخوار جرار لشکر لیکر قلعہ کیطرف بڑھا۔ **اسد اللہ خاں** نامی بہادر جو احمد شاہ درانی کے والد کے عزیزوں میں سے تھا قلعہ سے باہر نکلا اور بڑی بیجگری سے محمود غلجہ کا مقابلہ کیا مگر ایک عظیم کشت و خون کے بعد مارا گیا اسوقت اگرچہ عبداللہ خاں کا ایک زبردست بازو ٹوٹ گیا تھا لیکن پھر بھی اس نے اپنی ذاتی قابلیت اور پولیٹکل لیاقت سے دشمن کو قلعہ کے قریب نہیں آنے دیا اور محمود کی تمام کوششیں رائگاں گئیں چند مہینے تک

یہی کیفیت رہی مخالف حکام و امرا کی متواتر فوجیں ہرات میں آتیں اور ابدالیوں سے جنگ کرنے کے بعد شکست فاش کھا کر واپس جاتیں یہاں تک کہ نادر شاہ نے خراسان کی تسخیر کا قصد کیا اور آناً فاناً میں اس کے نواح بعد میں آپڑے اسی اثنا میں ہرات کے ایک سردار **زمان خاں** نامی ابدالی نے احمد شاہ درانی کے جد امجد عبداللہ خاں صدوزئی کو قید کر لیا اور نہایت بیرحمی سے قتل کر ڈالا۔

عبداللہ خاں کے قتل ہونے کے بعد ابدالیوں نے محمد خاں کے بھائی **الہ یار خاں** ابدالی کو ملتان سے طلب کیا جب وہ ہرات میں آپہنچا تو سب نے متفق ہو کر اُسے ہرات کا حاکم مقرر کیا اور اس کے ساتھ ہی زمان خاں عبداللہ کے قاتل کو ہرات سے بڑی ذلت کے ساتھ نکال باہر کیا جب نادری جھنڈی ہرات پر پہنچی اور حملہ آوروں کی تلواروں سے میدان ہرات چمک اُٹھا تو ابدالی نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور چند روز تک نہایت خونخوار لڑائیاں ہوتی رہیں ایک دن کا ذکر ہے کہ عین معرکۂ جنگ میں **حاجی مشکین خاں** ابدالی نے ایک جاسوس سے کہا کہ ہماں تک بن پڑے اس خبر کو تحقیق کر کے لا کہ نادر شاہ کس بات پر آمادہ ہے اور کس قسم لباس سے آراستہ ہے کیونکہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ تا بہ امکان آج اس میں کوشش کروں کہ اپنے تئیں نادر شاہ کے پاس پہنچا دوں اور اُسکی قسمت کا فیصلہ کر دوں میری اس کارروائی کا نتیجہ دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا تھا یا تو خود اس خونخوار اور مہلک ہنر سے نجات پاؤنگا یا اپنے تئیں قوم پر سے قربان کر دونگا جاسوس نے نادر شاہ کا تمام حال تحقیق کر کے مشکین خاں کو اطلاع دی اور اُس نے شجاعت و بہادری کے گھوڑے کو میدان ہمت میں جولان دیکر نہایت کوشش کشش کے بعد اپنے تئیں نادر شاہ تک پہنچا دیا اور بڑی تیزی و پھرتی کے ساتھ کوہ شگاف نیزہ کا زخم نادر شاہ کو پہنچایا۔ خوبی قسمت سے نیزہ کا زخم بادشاہ کے پاؤں میں لگا اور وہ بھی کچھ ایسا کاری نہ تھا جس سے نادر شاہ کو زیادہ صدمہ پہنچتا +

الغرض معرکۂ جنگ نے یہانتک طول کھینچا کہ قوم ابدالی غلہ کی نایابی سے تنگ آگئی اور آخر کار آعماق اور جمشیدی یمنی ۔ تورانی وغیرہ قوموں نے مجبور ہو کر نادر شاہ کی طرف رجوع کی اور اُسکی ملازمت میں باریاب ہو گئے۔

جب الہ یار خاں ابدالی قوم کا سردار تنہا رہ گیا تو اُسے بجز اس کے اور کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہ آیا کہ امن و امان کا خواستگار ہو کر ملازمت نادری سے مستفیض ہو۔ نادر شاہ نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے ہرات کی حکومت پھر الہ یار خاں ابدالی کے سپرد کر دی اور ابدالی فوج کو اپنے ہمراہ لیکر قندھار کی تسخیر اور حسین غلجہ کی تنبیہ کی طرف متوجہ ہوا +

حسین غلجہ کو نادری فوج سے ذرا بھی ہراس نہیں ہوا اور مستعد جنگ ہو کر قندہار کے قلعہ میں محصور ہوگیا لیکن جب اس محاصرہ نے زیادہ طول کھینچا اور حسین غلجہ کی زندگی اجیرن ہوگئی تو اس نے اپنی بڑی بہن **زینت** نام کو جو عقل و دانائی میں ضرب المثل اور فہم و فراست میں یگانہ روزگار تھی چند جان نثار سواروں کی ہمراہی میں نادرشاہ کے حضور میں بھیجکر طالب امان ہوا اور جب نادری دربار سے امن و امان کا حکم جاری ہوگیا تو حسین غلجہ اپنے تمام سرداروں اور فوجی افسروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی آستان۔ معدلت پناہ پر پہنچکر معذرت خواہ ہوا۔ نادرشاہ نے خود حسین اور اس کے متعلقین کو اپنے عنایت و الطاف کا مرہون کرکے اسے مع اولاد و اقربا کے مازندران کی طرف روانہ کیا تاکہ اس ملک میں جا کر سکونت پذیر ہو۔

ازاں بعد نادرشاہ نے قندہار کے شہر قدیم اور قلعہ کہنہ کو جو قدامت کی مجسم یادگار تھے اور پہلے وقتوں کی نامی معماروں کی یادگار مشہور تھے بالکل ویران و برباد کردیا۔ اور یہاں تک خراب کیا کہ اینٹ سے اینٹ بجا دی اور پھر اسی زمانہ میں ایک جدید شہر اور ساتھ ہی نیا قلعہ طیار کرکے **نادرآباد** نام رکھا اور اسی کو اپنا دار الحکومت قرار دیا۔

ابدالی قیدیوں کو الہ یار خاں کی سفارش سے جو نادرشاہ کا قدیمی بہی خواہ تھا اور جو اکثر خطرناک اور نازک مقامات پر اس کے کام آیا تھا رہا کردیا۔ اور قندہار کے قیدیوں کو اپنی خواہش و مرضی سے چھوڑ دیا اور نہ صرف قید سے رہائی دینے پر بس کی بلکہ اپنی دریادلی سے علی قدر حیثیت ہر ایک شخص کو مال و اسباب دیکر ان کے وارثوں کے سپرد کردیا۔ قندہار کی حکومت عبدالغنی خاں الکوزی کی تفویض میں کرکے حکم فرمایا کہ نواح خراسان و نیشاپور کے ابدالی حکام و سردار اپنی ولایتیں اور جاگیریں چھوڑ چھوڑ کر قندہار چلے آئیں اور یہاں کے محلات و قلعجات میں سکونت پذیر ہوں۔ قوم غلجہ اور خاندان ہوتکی ان کی جگہ نیشاپور و خراسان میں جا آباد ہوں۔

اس زمانہ سے شہر قندہار میں قوم ابدالی کی ریاست و بباست کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے یعنی اس سے پیشتر ابدالی قوم نے قندہار کی صورت تک نہ دیکھی تھی بلکہ ہرات و خراسان میں بباست رکھتی تھی اور وہیں اسکی بود و باش تھی قندہار کے نظم و نسق کا مسئلہ جب طے ہوگیا اور سب طرف امن و امان اور انتظام پھیل گیا تو اب نادری خونخوار جھنڈے ہندوستان کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور نادرشاہ کی افواج کا عظیم الشان سیلاب ہند کی جانب بڑھا چونکہ رستہ میں کابل پڑتا تھا اس لئے نادرشاہ کو پہلے اسکا فتح کرلینا ضرور تھا چنانچہ وہ یلغار کرتا ہوا فوراً کابل پر آدھمکا یہاں کے باشندے جنگ کے لئے طیار ہو گئے اور ہر طرف سے سمٹ سمٹا کر ایک طرف زور باندھ دیا

نادرشاہ کے حکم سے قنبارہ توپ ایک پہاڑ کی اونچی چوٹی پر لگادی گئی اور نہایت عجلت کے ساتھ فیر ہونے شروع ہوگئے کابلی لشکر جب نادرشاہ کی تاب مقابلہ نہ لاسکا اور گولہ باری سے نہایت عاجز وتنگ ہوا تو وہاں کا سردار شاہی درگاہ نام ملازمت نادری میں حاضر ہوکر طالب امن ہوا بادشاہ نے اُسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور اسکی خطا معاف کردی۔

اب لشکر نادری کابل کو عبور کرکے پشاور کی طرف متوجہ ہوا۔ ناصرخاں جو شاہ ہندوستان کی طرف سے پشاور کا صوبہ تھا جب اُسے یہ خبر پہنچی تو اُسنے بڑی تیزی اور شتابی کے ساتھ یوسف زئی افغانوں اور وہ ان کے علاوہ بہت سے شجاع وبہادر پٹھانوں کو اکٹھا کرکے اپنے ساتھ متفق کرلیا اور درہ خیبر بند کرنے جنگ کے لیے تیار ہوگیا نادرشاہ خیبر کے دروازہ کے بند ہوجانے اور اس کے علاوہ اور کوئی رستہ نہ پانے کی وجہ سے ایک مہینے اور چند روز تک درہ خیبر کے اس طرف پڑا رہا اور اس مخالف طبع توقف نے اُسے سخت پریشانی میں ڈال دیا آخرکار ایک اورک زئی افغان جو سرور کے نام سے شہرت رکھتا تھا نادرشاہ کو بارہ ہزار جنگجو اور خونخوار سواروں کے ساتھ اُس مخفی اور چور رستہ سے نکال لے گیا جس سے امیر تیمور کو ہندوستان میں لیگیا تھا۔ اب نادرشاہ غافل مقابل کی عین پشت پر جا کھڑا ہوا اور اپنے بہادر اور جان نثار سواروں کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ناصرخان جو ابھی تک غفلت کی شراب میں سرشار تھا جب اُس نے دیکھا کہ نادری فوج پس پشت سے حملہ آور ہے تو اس کے آسے ہوش حواس جاتے رہے لیکن پھر بھی اُس نے نہایت جوانمردی اور استقلال سے خوب جمکر مقابلہ کیا اور پہلی ہی دفعہ کے مقابلہ میں نادری فوج کے قدم اکھیڑ دیے نادرشاہ نے جب اپنے لشکر میں تزلزل کے آثار محسوس کیے تو فوراً حریف کی فوج میں گھس پڑا اور خود بہت سے افغانوں کو اپنی خون آشام تلوار کے جوہر دکھائے اب جو شخص نادرشاہ کے قریب آیا موت کے گڑھے میں جا پڑا دشمن کا غول پھٹ گیا اور ایک بڑی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی قریب دو گھنٹہ کے برابر جنگ ہوتی رہی اور ناصرخان زخموں سے چورچور ہوکر قید میں کرلیا گیا افغان شکست کھاکر بھاگے اور جنگ کا یہ پالا بھی نادرشاہ کے ہاتھ رہا۔

اسوقت نادرشاہ نے اپنی فوج کو للکار کر کہا کہ حریف کی فوج کا جو شخص سامنے پڑے اُسے فوراً قتل کردیا جائے اور بقیۃ السیف کا نہایت عاجلانہ حرکت کے ساتھ تعاقب کیا جائے چنانچہ ایسا کیا گیا اور یوسف زئی خاندان کے بارہ ہزار آدمیوں کے قریب تہ تیغ کرڈالے گئے۔ بدقسمت ناصرخاں ایک مدت تک نظربند رہا لیکن انجام کار نادر کے خسروانہ الطاف سے اُسکی جان بخشی ہوئی اور اُسکی بہادرانہ کوششوں نے نادرشاہ سے

سفارش کرکے نواح لاہور اور پشاور وکابل کی حکومت اپنے نامور کرانی نادرشاہ پشاور وکابل اور نواح لاہور کی حکومت ناصرخاں کے سپرد کرکے آگے بڑھا اور برابر کشت وخون کرتا ہوا ہندوستان کے دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں آدھمکا +

نادرشاہ کے ہندوستان میں جنگ کرنے اور شاہجہاں آباد میں داخل ہونے کے واقعات چونکہ مشہور ومعروف ہیں اور سب نہیں تو اکثر باشندہ ہندوستان کم وبیش واقف ہیں اس سئے اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اِن واقعات کو ناتمام چھوڑکر احمدشاہ درانی کے کچھہ حالات قلمبند کرتے ہیں۔

ابتدا میں احمدشاہ درانی کے آباؤاجداد اپنے قدیم اور مالوف وطن شہر ملتان سے نکلکر ہرات میں پہنچے اور اپنی عظمت وبہادری کے وسیلہ سے رئیس قوم قرار دئیے گئے۔ احمدشاہ ملتان ہی میں پیدا ہوا تھا اور ابھی نہایت کم سن تہا کہ اُسکا باپ محمدزماں اپنے ساتھ ہرات وقندھار میں لیگیا اور جب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچا تو نادرشاہ کے سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوا چونکہ ابتدا سے ذہن سلیم اور طبع رسا رکھتا تھا لہذا بہت تھوڑے عرصہ میں وہ ترقی حاصل کی کہ نادرشاہ جیسے نخوت شعار وضدی بادشاہ کو اپنا گرویدہ کرلیا اور نادرشاہ کے حضور میں اس سے وہ وہ خدمات بلند اور ترودات ارجمند ظہور میں آئیں کہ ہر بار یسادری کے تقرب کا معزز عہدہ حاصل کرلیا۔ نادرشاہ اس کے کارنمایاں سے نہایت خوش تھا اور اکثر دربار عام میں اپنے امرا اور ندما کے روبرو فرمایا کرتا تھا کہ احمدشاہ ایک ایسا ستودہ خصال اور ہونہار جوان ہے جسکی نظیر میں ایران وتوران اور ہندوستان کے کسی طبقہ میں نہیں پاتا اگر میرا خیال غلطی پر محمول نہ کیا جائے تو میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ جو پولیٹیکل قابلیتیں احمدشاہ میں مضمر ہیں اس کی نظیر سے دنیا خالی نظر آتی ہے۔

الغرض نادرشاہ کو احمدشاہ سے وہ اتحاد وارتباط پیدا ہوگیا جو ایک عظیم الشان بادشاہ کو اپنے قابل اور اہل ولی عہد السلطنت سے ہوتا یا مہربان باپ کو لائق ومعزز اولاد سے ہوا کرتا ہے چنانچہ اب یہ قاعدہ ہوگیا تھا کہ جب نادرشاہ اپنے خیمہ گاہ اور سراپردہ سے احمدشاہ کو رخصت کرتا تو اُسکی حفاظت ونگرانی کیلئے چار پانچ ابدالی سوار جو نہایت تجربہ کار اور بہادر وشجاع ہوتے اسیلئے مقرر فرماتا کہ احمدشاہ کو نہایت احتیاط سے اُسکے گھر پہنچادیں۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ نادرشاہ زرنگار جڑاؤ کرسی پر بیٹھا ہوا تفریح لے رہا تھا کہ دفعۃً احمدشاہ چلا آیا اور اُسکے سامنے مودب کھڑا ہوگیا نادرشاہ کی جونہی نظر پڑی ایک نہایت بشاشت انگیز لہجہ

میں بولا کہ احمد شاہ آگے آؤ احمد شاہ نے قوانین آداب ظاہر کرکے آگے قدم رکھا اور بہ دست بستہ کھڑا ہوگیا
نادر شاہ نے دوبارہ فرمایا کہ ورا اور قریب آؤ مجھے اسوقت تمپر ایک خاص رمز کا انکشاف کرنا منظور ہے جب
احمد شاہ نہایت عجز و ادب کے ساتھ بادشاہ کے بالکل قریب ہوگیا۔ تو نادر شاہ نے متانت کی آواز میں کہا کہ اے
احمد یاد رکھنا چاہیئے کہ میرے دنیا سے منہ موڑ نے کے بعد سلطنت کی باگ تیرے ہاتھوں میں آئے گی اور تو ایک
نہایت ہی باعظمت بادشاہ کہلایا جائے گا لیکن تجھے اسوقت میری یہ محبت و احسانات نیاً منیاً نکرنے چاہییں۔
بلکہ جہاں تک بن پڑے میری اولاد کے ساتھ نیکی سے پیش آنا اور حسن سلوک کی رعایت رکھنا چاہیئے۔
نادر شاہ کی یہ قبل از وقت پیشین گوئی سنکر احمد شاہ بالکل سن پڑگیا اور تھرتھرانی ہوئی زبان سے یوں گویا
ہوا کہ قربانت شوم اگر جناب اقدس کو فدوی کا قتل کرنا منظور ہے تو (قدموں میں سر ڈالکر) یہ سر حاضر ہے اور اس
قسم کی باتیں فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں نادر شاہ بولا کہ نہیں نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ تو میرے بعد بادشاہ
ہوگا اور ایران و توران ہی کا نہیں بلکہ ہندوستان وغیرہ کے تخت و تاج کا بھی وارث قرار دیا جائے گا میں
تجھسے بمنت کہتا ہوں کہ میری اولاد کے ساتھ نیکی کیجو اور میرے حقوق کی نگاہداشت اُنکی نسبت مرعی رکھیو
چنانچہ انجام کار ایسا ہی ہوا۔ نادر شاہ کی اس پیشینگوئی کو اگر اُسکی کرامت پر محمول کیا جائے تو بیجا نہوگا کیونکہ اسکے
انتقال کے بعد ہی احمد شاہ تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہوا جیسا کہ آپ کو عنقریب نہایت وضاحت سے معلوم ہوگا
بہرحال احمد شاہ نے نادر شاہ کے اس معجز نظام کلام کے نقوش دل پر کندہ کر لیئے اور نادر کے انتقال کے
اُسکی اولاد کی تواضع و تکریم میں انتہا سے زیادہ کوشش کی اور تسلی و دلجوئی میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھی
یہانتک کہ مشہد مقدس رضا قلی میرزا کے بیٹے نادر شاہ کے پوتے شاہرخ میرزا کی تفویض میں کر دیا اور
اوسکے تمام اختیارات وسیع کر دیئے اور خود اُسکی معاونت و مددگاری میں مصروف رہا۔ شاہرخ میرزا
سلطان حسین صفوی کی چہیتی اور پیاری لڑکی فاطمہ سلطان بیگم کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو نہایت ہی
بیدار مغز اور ہوشیار لڑکا تھا۔
احمد شاہ کے انتقال کے بعد جب اُسکا فرزند تیمور شاہ تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا تو اُس نے بھی عہود و مواثیق
نادری کے مطابق شاہرخ میرزا کی اولاد سے اچھا برتاؤ کیا اور شاہرخ مرزا کے مرنے کے بعد جو اُسکی اولاد
قوم کی قید میں گرفتار ہو چکی تھی تیمور شاہ نے نہایت مستعدی سے اس جھگڑے کو پاک کیا اور اُن جفا کش
مظلوموں کو قید سے رہائی دی اور پھر بدستور سابق مشہد مقدس میں پہنچا کر وہی اختیارات مفوض کئے یہانتک

تیمور شاہ نے شاہرخ میرزا کی ایک پریجمال لڑکی کو اُسکے بھائیون کی درخواست پر اپنے نکاح مین لیلیا اور محل کی تمام بیگمات کا اُسے سرتاج بنایا الغرض احمد شاہ ابدالی کی خاندان سے نادرشاہ کی اولاد کے ساتھ کبھی کسی قسم کی کوئی بیجرہتی نہین کی بلکہ اُنکی عزت و توقیر مین کوئی دقیقہ اُٹھا نرکھا حتے کہ ۱۲۱۱ ہجری تک خاندان احمد شاہی کی طرف سے دودمان نادری کی نسبت یہی سلوک و رعایت دائم و قائم رہی۔

احمد شاہ ابدالی کا خراسان سے سریر جہانبانی پر جلوہ آرا ہونا

جب نادرشاہ مذاہب کی خوب تحقیق و چھان بین کرچکا اور اپنے فرزند رضا قلی میرزا کو نابینا کرکے ایک گوشہ مین بٹھا دیا تو اب اُسکے مزاج پر انتہا درجہ کی وحشت و قہاری غالب ہوئی قوم قزلباش اور افشار کا جانی دشمن ہوگیا اور اُنہین دنیا سے مٹا دینے کا حیلہ ڈھونڈھنے لگا قوم قزلباش اور افشار کی گستاخیان اُنکے اشتہار قتل کیلئے اور بھی محرک ہوئین چنانچہ اب اُسکا یہ روزانہ مشغلہ ہوگیا کہ ہر روز دس پانچ قزلباشون کو گرفتار کرالیتا اور بے جرم قتل کرڈالتا۔ قوم قزلباش جب اس ظلم کی برداشت نہ کرسکی تو علی قلی خان حاکم ہرات سے سازش کرکے نادرشاہ کے قتل کردینے پر مستعد و آمادہ ہوگئی ۱۱۶۰ ہجری مین جب نادری جھنڈے فتح آباد کی طرف اُٹھے تو نادرشاہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی فوج کو مسلح کیا اور بڑی جاہ و جلال کے ساتھ اُس طرف بڑھا راستہ مین جو قافلے ملتے تھے متفق اللفظ بیان کرتے تھے کہ قوم قزلباش آپ کی سخت مخالف ہے اور نہ صرف مخالف بلکہ خون کی پیاسی ہے مگر نادرشاہ فوج کی کثرت پر اس قدر مغرور تھا کہ اُسے مطلقاً پرواہ نتھی وہ برابر بڑھتا ہوا فتح آباد کی حد تک پہنچ گیا گیارھوین جمادی الاخری ۱۱۶۰ شب یکشنبہ کو محمد خان قاجار ایرانی اور موسی بیگ ایرادی افشار طلجانی اور کوچہ بیگ افشار رومی۔ محمد صالح خان قزلوئی اور محمد قلیخان افشار رومی کشکچی باشی وغیرہ کی صلاح سے ٹھیک آدھی رات کے وقت نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ نادرشاہ کی خوابگاہ مین گھس گئے اور جس سرکو دنیا کے باغی و سرکش اور بڑے بڑے متکبر لوگ سجدہ کرتے تھے بے دھڑک کاٹ ڈالا اور عام بددلی پھیلانے کی غرض سے نادری لشکر مین پھینک دیا۔

نادرشاہ کے یون غفلت و بیخبری کی حالت مین قتل ہوتے ہی خدام حرم سرائے نادری نے احمد شاہ کو خبر دی اور وہ فوراً تین ہزار ابدالی سوارون کا دستہ جو بالکل مسلح و مکمل تھا تیار کرکے تمام رات گھوڑے کی پیٹ پر منتظر صبح کھڑا رہا صبح ہوتے ہی اوباش افشاریہ اور فتنہ انگیزان قزلباشیہ سے عام لڑائی شروع کردی احمد شاہ کی

فوج سے قزلباشون کے میمنہ اور میسرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ پہلے ہی حملے مین اُن کے قدم اُکھڑ گئے تاہم اُنکا افسر نہایت خود ثابت قدم رہا اور دوبارہ فوج کو ترتیب دیکر مستعد جنگ ہوا - احمد شاہ نے اپنی فوج کے دستہ کی معیت مین اہل عَلَم پر ایک اور پرزور حملہ کیا اور اس کے متواتر اور پے در پے حملون سے علم بردارون کی صفین اولٹ دین پھر تو قزلباشون مین ایسی ہلچل پڑی کہ ساری فوج ابتر ہوگئی اس ہنگامہ مین باغیون کے افسر احمد شاہ کے جگرخراش تیرون سے قتل ہوئے اور احمد شاہ نے قطعی فتح حاصل کی مخالف کا لشکر بھاگتے وقت جو مال و اسباب معرکۂ جنگ مین چھوڑ گیا تھا احمد شاہ کے حکم سے سب لشکر نادری کو دیدیا گیا اور اب احمد شاہ قندہار کی طرف روانہ ہوا

بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے تین سال پیشتر صابر شاہ نام درویش باشندۂ لاہور نادر شاہ کے لشکر مین وارد ہوا اُسکا قاعدہ تھا کہ اکثر اوقات ٹاٹ کے چھوٹے چھوٹے خیمے تانتا اور بہت سے گھوڑے اُنکے آگے باندھکر بچون کی طرح کھیل مین مشغول رہتا احمد شاہ جب نادر شاہ کو سلام کرنے اُس طرف سے گذر کر جاتا تو آمد و رفت مین اس درویش کو بھی سلام کرتا جسکے جواب مین درویش کہا کرتا کہ احمد خان یہ سب سامان تیری سلطنت کے لئے تیار ہو رہے ہین اور اب کوئی دن جاتا ہے کہ مین تجھے بادشاہ بناتا ہون ان باتون سے احمد شاہ کو درویش کی خدمت مین بہت کچھ عقیدت ہوگئی اور وہ اکثر اُسکے پاس نشست و برخاست کرنے لگا چنانچہ جس روز نادر شاہ قزلباشون کے ہاتھ سے قتل ہوا احمد شاہ درویش کو اپنے ہمراہ لیکر روانۂ قندہار ہوا اور نہایت جلادت و تہوری کے ساتھ اُس پرشور اور خطرناک موضع سے اپنے تئین بچالایا - جب نادری لشکر سے ایک دو منزل کا فاصلہ رہگیا تو درویش نے ایک نہایت ہی پرجوش مسرت کے لہجہ مین کہا کہ احمد شاہ اب تو بادشاہ ہوا اور خسروی تاج خوشی سے اپنے سر پر رکھ احمد شاہ نے عاجزی کی آواز مین عرض کیا کہ حضرت! مین لیاقت سلطنت اور اسباب حشمت نہین رکھتا درویش نے فوراً مٹی کا ایک چبوترہ بنا کر کہا احمد شاہ یہان بیٹھ یہ تیرا تخت سلطنت ہے یہ کہکر جھٹ احمد شاہ کا ہاتھ پکڑ چبوترہ پر بٹھادیا اور ساتھ ہی ہری گھاس کا ایک مٹھہ سر پر رکھکر کہا یہ تیرا جیغہ خلافت ہے اور آج سے تیرا لقب شاہ درانی ہے چنانچہ احمد شاہ نے اُسی روز سے اپنی قوم کو درانی کے لقب سے پکارنا شروع کیا حالانکہ اس سے پیشتر ابدالی خطاب کے ساتھ مشہور تھی اور اسکے ساتھ ہی اپنے تئین احمد شاہ دُرّانی کے ساتھ شہرت دی اسوقت احمد شاہ کے ساتھ چار ہزار آدمی تھے جو اُسپر اپنی جان و مال فدا کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ

رہتے تھے۔ درویش مذکور کی تقریر یا سبق کا احمد شاہ پر یہ اثر پڑا کہ اسکے دل مین ملکداری کا خیال گدگدایا اور اُسنے اپنے ہمراہیون کو مناصب اور خطاب دینے شروع کئے شاہ ولیخان کو جو ایک نہایت مدبر اور منتظم شخص تھا اور احمد شاہ کی پسینہ کی جگہ اپنا عزیز خون پانی کی طرح بہا دینا بالکل آسان سمجھتا تھا اشرف الوزرا کا خطاب اور وزارت کا معزز منصب عنایت فرمایا اور سردار جہان خان کو جو شجاعت وبہادری مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا خانخانان کا خطاب اور افواج کی گورنری کا عہدہ مرحمت کیا شاہ پسند خان کو امیر لشکر مقرر کیا اور اسی طرح ہر شخص کو اُسکے حوصلہ کے موافق مختلف خدمات ومراتب سے سرفراز فرمایا۔ جب احمد شاہ ان تمام باتون سے فارغ ہوچکا تو ہرات کی طرف بڑھا اور کوچ بکوچ نواح ہرات پر بے دھڑک آ دہمکا مگر کسی مصلحت خاص کی وجہ سے یہان کے شہر وقلعہ کو تسخیر کئے بغیر راہ ہرات سے مُنہ موڑکر نادر آباد قندہار کی طرف رخ کیا جو نادر شاہ کا دار الخلافہ تھا ہرات سے تعرض نہ کرنے کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ احمد شاہ کو اپنے ہمراہیون پر پورا بھروسہ نہ تھا اور اُسے ابھی تک اس بات کے اندازہ کرنیکا کافی موقع نہ ملا تھا کہ اُسکا دلی خیرخواہ و دردمند کون ہی اور منافق کون۔ اتفاق سے اُسی زمانہ مین تقی خان آختہ بیگی جو سرداران نادری مین ایک بڑا نامور شخص تھا اور نواب ناصر خان حاکم کابل وپشاور اپنے ملک کا مداخل وخراج فراہم کرکے نادر شاہ کے پیش کرنے کے لئے لائے تھے یہ لوگ جب قندہار کے قریب پہنچے تو راہ کی رفع ماندگی کی وجہ سے ایک مقام پر چند روز تک قیام کیا ادہر احمد شاہ نے قندہار مین نزول اجلال فرمایا ڈہنڈورچیون نے بموجب حکم سلطانی نادر شاہ کے مقتول ہونے اور احمد شاہ کے تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہونے کی خبر ہر چھوٹے بڑے جوان بوڑہے کے کان مین پہونچائی چنانچہ ناصر خان کی ہمراہی مین جسقدر اموال وخزائن تھے سب احمد شاہ کی سرکار مین ضبط ہوے اور خود ناصر خان نظربند ہوگیا لیکن اسکے چند روز بعد ہی باریاب مجرا ہوا اور کچھ عرصہ گذرنے پر بقول بعض مورخین فرار ہوگیا اور بقول بعض بموجب حکم احمد شاہ رہائی پاکر پشاور مین پہنچا اور اپنی افواج کو فراہم کرکے شورش وبغاوت کی آگ ہر چہار طرف بھڑکائی۔ احمد شاہ نہایت اطمینان کے ساتہ مراسم جلوس مین مشغول ہوا اور اپنے امرا ورفقا کو مراتب بلند اور مناصب ارجمند اور خلعت فاخرہ اور جیغہ مرصع سے سرفراز فرمایا اور دراہم ودینار پر باین مضمون سکہ ضرب کیا **شعر سکہ**

حکم شد از قادر بیچون باحمد بادشاہ ٭ سکہ زن برسیم وزر از موج ماہی تا بماہ

اور مہر خاص مین یہ عبارت کندہ تھی "الحکم للہ یا فتاح احمد شاہ دُردرانی" ناصر خان کے رفقا مین سے

ایک شخص ناقل ہے کہ ایک دن مین اپنے آقا کے ساتھ قندہار مین احمد شاہ درانی کے دربار مین گیا دیکھا کہ احمد شاہ تخت پر بیٹھا ہے اور عجب شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ بیٹھا ہی اُسکی گود دی مین ایک سر و پا برہنہ اور تن عریان درویش لیٹا ہوا ہے جسکا سارا جسم خاک آلود ہے درویش لحظہ لحظہ احمد شاہ کی کان اور ناک مین اونگلی دیکر اپنی طرف کھینچتا اور بار بار کہتا ہے کہ اے افغان تو نے دیکھا مین نے تجھے کس طرح بادشاہ بنادیا احمد شاہ ہے کہ نہایت عجز و نیاز کیساتھ اُس سے باتین کرتا اور اُسکے خلقی انداز ہونے سے ذرا چین بجبین نہین ہوتا ہے مین نے وہان کے لوگون سے اُس درویش کا نام و پتا پوچھا تو کہا اسکا نام صابر شاہ ہے یہی وہ درویش ہے جو پندرہ روز کے بعد لاہور مین اپنے خویش و اقربا سے ملنے آیا اور مجذوبون کی طرح کوچہ و بازار مین پڑ لگاتا پھرتا تھا کہ مین احمد شاہ درانی کا عالیشان جھنڈا یہان گاڑون گا اور اُسکے مہیب و خطرناک پھریرے بڑی زور شور سے اس زمین پر اڑین گے۔

کچھ مدت کے بعد لاہور کے صوبدار شہنواز خان ابن بہادر زکریا خان نے صرف نفسانی تعصب اور جہل و نادانی کی وجہ سے مظلوم درویش کو قتل کروا ڈالا لیکن اس واقعہ کے بعد اُسے بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ سرگردان و پریشان ہوکر گھر سے نکل گیا اور نہایت ہی ذلت و بُری حالت مین جان دی احمد شاہ درانی درویش کے شہید ہونے کے بعد اُسکے بھائیون اور عزیزون کی انتہا درجہ کی توقیر و عزت کرتا تھا اور سر دربار اُنہین تعظیم دیتا تھا۔

الغرض جب احمد شاہ درانی قندہار کے انتظام سے فارغ ہوا اور تمام قبائل درانیہ سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر عہد و پیمان لے چکا تو ناصر خان کی تنبیہ و تادیب اور کابل و پشاور کی تسخیر کے ارادہ سے اُس طرف روانہ ہوا۔ جب احمد شاہی جھنڈے وارد غزنی ہوئے تو وہان کا حاکم جو نادر شاہ کی طرف سے متعین تھا اُنا دُم جنگ ہوا مگر احمد شاہ کے اول ہی حملہ مین شکست فاش کھا کر بھاگا احمد شاہ نے غزنی کی حکومت اپنے ایک معتمد کے تفویض کی اور خود کابل کی طرف بڑھا کابل کا حاکم جو ناصر خان کا متعین کیا ہوا تھا افواج احمد شاہی کی تاب مقابلہ نہ پاکر پشاور کی طرف فرار ہوگیا۔ اسے احمد شاہ کی خوش قسمتی کہنا چاہئے کہ بغیر کسی مزاحمت کے کابل فتح ہوگیا چنانچہ وہ نہایت شان و شوکت اور فر دولت کے ساتھ داخل کابل ہوا اور وہان کے تمام باشندون نے خلوص دلی کے ساتھ اُسکے آگے گردن تسلیم خم کردین۔ کابل کے نظم و نسق کے بعد احمد شاہ درانی نے اپنی عنان توجہ پشاور کی طرف موڑی ہنوز احمد شاہی لشکر راستہ ہی مین تھا کہ ناصر خان مستعد

جنگ ہوگیا اور پشاور سے نکلکر کسی کھلے میدان مین مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ بڑی عجلت اور تیزی کے ساتھ فوج کو طیاری کا حکم دیا اور نہایت جاہ وحشم کے ساتھ پشاور سے نکلکر آگے قدم بڑھایا کوچ کے دن فوج اس سروسامان اور شان وشوکت سے نکلی کہ پشاور کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ وحشم کے ہزاروں تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ ہوگئے۔

ناصر خان اس کرو فر اور جاہ وجلال کے ساتھ ملک دوآبہ عشق نگر جو پشاور سے شمالی جانب مین سولہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے پہنچا اور اول عبدالصمد خان محمد زئی پر جو اس ملک کا رئیس تھا اور پشاور کے عمدہ زمینداروں مین شمار کیا جاتا تھا حملہ آور ہوا مگر خفیف سی جنگ کے بعد عبدالصمد خان یہ خبر پاکر کہ احمد شاہ درانی پشاور کیطرف قدم بڑھائے چلا آرہا ہے دوآبہ سے فرار ہوکر شاہی لشکر کی طرف روانہ ہوا ناصر خان نے نہایت بیباکی اور سفاکی کے ساتھ اسکے پس ماندگوں کو قتل کرڈالا اور پھر پشاور کی طرف اُلٹے قدموں لوٹ گیا۔ عبدالصمد خان جلال آباد کے قریب پہنچکر سردار جہانخان خانخانان سے ملا جو احمد شاہ کا مقدمۃ الجیش تھا اور دونوں ملکر پشاور کیطرف بڑھے اب پشاور اور اُسکے تمام اطراف مین افواج قاہرہ شاہی کی خبر بڑی دہشتناکی سے عام طور پر پھیل گئی اور ناصر خان پر کچھ ایسا رعب پڑا کہ وہ پشاور سے بھاگ کر اور اٹک سے دریا رسندہ کو عبور کرکے ملک چھچھ ہزارہ مین پناہ گزین ہوا اور احمد شاہ فتح وفیروزی کے ساتھ داخل پشاور ہوا۔

سرداران ملک اور نواح پشاور کی قوم افاغنہ ملازمت شاہی مین حاضر ہوئی اور بڑے بڑے ذی اقتدار حاکم وفرمانروا آستانہ شاہی کو چومنے لگے سرکش اور متکبر افاغنہ نے احمد شاہ کی اطاعت پر سر تسلیم خم کردیے اور تمام ملکی سرداروں کی گردنین اُسکے حکم پر جھک گئین۔ احمد شاہ نے ناصر خان کی تنبیہ کے لیے سردار جہانخان کو ایک بڑی خونخوار اور جرار فوج دیکر ملک چھچھ ہزارہ کی طرف روانہ کیا لیکن جب جہانخان دریائے سندہ کو عبور کرکے ملک چھچھ ہزارہ پہونچا تو نامرد ناصر خان اُس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور فوراً لاہور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اُسکے فرار ہونے کے بعد جس قدر مال واسباب باقی رہگیا تھا سب افواج شاہی کے ہاتھ مین بطور غنیمت آیا اور سردار جہانخان مظفر ومنصور پشاور کی طرف واپس آیا۔ سردار جہانخان کے آنے کے بعد احمد شاہ بعض ضروری امور کی وجہ سے پشاور کو چھوڑکر قندہار مین آیا اور بعض ممالک خراسان کی تسخیر کی جانب مشغول ہوا۔

احمد شاہ دُرانی کا ہندوستان کیطرف متوجہ ہونا

جب احمد شاہ دُرانی ملک قندہار اور کابل و پشاور اور بعض ملک خراسان کے انتظام سے فراغت حاصل کر چکا تو ہندوستان کا خوشنما منظر نہایت دلفریبی کے ساتھ اُسکی نظرون مین سمایا اور ۱۱۶۱ ہجری مین ایک جرار و خونخوار فوج اور بہت سے نامور و مشہور افسرون کو ساتھ لیکر ہندوستان کی طرف بڑہا کشتیون کے پلون کے ذریعہ سے دریائے سندہ دریائے جہلم و چناب جو پنجاب مین بڑے دریا کہلائے جاتے ہین عبور کرتا ہوا نہایت تیزی کے ساتھ لاہور مین آداخل ہوا اس سفر مین احمد شاہ کی جلو مین علاوہ پیادونکی خونریز افواج کے بارہ ہزار سفاک سوار تھے جنہون نے بڑے بڑے معرکون مین بہادری و شجاعت کے نمایان جوہر دکھائے تھے ان دنون لاہور کی حکومت شہنواز خان ولد خان بہادر زکریا خان کے نامزد تھی جو نواب قمرالدین خان وزیر کا ہمشیرزادہ تھا اسنے اپنے بڑے بھائی یحییٰ خان کو شکست دیکر اُسکے تمام ملکی و مالی حقوق اپنے قبضہ مین کر لیے تھے اور بجائے اُس کے خود مختار و متصرف بنگیا تھا جب احمد شاہ کی آمد آمد کی خبر اُس کے گوش گذار ہوئی تو اُسنے پادشاہ ہندوستان محمد شاہ کے حضور مین ایک عرضی باین مضمون لکھی کہ احمد شاہ درانی ایک نہایت خونخوار فوج کے ساتھ بڑی غضبناکی سے ادہر بڑہا چلا آرہا ہے اگر حضور اُسکے مقابلہ کے لیے تھوڑی فوج روانہ کرین تو کمترین نہایت مستعدی اور ثابت قدمی کے ساتھ مخالف کی قوت و شوکت کو توڑ دے شہنواز خان کی یہ عرضداشت پہونچتے ہی محمد شاہ نے فوج کی طیاری کا حکم دیا لیکن ابھی شاہجہان آباد سے فوج روانہ نہین ہوئی تھی کہ شاہ درانی نواح لاہور مین آموجود ہوا۔

احمد شاہ درانی کی فتوحات کی شہرت عام ہوتی جاتی تھی اور ملک مین اُسکا اقتدار روز بروز بڑہتا جاتا تھا شہنواز خان پر دُرانی افواج کا رعب داب پہلے ہی پڑ چکا تھا اور شاہ ہندوستان سے جس کمک اور امداد کی اُسے امید تھی اُسکا ہنوز ظہور نہ ہوا تھا اسلیے شہنواز خان درانی فوج کی ہیبت سے بغیر جنگ کیے روانہ شاہجہان آباد ہو گیا اور اس پریشانی اور بے سر و سامانی کی حالت مین روانہ ہوا کہ تمام مال و اسباب اور آلات جنگ یعنی توپ زنبورک بان وغیرہ ساتھ لینے کی فرصت تک نہین ملی احمد شاہ درانی بے کھٹکے لاہور مین گھس آیا اور جس قدر مال و اسباب اور آلات حرب شہنواز خان چھوڑ گیا تھا سب سرکار شاہ درانی کے قبضہ مین آگئے جینو اور رامو وغیرہ نے اپنے سر شاہ درانی کی اطاعت پر جھکا دیے

اور کوہستانی راجاؤن نے حضور شاہی مین وکلا روانہ کرکے گردن تسلیم خم کردین تمام پنجاب کی نہ صرف رعایا اور زمینداروں نے بلکہ بڑے بڑے رئیسون اور حکام نے بادشاہی اطاعت کا حلقہ کان مین ڈالا اور دل سے مطیع ومنقاد ہوگئے۔

محمد شاہ بادشاہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ احمد شاہ دُرانی لاہور مین آگیا ہے اور اُس طرف کے تمام رؤسا اور زمینداروں نے اُس سے سازش کرلی ہے تو اپنے فرزند رشید شہزادہ عالیجاہ احمد شاہ کو نواب قمرالدینخان وزیرالممالک اور نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ اور عظام دولت کے بڑے بڑے امرا اور افسرون کی معیت مین روانہ لاہور کیا یہ ڈھائی سوا امرا تھے جن مین اکثر کمانیر اور جنرل نہایت ہی بہادر اور شجاعت مین بےنظیر تھے جو جنگ سے پیشتر نتیجۂ جنگ نکال لینے مین مہارت تامہ رکھتے تھے الغرض محمد شاہ بادشاہ نے اپنے فرزند رشید کی ہمراہی مین بے شمار افواج اور آتشبار توپخانے اور تجربہ کار افسر روانہ کئے جب یہ لشکر اس جاہ و حشم کے ساتھ ہندوستان کے دارالخلافہ شاہجہان آباد سے روانہ ہوا تو جے پور کا راجہ کیسری سنگھ جو ہندوستان کے تمام راجاؤن مین نامور اور مشہور بہادر تھا فوج کثیر کے ساتھ لشکر شہزادہ مین آشریک ہوا ادھر اطراف سندھ کے زمیندار جیسے جمال خان تالبری اور راے کلہ زمیندار چکراوان اور آلہ سنگھ جاٹ زمیندار پٹیالہ وغیرہ راستہ مین آملے اور فوج شاہی مین بھرتی ہوگئے علاوہ ازین علی محمد خان روہیلہ کے فرزند عبداللہ خان اور فیض اللہ خان جو تیراندازی مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے نواب وزیرالممالک کے ہمرکاب تھے۔

جب افواج ہندوستان نواح سرہند مین پہونچی تو نواب قمرالدین خان وزیر نے اپنی اہل وعیال اور حاجت سے زائد سامان کو قلعہ سرہند مین چھوڑا اور اُنکی حفاظت ونگرانی کیلئے فوج کا ایک مختصر سا دستہ متعین کیا علی محمد خان روہیلہ جو بادشاہ ہندوستان کی طرف سے سرہند کا حاکم تھا شاہ درانی کے ادھر متوجہ ہونے کی خبر سنکر پہلے ہی سے سرہند چھوڑ چکا تھا اور دریاے جون کو عبور کرکے سہارنپور کے راستہ سے روانہ آنولہ ہوکر اپنے وطن مالوف بسولی مین پہونچ چکا تھا۔ نواب قمرالدین خان جب اہل وعیال اور احمال واثقال کیطرف سے مطمئن ہوگیا تو افواج بحر امواج کو کوچ کا حکم دیا اور متوجہ ماچھی واڑہ ہوا۔ شاہ درانی نے یہ خبر پاکر فوج کو طیاری کا حکم دیا اور لاہور سے نکلکر لشکر ہندوستان کی راہ سے کترا کر برق وآندھی کی طرح سرہند کی طرف جھپٹا اور نہایت جلادت وبہادری سے قلعہ پر قبضہ کرکے اُس اسباب ومال پر متصرف ہوگیا جسے قمرالدین خان نہایت حفاظت سے یہان چھوڑ گیا تھا۔

شاہ درانی جب قلعۂ سرہند کے انتظام سے فارغ ہوا تو اپنا لشکر سرہند مین چھوڑا اور عبداللہ خان اردو باشی کو یہان کا حاکم مقرر کرکے علی محمد خان کے لڑکون اور تھوڑی سی فوج کو ہمراہ لیکر لشکر ہندوستان کے مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا نواب قمرالدین خان یہ خبر پاکر سخت پریشان ہوا اور سراسیمانہ روانۂ سرہند ہوگیا قصبہ مالوپور مین جو سرہند سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے دونون لشکرون کی مٹھ بھیڑ ہوئی تھوڑی دیر تک خفیف سی جنگ رہی آخر کار کیسری سنگھ ستر ہزار زرہ پوشون کو ہمراہ لیکر فوج درانی کے مقابل ہوا اس مین فوج ابدالی کی شمشیر کی تاب کہان تھی پہلے ہی حملہ مین قدم اُکھڑ گئے اور نہایت نامردانہ طریق سے معرکہ جنگ کو خدا حافظ کہکر بھاگا گیا کیسری سنگھ کے لشکر کی اس بزدلی اور نامردی سے افواج ہندوستان مین عام بددلی پیدا کردی اور اُنہین نتیجہ جنگ سے ثابت ہوگیا کہ بس اب خیر نہین ہے پور کا لشکر معرکہ جنگ سے ایسا بیحواس اور پریشان ہوکر بھاگا کہ اپنے وطن اصلی جے پور کے علاوہ راستہ مین کہین دم نہین لیا اور دارین کی زرد روئی کا داغ ہمیشہ کے لئے پسند کیا حالانکہ قوم راجپوت کا عام قاعدہ تھا کہ زرہ پہلنے کے بعد میدان جنگ سے نہایت شرمناک بات سمجھتے تھے - الغرض پورے سولہ دن تک میدان کارزار گرم رہا اور سارا جنگل بہادرون کی خونون سے سرخ ہوگیا سترہوین دن بڑے معرکہ کی جنگ ہوئی اور صبح سے شام تک طرفین کے جانبازون نے میدان جنگ سے مُنہ نہین موڑا اس لڑائی مین ہزارون آدمی مقتول ہوئے اور ہزارون زخم کاری کھاکر قریب المرگ دوسرے دن صبح کے وقت ایک جانستان گولہ درانی توپخانہ سے نکلکر نواب قمرالدین خان وزیر السلطنت کے خیمہ پر پڑا جس سے وزیر السلطنت کا خاتمہ ہوگیا - اس روئداد کو عجائبات مقدرات الٰہی سے شمار کرنا چاہیے کہ گولہ ہزارہا خیمون کو چھوڑکر اجل ناگہانی کی طرح خیمہ وزیر پر ٹپکا اور فوراً اُسکا کام تمام کردیا - وزیر السلطنت کے فرزند میر منو کو جب اس جانگزا واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے باپ کی لاش پر آیا اور گریہ وزاری شروع کی لیکن احمد خان پنجہزاری منصبدار شاہی نے اسکی بہت کچھ تسلی کی اور ڈھارس بندھانے والے الفاظ مین کہا کہ یہ وقت گریہ وزاری کا نہین ہے اُٹھو اور کمر ہمت مردانہ باندھکر غنیم سے جنگ کرو اور اُسے شکست دیکر آبائی شجاعت و بہادری کا تازہ ثبوت دو - الغرض معین الملک یعنے وزیر السلطنت کے فرزند میر منو نے وزیر کی خبر فوت کو مخفی رکھا اور تمام سردارون اور فوجون کے ساتھ سوار ہوکر درانی لشکر کا بڑے زور سے مقابلہ کیا لڑائی کا یہی حصہ سب سے زیادہ خطرناک تھا اور دونون طرف کے لشکرون کی آنکھین قطعی فتح پر لگی ہوئی تہین درانیون نے

عین حملہ کے وقت اُن تمام ارابہ بانوں کو باروت سے پُر کیا جو شہنواز خان صوبدار لاہور کے ضبطی اموال مین اسکے ہاتھ لگی تہین لیکن چونکہ اُن کے سر کرنے کا طریقہ نجانتے تھے اسلئے اُن کے رخ پہیر کر فوج مخالف کی طرف دفعۃً سب مین آگ دیدی بانوں نے لشکر درانی مین گردش کرنی شروع کی اور بجلی کیطرح آن کی آن مین بہت سے آدمیون کو جلاکر خاک کر دیا۔ اس حادثہ نا مصیبت کے وقوع سے درانی غایت ہراس سے بہاگ کھڑے ہوے اور کہنے لگے کہ یہ ایک بلاے بیدرمان ہے جو ہندوستان آئی اور شاہ کو شاہ کو کہتی پھرتی ہے یعنے ہمارے بادشاہ کو ڈہونڈتی ہے غرضکہ درانی فوج کا سارا انتظام درہم برہم ہوگیا اور اکثر فوجی افسر معرکہ جنگ کو چھوڑکر بہاگ کھڑے ہوے تاہم احمد شاہ نہایت استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہا لیکن جب اُسنے دیکھا کہ اس وحشتناک موقع پر کوئی بھی ساتھ نہین دیتا تو صف شکن غلامون سے عہدو پیمان لیکر علی محمد خان کے فرزندون سمیت روانہ ولایت ہوا اور یلغار کرتا ہوا اپنے دار الخلافہ مین آ پہونچا۔ عقب سے عبداللہ خان اردو باشی سرہند سے اردوی شاہی کو ساتھ لیکر روانہ قندہار ہوا اور اس طرح صاف بچکر نکل گیا کہ لشکر ہندوستانی سے کوئی تدبیر بھی ایسی بن نہ پڑی کہ شاہ درانی کے لشکر پر دست اندازی کر سکتے میر منو لشکر دُرانی کا تعاقب کرتا ہوا دلاوری تمام کے ساتھ لاہور پہونچا اور باقی فوج نے شہزادہ احمد شاہ کی ہمراہی مین دار الخلافہ شاہجہان کی طرف مراجعت کی۔

شہزادہ احمد شاہ ابھی تک حدود لاہور ہی میں تہا کہ یہاں فرماں رواے ہندوستان محمد شاہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ وحشت اثر خبر سب سے پہلے صفدر جنگ کو پہونچی اور وہ نہایت بیتابی کیحالت میں شہزادے کے حضور میں پہونچا اور لوازم تعزیت اور شرائط ماتم ادا کرنے کے بعد عرض کیا کہ اب خلافت کا جگمگاتا تاج حضور کو مبارک ہو۔ اور جب تک آسمان و زمین دائم و قایم ہیں سورج و چاند گردش میں ہیں تارے دی میں نور اور آسمان کو قیام ہے آپکی ذات بابرکات خدام حضور پر سایہ گستر رہے شہزادے نے نہایت افسوس کے بعد تاج سر پر رکہا اور تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہو کر نواب صفدر جنگ کو وزارت کا معزز عہدہ عنایت کیا۔ اور باقی صوبوں اور افسروں کو علی حسب المراتبہ عہدے دیے نواب قمر الدین خاں وزیر سابق کے فرزند رشید معین الملک یعنی میر منو کی لاہور اور ملتان کی صوبہ داری نامزد کی معین الملک نہین چاہتا تہا کہ اپنی اعزہ اور اقارب سے جدا ہو کر لاہور میں قیام کرے لیکن شہزادے کے حکم سے مجبوراً قیام کرنا پڑا اسنے تہوڑے ہی عرصے میں ایسا اہتمام و انتظام کیا کہ سارے ملک پنجاب کا اسکے آگے سر جہک گیا

اور سب نے اسکے حکم پر گردن تسلیم خم کردی۔
آدہر احمد شاہ درانی نہایت جرأت و دلاوری کے ساتہہ اپنا سارا ساز و سامان ساتہہ لیکر قندہار میں داخل ہوا اور جو فوج اور اسباب سرہند میں چہوڑ گیا تہا وہ بہی صحیح سالم عقب سے قندہار پہونچ گئی۔

احمد شاہ درانی کا تسخیر ہندوستان کی غرض سے دوبارہ عزم کرنا اور پنجاب سے مراجعت کرنی

قندہار میں پہنچکر احمد شاہ درانی نے جب یہ خبر سنی کہ نواب قمرالدین خاں وزیر توپ کے گولے کے صدمے سے مرگیا اور فرمانروائے ہندوستان محمد شاہ بادشاہ نے طبعی عمر کو پہنچکر جاں بحق تسلیم کی تو سخت افسوس کیا اور نہایت حسرتناک لہجہ میں ارکان دولت سے متوجہ ہوکر بولا کہ اگر مجہے یہ خبر ہندوستان ہی میں ملجاتی تو اُس ملک کو فتح کیے بغیر ہرگز قندہار کی طرف مراجعت نہ کرتا اور جسطرح بن پڑتا ہندوستان کے پایہ تخت تک پہنچکر رہتا اب میرا ارادہ ہے کہ دوبارہ ہندوستان پر حملہ آور ہوں تم لوگونکی کیا رائے ہے ارکین دولت نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم ہر طرح آپ کی رائے سے متفق ہیں اور آپ کے قدموں پر اپنی عزیز جانیں اور روزنی خون پانی کی طرح بہادینے کے لیے طیار ہیں چنانچہ احمد شاہ درانی بہت سی فوج وحشم کے ساتہہ دوسری دفعہ روانہ ہندوستان ہوا اور نہایت تیزی اور عجلت کے ساتہہ لاہور میں آدہمکا اطراف لاہور میں ایک عجیب طرح کی وحشتناک کہلبلی مچگئی اور درانی افواج کے عالیشان خیمے فضائے لاہور میں اِس کونے سی لیکر اُس کونے تک تن گئے۔ لاہور کے صوبے معین الملک یعنے میر منو نے فوراً سامان جنگ طیار کیا اور نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ آمادہ جنگ ہوا اول کوڑہ مل کہتری کو جو اُسکا دیوان خاص تہا ایک بہت سی خونخوار فوج کے ساتھ **شاہدرہ** کی سمت روانہ کیا جو لاہور سے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہی کوڑہ مل نے اگرچہ نہایت جرأت و شجاعت سے درانی لشکر کا مقابلہ کیا مگر انجام کار عین معرکے میں قتل کردیا گیا اور معین الملک کی باقیماندہ فوج شکست کہاکر داخل لاہور ہوئی معین الملک کے پہلے ہی جنگ میں پاؤں اوکہڑ گئے اور اُسے دوبارہ افواج درانی کے مقابلہ کا قصد نہ کیا اور شاہ ولیخاں وزیر کے ذریعہ سے اپنے تین معتمدوں کو ہمراہ لیکر شاہ درانی کی ملازمت میں جا حاضر ہوا۔ احمد شاہ نے معین الملک کا خون معاف کیا اور بطریق خوش طبعی کہا معین الملک اگر میں تیرے ہاتہہ میں گرفتار ہوتا تو میرے ساتہہ کیا سلوک کرتا معین الملک

نے بڑی بیباکی سے جواب دیا کہ تیرا سر کاٹ کر اپنے بادشاہ کے حضور میں روانہ کرنا یہ سنکر شاہ درانی نے ایک خوش آیندہ تبسم کیا اور ساتھہ ہی غصہ کے لہجہ میں بولا کہ اب تو میرے اختیار میں ہے بتا تیرے ساتھہ کیا سلوک کروں معین الملک نے لجاجت کی ادائیں ظاہر کر کے کہا اگر بادشاہ رحیم و کریم ہے اور مجرموں کے قصوروں کو معاف کیا کرتا ہے تو میرے جرائم معاف کر اور بخشش کا تاج میرے سر پر رکھکر لوگوں میں عزت افزائی کر اور اگر ظالم اور بے رحم ہے تو سر حاضر ہے تلوار سے جدا کر ڈال بادشاہ اسکی ان راست آمیز باتوں سے بہت مسرور ہوا اور اسکے حال پر بے انتہا عنایت و توجہ مبذول فرما کر فرزند خان بہادر رستم ہند کے خطاب سے معزز کیا اور فاخرہ خلعت اسپ خاص اور شمشیر سے سرفراز فرما کر رخصت کیا۔

معین الملک کے رخصت ہونے کے بعد بادشاہ نے اپنے سارے لشکر میں منادی کر دی کہ کوئی شخص لاہور میں قدم نہ رکھے اور وہاں کے باشندوں پر ذرہ بھر ظلم و ستم نکرے معین الملک لاہور میں داخل ہوا تو احمد شاہ درانی کا ایک فرمان باین مضمون پہنچا کہ لاہور اور اطراف لاہور کی حکومت بدستور تمہارے تفویض میں کی گئی اور تم بالکل مطمئن رہو کہ احمد شاہ تمہارے ساتھ کبھی دغا نہ کرے گا۔ اور جب تک تم درانی سلطنت کے مطیع اور فرمانبردار رہوگے عنایات شاہی سے ممتاز رہوگے معین الملک نے بادشاہ کے حضور میں وہ نذرانہ ادا کیا جو اسکے لایق تھا اور نذرانہ ملک کے علاوہ بہت سا نقد و جنس شاہی خزانہ میں داخل کر کے شاہ درانی کیطرف سے تمام صوبہ لاہور کا بدستور مختار رہا اسی سفر میں احمد شاہ درانی نے صوبہ ملتان کا بھی خاص انتظام کیا اور ملک پنجاب سے مراجعت کر کے داخل قندہار ہوا اب سے لاہور اور ملتان کے دو نو صوبے ممالک محروسۂ درانیہ میں داخل ہوئے اور احمد شاہ کے عالی شان جھنڈے ملک پنجاب تک گڑ گئے۔

اسکے بعد احمد شاہ نے قندہار میں شہر نادر آباد کو ویران و مسمار کر کے ایک اور شہر آباد کیا اور اسکا نام اشرف البلاد رکھا۔ چنانچہ اسوقت تک یہ شہر قندہار میں آباد ہے۔ علاوہ ازین شہر ہرات جو بلاد خراسان کا ایک نہایت مشہور اور عمدہ شہر ہے وہ بھی دولت درانیہ کے تصرف میں آیا اور شہر مقدس معہ اسکے اطراف و جوانب کے نادر شاہ کے پوتے میرزا شاہ رخ کے نامزد ہوا۔ احمد شاہ درانی کی قندہار میں مراجعت کرنے کے چند سال بعد معین الملک میر منو نے لاہور میں مرض ہیضہ میں انتقال کیا اور اسکی بی بی مغلانی بیگم اسکی جگہ حکمران قرار دیگئی ملک و فوج نے اپنے فرمانروا کی بیگم کے آگے سر جھکا دیا اور اب سے مغلانی بیگم کی حکومت کا اشتہار جاری ہوا۔ بیگم نے روشن الدولہ طرہ باز خاں مرحوم کے فرزند بھکاری خاں کو جو معین الملک کی سرکار کا مختار اور مدار المہام تھا

قتل کرڈالا کیونکہ اُسکی نسبت یہ الزام لگایا گیا تہا کہ معین الملک کو اُسنے زہر دیکر مار ڈالا ہے۔ مغلانی بیگم چونکہ ایک نہایت ہوشیار اور تجربہ کار عورت تہی۔ اسلیے وہ تمام مالی اور ملکی انتظامات پر بہت جلد حاوی ہوگئی۔ اور اپنی بیدار مغزی سے لاہور اور ملتان کے دونو صوبوں میں کسی طرح کا خلل نہ پڑنے دیا لیکن جب آدینہ بیگ خاں ملک دوآبہ سے چلکر وارد لاہور ہوا تو مغلانی بیگم اسکی طرف سے متوہم ہوکر آمادۂ جنگ ہوگئی فوج شاہی کے دو خونخوار اور جرّار دستے سردار جہاں خان خانہ بہادر کے وسیلے سے قندہار سے طلب کیے اور بڑے معرکہ کی لڑائی ہوئی اِسوجہ سے لاہور کی ریاست اور صوبہ داری میں پہلے درجہ کا خلل و فتور واقع ہوگیا

احمد شاہ درّانی کا تیسری دفعہ ہندوستان کیطرف متوجہ ہونا اور شاہجہان آباد تک پہنچنا

جب احمد شاہ درّانی کو معین الملک کے انتقال کی خبر پہونچی اور ساتہہ ہی یہ بہی معلوم ہوا کہ لاہور اور تمام ملک پنجاب کا انتظام بالکل درہم و برہم ہوگیا ہے تو وہ بڑی خونخوار اور جرّار فوج کو ساتہہ لیکر قندہار سے روانہ ہوا اور نہایت تیز رفتاری کے ساتہہ بہت جلد لاہور میں آپہونچا۔ مغلانی بیگم سردار جہاں خان کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں پہونچی اور اپنے تئیں اپنے شوہر کیطرح دولت درّانیہ کا وفادار اور خیرخواہ ثابت کیا بادشاہ نے بہی بیگم کی دلجوئی اور اعزاز و توقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکہا اور نہایت بزرگی و احترام کے ساتہہ رخصت کرکے لاہور کا کماحقہ انتظام کیا اور چند روز یہاں قیام کرکے آگے بڑہا۔

جب احمد شاہ درّانی یلغار کرتا ہوا کوچ بکوچ سرہند کے رستہ سے دار الخلافہ شاہجہان آباد کے اطراف میں وارد ہوا تو نواب نجیب الدولہ بہادر کرنال کے قریب ملازمت شاہی سے مستفیض ہوا اور عماد الملک غازی الدین خاں وزیر مع عالمگیر ثانی بادشاہ ہندوستان کے شاہ دارا کے استقبال کیلئے دار الخلافہ سے روانہ ہوا اور قصبہ نریلا میں جو شاہجہان آباد سے سرہند کی سمت میں دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے احمد شاہ درّانی کا بڑے جوش کے ساتہہ خیر مقدم ادا کیا۔ احمد شاہ ہندوستان کے بادشاہ عالمگیر ثانی سے ملکر بہت خوش ہوا اور نہایت ہی دلجوئی اور مہربانی سے پیش آیا چنانچہ دونو بادشاہ متفق ہوکر دار الخلافہ میں داخل ہوئے اور چند روز تک شاہ درّانی عالمگیر ثانی کا مہمان رہا ازاں بعد شاہ درانی نے سردار جہاں خاں کی وساطت سے نواب قمر الدین خاں وزیر سابق کے فرزند انتظام الدولہ کو پیام دیا کہ اگر تم پچاس لاکہہ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کردو تو اُسکے صلہ میں بادشاہ تمکو ہندوستان کی وزارت اور مدار المہامی کا معزز منصب عنایت فرمائے انتظام الدولہ نے باوجود طلب مکرر کے

غست وبخل کو دوست رکہا اور احمد شاہ کے پیام کی ذرا وقعت نہکی۔ سردار جہاں خاں نے جو حقیقت میں انتظام الدولہ کا مزبی اور قدیم ہی خواہ تہا سخت ناخوش اور ناراض ہوکر محرم خاں خواجہ سرائے کو بلاکر حکم دیا کہ انتظام الدولہ کے اموال کی تجسس کرکے اور اُسکے مکانات کو کندہ کرکے جس قدر زر ونقد دستیاب ہو فوراً خزانہ شاہی میں داخل کیا جائے چنانچہ تفحص وتجسس اور مکان کے کندہ کرنیکے بعد ایک حوض کے نیچے سے دو کرور روپیوں کی اشرفیاں برآمد ہوئیں اور اسکے علاوہ جواہر اور سونے روپے کے مرصع و منقش ظروف اسقدر نکلے جنکی تعداد شمار سے خارج تہی چنانچہ یہ سارا نقد وجنس اور جملہ ساز وسامان خزانۂ عامرۂ شاہی میں داخل کیا گیا۔ اُسکے بعد عالمگیر ثانی کے مشورے اور صوابدید سے ہر امیر ورئیس اور تاجر اور تمام اہل دہلی کے دروازوں پر تحصیل زر کیلئے شاہی افسر تعینات کردے گئے اور جس سے جسقدر روپیہ وصول ہوسکا جمع کرکے شاہ درانی کے خزانے میں جمع کیا گیا۔ مغلانی بیگم جو دار الخلافہ کے تمام امرا کے ذرا ذرا سا حال سے واقف تہی ہر ایک شخص کی کیفیت سردار جہاں خاں سے ظاہر کرکے آدمیوں کے گہروں کو تاراج کرواتی تہی۔ قمر الدین خاں وزیر سابق جو اسکا خسر ہوتا تہا اُسکے خانماں کو خصوصیت کے ساتہہ غارت کرادیا۔ اور جسقدر نقود جواہر وغیرہ اُسکے خزانہ میں موجود تہے سرتاسر سرکار شاہی میں ضبط کرادیئے قمر الدین خاں مرحوم کی زوجہ شولہ پوری بیگم کو جو اسکی خوشدامن ہوتی تہی گرفتار کرایا اور تکلیف وجبر کے ساتہہ زر وجواہر لیکر شاہی خزانہ میں پہونچائے غرض کہ سرکار درانیہ کے ضبط میں دار الخلافہ شاہ جہاں آباد سے بے شمار مال آیا اور لشکر درانیہ دولت سے مالا مال ہوگیا۔ تقریباً چالیس روز احمد شاہ درانی نے دہلی میں قیام کیا اور محمد شاہ بادشاہ کی عصمت مآب دختر سے جسکا نام بیگم صاحبہ تہا اور محمد شاہ کے حمل خاص کے بطن سے پیدا ہوئی تہی عالمگیر ثانی کے صلاح اور مشورے سے نکاح میں اپنی تمام خواتین حرم کا اُسے سرتاج بنایا اور عالمگیر ثانی کی لڑکی کو اپنے فرزند تیمور شاہ کے عقد مناکحت میں دیدیا اسوجہ سے شاہ درانی کا خاندان تیموریہ کے ساتھ یگانگت اور قرابت کا رابطہ مستحکم ہوگیا۔

جب شاہ درانی ان تمام باتوں سے فارغ ہوگیا تو سردار جہاں خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ فوج کا ایک جرار اور خونخوار دستہ ہمراہ لیکر شہر متہرا پر حملہ آور ہو اور وہاں کے تمام لوگوں کو عام طور پر قتل کرڈالے سردار جہاں خان شاہ درانی کا یہ اشارہ پاتے ہی دہلی سے روانہ ہوا اور آندہی مینہ کی طرح متہرا میں جا دہمکا بُت پرستوں کے تمام معابد اور شوالے مسمار کرنے اور بتوں کے توڑ ڈالنے کے بعد شہر

متھرا پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے تمام لوگوں کو عام طور پر قتل کر ڈالے سردار جہاں خاں شاہ درانی کا یہ اشارہ پاتے ہی دہلی سے روانہ ہوا اور آندہی مینہہ کیطرح متھرا میں جا دہمکا بت پرستوں کے تمام معابد اور شوالے مسمار کرنے اور بتوں کے توڑ ڈالنے کے بعد شہر میں قتل عام کا حکم دیا اور اسقدر بت پرستونکو واصل جہنم کیا کہ آجتک وہ ہولناک واقعہ تاریخی صفحات پر نہایت جلی حرفوں میں لکھا نظر آتا ہے۔

عالمگیر ثانی کا وزیر السلطنت عماد الملک غازی الدین خاں شاہ درانی سے باغی ہو کر ہندوستان کے دار الخلافہ سے باہر نکل گیا تھا۔ اور بادشاہ کے خوف سے ایک شہر سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے شہر میں پھرتا پھرا سردار جہاں خاں ابھی تک متھرا کے ضبط اموال سے فارغ نہوا تھا کہ بادشاہ کی طلبی کا فرمان اسکے پاس پہونچا اور وہ شاہ ولیخاں وزیر کو متھرا کے ضبطی اموال کا حکم دیکر تن تنہا درانی کیخدمت میں آحاضر ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عماد الملک دار الخلافہ سے نکل کر چند روز تک بھرت پور میں مخفی رہا لیکن جس زمانے میں متھرا کے غارت کرنے کے لیے افواج قاہرہ اکبر آباد تک پہونچی اور بھرت پور کے قریب ہو کر گذرے تو یہ وہاں سے بھاگ کر فرخ آباد گیا شاہ ولیخاں نے متھرا کی مہم سے فراغت پاکر دار الخلافہ کی طرف مراجعت کی اور بہت سامال و دولت ساتھ لایا یہاں احمد شاہ نے تمام امراو روسا کے گھر دولت سے خالی کر کے اپنے خزانے کو لبریز کر لیا اور محمد عالمگیر ثانی کو دہلی کا بادشاہ مقرر کر کے قمر الدین خاں وزیر سابق کے فرزند انتظام الدولہ کو وزارت کا معزز منصب عطا فرمایا اور نواب نجیب الدولہ کو امیر الامرائی کے مرتبے سے سرفراز فرماکر بادشاہ کی خدمت میں معین کیا اور خود مع دونوں عفت مآب بیگموں کے فتح و فیروزی اور بیشمار مال و دولت اور جاہ و حشم کے ساتھہ روانہ ولایت ہوا۔

اثناو راہ میں احمد شاہ درانی نے عبد الصمد خاں محمد زئی کو سرہند کی حکومت اور سرفراز خاں افغان کو دو آبہ کی صوبداری سے سرفرازی بخشی اور خود دار السلطنت لاہور میں داخل ہوا یہاں پہونچکر اپنے فرزند تیمور شاہ کو اپنا ولیعہد اور سردار جہاں خان سپہ سالار کو شہزادے کا نائب مقرر کر کے تھوڑی سی فوج کے ساتھہ لاہور میں چھوڑا اور حکم نافذ کیا کہ ملک پنجاب وغیرہ کے جسقدر شرفا اور نجبا دستیاب ہو سکیں ملازمان شاہی کے دائرے میں داخل کیے جائیں ازاں بعد احمد شاہ درانی نے بلند خاں صدوزئی ملتانی کو کشمیر کی صوبہ داری سے ممتاز فرمایا اور شہر امرتسر کی تاخت و تاراج اور انہدام عمارات اور سکھوں کے قتل کرنے کے بعد روانہ قندہار ہوا۔

ملک پنجاب اور تمام ہندوستان میں خلل و فتور کا پڑنا اور احمد شاہ درانی کا تیسری مرتبہ اسطرف مراجعت کرنا

جب پنجاب کے باشندوں اور اُس ملک کے سرداروں نے دیکھا کہ شاہ درانی قندہار پہونچگیا تو آدینہ بیگ خاں جو ایک نہایت مدبر اور جری سردار تہا اور افواج درانی کے خوف سے چند روز تک شمالی کوہستان میں مخفی ہوکر موقع و محل کا منتظر تہا فرصت کا موقع پاکر ایک جرار فوج اور بہت سے توپخانوں کو فراہم کیا اور تیمور شاہ اور سردار جہان خان کے سر پر آفت ناگہانی کیطرح آپڑا باہم چند متواتر لڑائیاں واقع ہوئیں سردار جہاں خاں قلت فوج اور پنجاب کے آدمیوں کی بے اعتمادی کی وجہ سے حریف کی فوج پر غالب نہ آسکا اور ہر چند کہ نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتہ کوشش کی لیکن بے سروسامانی کے سبب سے اُسکی ساری کوششیں رائگاں گئیں انجام کار شہزادے تیمور شاہ کو ہمراہ لیکر لاہور سے نکلا اور ایمن آباد میں پہونچکر شاہ درانی کے امداد کا منتظر رہا یہاں آدینہ بیگ خاں نے جب میدان صاف پایا تو بے روک داخل لاہور ہوا خواجہ میرزا جان کو اپنی طرف سے یہاں کا صوبہ دار مقرر کرکے سرافراز خاں افغان کے سر پر پہونچا جو شاہ درانی کی طرف سے ملک دوآبہ کا حاکم تہا اسنواں میں سکھوں کی بہت سی فوج اسکے ساتہ ہولی اور سب نے اتفاق کرکے سرافراز خاں پر حملہ کیا اور جالندہر کے قریب ایک وسیع میدان میں سخت لڑائی ہوئی مگر آخر کار سرافراز خاں شکست کہاکر بہاگا اور اُسکی تمام فوج اور ساز و ساماں آدینہ بیگ خاں کے ہاتہ لگے۔

آدینہ بیگ خاں ملک دوآبہ کا بند و بست اور انتظام کرکے روانہ سرہند ہوا اور وہاں سے دارالخلافہ دہلی میں پہنچا یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ عماد الملک جو احمد شاہ درانی کے خوف سے مدتوں تک جنگلوں اور کوہستانوں میں مارا مارا پہرتا تہا احمد شاہ درانی کی مراجعت کو غنیمت جان کر جنوب کے بہت سے جانباز سرداروں اور مرہٹے قوم کے چند افسروں جیسے کنہوا اور ملہار کا صوبہ دار اور جنکو راؤ وغیرہ وغیرہ کو اپنے ساتہ ملالیا اور سورج مل جاٹ جو سلاطین ہند کی ضعف سلطنت کیوجہ سے بہت سا ملک دبا بیٹہا اور فرعون بے سامان بن رہا تہا اسنے بہی عماد الملک کی رفاقت اختیار کی غرض کہ بڑے بڑے سرداران مرہٹہ نواب عماد الملک کے ساتہ فراہم ہوے اور عماد الملک بڑے جاہ و جلال اور

اور تزک و احتشام کے ساتہہ دہلی میں پہونچا نجیب الدولہ جو دہلی کا امیر الامرا اور بڑا بہادر سپہ سالار تہا مستعد جنگ ہوا لیکن آخر کار حریف کی کثرت فوج کیوجہ سے قلعہ میں بند ہو کر ایک عرصہ تک مصروف جنگ رہا عماد الملک نے اور اُسکے ساتہہ تمام سرداران مرہٹہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور رات دن توپ و تفنگ کے ساتہہ لڑنا شروع کیا اور مرہٹوں نے رسد کی آمد و رفت کا رستہ بالکل بند کر دیا با این ہمہ نجیب الدولہ نہایت استقلال کے ساتہہ حریف کے جواب دینے سے عاجز نہین ہوا انجام کار عماد الملک نے نجیب الدولہ کو پیام دیا کہ ہمکو تم سے کچہہ کام نہیں ہے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ دار الخلافہ کو خالی کر کے اپنے ملک کیطرف چلے جاؤ کوئی تمہارا مانع و مزاحم نہوگا چونکہ نجیب الدولہ کو بظاہر کسی طرف سے مدد پہونچنے کی اُمید نہ تہی اور ساتہہ ہی اُسکے ہمراہی بہی قلعہ میں بند رہکر لڑائی سے اُکتا گئے تہے اسلئے اُسنے مجبوراً قلعہ کو چھوڑا اور سہارنپور کیطرف روانہ ہوا عماد الملک مع سرداران مرہٹہ داخل شہر ہوا اور تمام ساز و سامان کو قبضہ میں لایا اسی اثنا مین آدینہ بیگ خان بہی سرہند مین پہنچگیا اور روپیہ کا لالچ دیکر فوج مرہٹہ کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا مرہٹے ابتدا ہی سے بندہ زر اور حریص دوست تھے فوراً آدینہ بیگ خان سرداران دکن اور افواج کثیرہ کے ساتہ داخل سرہند ہوا۔ عبد الصمد خان محمد زئی جو شاہ درانی کی طرف سے قلعۂ سرہند کا فرمانروا تہا اور شجاعت و جرأت مین اپنا نظیر نرکھتا تہا غنیم کی فوج کی کثرت اور اپنے لشکر کی قلت پر ذرا خیال نہ کر کے آمادۂ جنگ ہوگیا اور افواج مرہٹہ کے مقابلہ مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتہ شجاعت و جوانمردی کے جوہر دکہائے جانبین کے جان نثار بہادر اپنی اپنی شجاعت کے نمونے دکھا رہے تھے آدینہ بیگ خان ایک بڑے خونخوار لشکر کے ساتہ آندہی مینہ کی طرح جہپٹتا ہوا آیا اور آتے ہی یکبارگی حملہ کر دیا عبد الصمد خان کی فوج کے قدم اُکھڑ گئے اور وہ نہایت اضطراب اور بے سر و سامانی کی حالت مین شکست کھا کر بہاگی مگر تاہم عبد الصمد خان میدان سے نہ ٹلا اور انجام کار گرفتار ہوگیا مرہٹون نے نہ صرف سرہند کو بلکہ اُس کے تمام اطراف و جوانب کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور جب یہان کی لوٹ کہسوٹ سے فراغت ہوئی تو ساری فوج لاہور کی طرف متوجہ ہوئی آدینہ بیگ خان لاہور کا کما حقہ انتظام کر کے مقام **چار محال** کی طرف بڑہا اور آفت ناگہانی کی طرح شہزادہ تیمور اور سردار جہان خان کے سر پر ٹوٹ پڑا۔ سردار جہان خان ایک بڑا ہی مدبر اور تجربہ کار شخص تہا اگرچہ اسکے ماتحت اس قدر فوج نہ تہی کہ مرہٹون کے مقابلہ مین تہوڑی

تھوڑی دیر بھی معرکہ جنگ قائم رکھ سکے لیکن تاہم اُسنے اپنی بے مثل تدبیر اور لاثانی شجاعت سے حملہ آور فوج کا مقابلہ کیا اور نہایت خونخواری اور سفاکی کے ساتہ کیا لیکن آخر کار جب کامیابی کی کوئی صورت ظہور مین نہ آئی تو سردار جہان خان نے مجبور ہوکر صرف اس خیال سے کہ ولایتی فوج نہایت قلیل ہے اور جدید فوج بالکل بھروسے کے قابل نہین مبادا شہزادہ تیمور کو فوج مخالف سے کوئی صدمہ پہنچے اور وہ حملہ آور لشکر کے ہاتہ مین گرفتار ہوجائے ٹھیک آدہی رات کے وقت ولایتی فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور غنیم کی فوج پر شب خون مارنے کے بہانہ سے شہزادہ کو ساتہ لیکر معہ ولایتی فوج روانہ ولایت ہوا اور دریائے سندہ کو عبور کرکے بہت جلد پشاور مین داخل ہوگیا سردار جہان خان کے یون خفیہ اور چپ چپاتے نکل جانے کی خبر جب غنیم کو پہنچی تو اُسنے اپنی تمام فوج کو درانی لشکر مین ڈالدیا اور ہندوستانی فوج کو نہایت بیرحمی اور سفاکی کے ساتہ دہڑا دہڑ قتل کرنا شروع کیا اکثر لوگ تو اس ہلچل اور بیخبری کی حالت مین قتل کئے گئے اور بقیۃ السیف غنیم کی فوج کے ہاتہ مین گرفتار ہوئے متعصب اور جفا انگیز سکہون نے مسلمانون کو بڑی ذلت وخواری کے ساتہ قید مین رکھا اور امرت سر کے اُس تالاب کو جسے احمد شاہ درانی نے خس و خاشاک سے پاٹ دیا تہا نہایت ظلم و تعدی کے ساتہ از سر نو صاف کرایا اور مسلمانون کو تکلیفین پہنچانے اور ایذا دینے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اس فتح نمایان کے بعد آدینہ بیگ خان اور چند سرداران مرہٹہ دریائے اٹک کے کنارے پہنچے اور دتا پٹیل کو جو مرہٹون مین ایک نہایت جری اور بہادر سردار مشہور تہا فوج کے ایک بڑے خونخوار دستے کے ساتہ دریا کے کنارہ پر اسلئے تعینات کیا کہ ولایتی فوج کو دریا سے اس طرف کو عبور نہ کرنے دے اور اُدہر کا کوئی شخص ملک پنجاب اور ہندوستان مین قدم نہ رکھ سکے ۔

آدینہ بیگ خان جب اِس انتظام سے فارغ ہوا اور اپنے خیال مین فوج افاغنہ کے آمد و شد کا رستہ بند کرچکا تو باقی سرداران مرہٹہ کو ساتہ لیکر مقام سرہند مین آدھمکا اور کچہ دن یہان توقف کرکے سرہند کی حکومت صدیق بیگ خان کے حوالہ کی اور خود ملک دوآبہ کی طرف مراجعت کی ادہر سرداران مرہٹہ مور و ملخ کی طرح ہندوستان کی طرف جہپٹے اور نواب نجیب الدولہ کا محاصرہ کیا۔ ہندوستان کے ہر طبقے اور ہر حصے مین ایک شورش عظیم برپا کی اور بہت سے مظلوم اور جفاکش مسلمانون کی گردنین سکہون کی عالم آشوب تلوارون سے کہیرا لکڑی کی طرح کٹ گئین۔

احمد شاہ درانی کا چوتھی مرتبہ سرکش سکھون کی تادیب و تنبیہ کی لئے نہایت خونخوار اور جرار فوج کیساتھ ہندوستان مین آنا

جب احمد شاہ درانی نے سردار جہان خان کے فرار ہونے اور شہزادہ تیمور کے لاہور سے واپس آنے کی خبر سنی اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم کیا کہ سرداران مرہٹہ بے شمار افواج کے ساتھ دار الخلافہ دہلی پر حملہ آور ہوئے ہین اور نجیب الدولہ کا ایک عرصہ سے محاصرہ کئے ہوئے ہین تو اُسکے تن بدن مین غصہ کی آگ بھڑک گئی اور نہایت عجلت کے ساتھ افغانیون کا ایک خونخوار لشکر ساتھ لیکر ہندوستان کی طرف بڑھا اور آندھی مینہ کی طرح لاہور کی طرف جھپٹا مرہٹون نے احمد شاہ کی آمد آمد کی خبر پا کر دریائے اٹک اور ملک پنجاب کے مورچون کو چھوڑ دیا اور اپنے سردار دتا پٹیل کی ہمراہی مین روانہ شاہجہان آباد ہوئے اتفاقاً انہین دنون مین آدینہ بیگ خان وفات پا چکا تھا اور نجیب الدولہ مرہٹون کے ساتھ جنگ مین سرگرم تھا اگرچہ نجیب الدولہ کے پاس زیادہ جمعیت نہ تھی مگر پھر بھی اُسنے صرف اپنی بیمثال جرأت سے عرصہ دراز تک معرکہ جنگ و جدال گرم رکھا اور مخالفون کے مقابلہ سے ذرا منہ نہ موڑا۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ افواج مرہٹہ باوجود اپنے کثیر التعداد اور جنگی ساز و سامان مہیا ہونے کے نجیب الدولہ پر جس کے ساتھ صرف مٹھی بھر آدمی تھے فتح یاب نہ ہو سکے یہان تک کہ عماد الملک نے عاجز آکر شجاع الدولہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ اگر تم یہان آکر ہمارے ساتھ شریک جنگ ہو اور ہماری امداد کرو تو ہم تم باہمی اتفاق سے ان افغانیون کو ہندوستان سے نکال باہر کرین اور پھر امور سلطنت کے انتظام کی طرف اتفاق رائے کے ساتھ مشغول ہون تو عماد الملک نے نواب شجاع الدولہ کو بایمضمون پیام دیا کہ مین نے احمد شاہ درانی کو قندھار سے اپنی مدد کے لئے بلایا ہی امید ہے کہ وہ آجکل ہی مین یہان پہنچ جائین لیکن جبتک شاہی لشکر نہ پہنچے مناسب ہی کہ آپ اسوقت مجھے مدد پہونچانے مین کوشش کیجئے کیونکہ جب شاہی لشکر آپہنچا تو مین اور آپ دونون بادشاہ کے سامنے قدر و وقعت کی نگاہ کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہین ورنہ مخالفت اور بغاوت کا جو کچھ نتیجہ ہونے والا ہے وہ آپ پر اظہر من الشمس ہے نواب شجاع الدولہ اصل مین ایک بڑا مدبر اور ہوشیار شخص تھا اُس نے دونون کے

خطوں سے فوراً اندازہ کرلیا کہ عماد الملک ایک مفسد اور بدطینت آدمی ہے کیونکہ یہی عماد الملک ایک مرتبہ جنگ باز خان افغان اور ہندوستان کی ایک جرار فوج کو نواب شجاع الدولہ کی ریاست پر چڑھا لایا تھا لیکن نواب ممدوح نے اُسوقت نہایت دانشمندی اور زیرکی کو کام مین لاکر حکمت عملی کے ساتہ اِس آفت ناگہانی کو اپنے سر سے ٹالدیا تہا یعنی علی محمد خان روہیلہ کے فرزند نواب سعد اللہ خان سے باہم میل جول پیدا کرکے آپس مین تبدیلِ دستار کی اور ساتہ ہی دیگر سرداران روہیلہ جیسے حافظ رحمت خان اور دوندیخان اور سردار خان بخشی اور فتح خان کو اپنے ساتہ متفق کرکے عماد الملک کے شر سے بچگیا اور جو فوج کہ اُسکی ریاست تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوئی تھی اُس سے امان پائی

الغرض عماد الملک کی فتنہ انگیزی اور شرارت سے محفوظ رہنے کے خیال سے نواب شجاع الدولہ کو نجیب الدولہ کی موافقت مستحسن معلوم ہوئی چنانچہ نواب مذکور عین اُسوقت مین جبکہ سکرتال مین طرفین سے آتش جنگ کے شعلے مشتعل ہورہے تھے اور معرکہ آرائی کی آگ بہڑک رہی تہی پہنچکر نجیب الدولہ کے لشکر مین شریک ہوا نجیب الدولہ نے نواب شجاع الدولہ کی امداد و اعانت سے مرہٹون کو فاش شکست دی اور دریائے گنگ عبور کرکے پرلی طرف جا پہنچا جب عماد الملک اور مرہٹون کو یہ خبر پہنچی کہ شجاع الدولہ نجیب الدولہ سے ملگیا ہی اور احمد شاہ دُرّانی لاہور تک آپہنچا ہے تو عماد الملک نجیب الدولہ کا تعاقب چھوڑکر شاہجہان آباد مین واپس چلا آیا اور نہایت عجلت کے ساتہ عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی کو جو ہندوستان کا تاجدار تہا اور قمر الدین خان وزیر حال کے فرزند انتظام الدولہ کو اسوجہ سے قتل کرا ڈالا کہ وہ شاہِ درّانی سے خط کتابت رکھتے تھے اور اسکی بغاوت و سرکشی کا اظہار بادشاہ کے حضور مین وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تہے زان بعد عماد الملک نے جنکو راؤ اور مرہٹون کی ایک جرار فوج اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کی اور سہارنپور سے ہوتا ہوا شاہ درّانی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا جب دریائے جمن عبور کرکے کنج پورہ کے متصل پہنچا تو دتا پٹیل مرہٹون کے سردار سے ملاقات ہوئی جو اٹک کا مورچہ چھوڑکر چلا آرہا تہا۔

مورخون کا بیان ہے کہ دتا پٹیل نے اپنا ساز و سامان سرہند کے صوبہ صدیق بیگ خان کی معرفت شاہجہان آباد کی طرف روانہ کردیا تہا اور نواب شجاع الدولہ بہادر سکرتال سے مراجعت کرکے صوبہ اودہ کی طرف چلا آرہا تہا جب شاہ درّانی کی فوج۔ افواج مرہٹہ کے مقابلہ مین آئی تو یہ لوگ درانی فوج

کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر شاہجہان آباد کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ ادھر احمد شاہ درانی اپنی ظفر موج فوج کو ہمراہ لئے ہوئے سہارنپور مین آدھمکا نجیب الدولہ بادشاہ کی آمد کی خبر سنکر سکرتال سے استقبال کے لئے روانہ ہوا اور بہت جلد بادشاہ کا شرف ملازمت حاصل کرکے خلعت فاخرہ اور اسپ تازی سے ممتاز و سرفراز ہوا چند روز کے بعد سرداران افاغنہ جیسے حافظ رحمت خان بہادر مع اپنے فرزندون عنایت خان و دوندیخان وغیرہ کے آستان بوسی کیلئے شاہی لشکر مین پہنچا اور وہان سے بادشاہ کے حکم کے مطابق شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مرہٹون نے پیشتر ہی سے شہر کے باہر دریائے جمن کے کنارہ مورچے طیار کر رکھے تھے اور جنگ کے ساز و سامان بہت کچھ مہیا کرکے آمادہ جنگ تھے۔ جون ہی یہ لوگ شاہجہان آباد مین پہنچے مرہٹون نے جنگ کی آگ بھڑکا دی اور طرفین کے بہادرون نے نہایت سرگرمی اور کوشش کے ساتھ لڑائی شروع کردی سرداران روہیلہ بے سروسامانی اور پیادہ پا ہونے کی وجہ سے اگرچہ سواران مرہٹہ کی زد و کوب سے تنگ آگئے تھے لیکن اپنے نام و ننگ کے پاس و لحاظ سے جنگ سے منہ نہ موڑتے تھے اور اسی بے سروسامانی کی حالت مین شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے شاہ درانی کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اسنے ان کی کمک کے لئے بہت سی پیادہ اور سوار فوج روانہ کی جنہون نے فوراً شہر کا محاصرہ کرکے زنبورکین مارنی شروع کین ادہر سے ایک جرار اور صف شکن فوج کا دستہ دریائے جمن کو عبور کرکے مرہٹون کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا اور بندوقون کے فیر کرتا ہوا آفت ناگہانی کی طرح باغی فوج پر ٹوٹ پڑا تقریباً نصف دن تک سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بہادرون کے خونون سے سارا جنگل سرخ ہوگیا دتا پٹیل اسی معرکہ مین قتل ہوا جسکا سر شاہ درانی کے حضور مین فوراً بھیجا گیا جنکو راؤ جو شجاعت و بہادری مین بے نظیر مشہور تھا سخت زخمی ہوا اور ہزارون مرہٹے مقتول و زخمی ہوئے درانی فوج فتحیاب ہوئی اور لشکر افاغنہ مین ہر طرف مسرت و مبارکبادی اور کامیابی کے نقارے بجنے لگے۔

عماد الملک نے جب دیکھا کہ جنگ کی سب بنی بنائی تدبیرین خاک مین ملگئین اور تمام کوششین ضائع واکارت گئین تو وہ چند سردارون کو ساتھ لیکر دار الخلافہ دہلی سے نکلکر بھاگا اور سورج مل جاٹ کی پناہ مین جا داخل ہوا احمد شاہ درانی شاہجہان آباد مین داخل ہوا تو درانی فوج نے باشندگان دہلی پر ظلم و جفا کا ہاتھ دراز کیا اور زور و جبر سے لوگون کے مال غارت کئے بیان کیا جاتا ہے کہ کامل تین روز تک

دہلی مین یہ طوفان بے تمیزی کا حشر برپا رہا اور اہل شہر کا اثاث البیت اور ننگ و ناموس ابدالی قوم کے ہاتھ سے بہت کم محفوظ رہا چوتھے دن شاہی حکم سے تمام فوج مسلح ہوئی اور بادشاہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلکر ایک کھلے میدان مین جا خیمہ زن ہوئی۔

جس زمانہ مین ہندوستان کا تاجدار احمد شاہ عالمگیر ثانی عماد الملک کی سازش سے قتل کیا گیا تھا تو نواب نجیب الدولہ بہادر کی صلاح سے عالمگیر ثانی کا فرزند رشید جہان دار شاہ جو تخت نشین کر دیا گیا تھا جو غازی الدین خان کے شر و فساد کی وجہ سے آوارہ دشت غربت ہوکر صوبہ بہار اور بنگالہ کی جانب چلا گیا تھا اب نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کے اکثر حصون مین جہان دار شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا اور ہر طرف اُسکی حکومت کے جھنڈے گڑ گئے۔

احمد شاہ درانی جب مخالفون پر کامیاب ہوا تو جہان دار شاہ۔ شاہ درانی کی ملاقات کو نہایت شان و شوکت سے گیا۔ بادشاہ نے جہان دار شاہ پر بیحد شفقت و عنایت فرمائی اور تسلی و دلجوئی کر کے رخصت کیا۔

ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤن جیسے راجہ جیپور و مارواڑ وغیرہ نے شاہ درانی کے دہلی مین پہنچنے کی خبر سنکر نہایت وزنی اور بیش قیمت ہدیے اپنے وکیلون کی معرفت بادشاہ کی خدمت مین روانہ کئے۔ اور جوش وفاداری اور اطاعت کا اظہار کیا۔

احمد شاہ نے چند روز توقف کر کے سورج مل جاٹ کے ملک کی تسخیر کا ارادہ کیا اور درانی افواج کے جھنڈے کول کی جانب جو ثابت گڈھ کے نام سے زیادہ شہرت رکھتا تھا اُٹھ کھڑے ہوئے یہ ایک نہایت وسیع اور رفیع الشان قلعہ تھا جسکا نام سورج مل نے آرام گڈھ رکھا تھا اور اس کے ارد گرد ایک مختصر سا شہر آباد تھا درانی فوج جب ثابت گڈھ کے متصل پہنچی تو سورج مل قلعہ بند ہوگیا اور سولہ روز تک درانی فوج کو قلعہ کے محاصرہ مین سخت سخت تکلیفین اُٹھانی پڑین۔ انجام کار شاہ درانی کی بے مثل تدبیر سے قلعہ فتح ہوا اور درانی افواج بیدھڑک قلعہ مین گھس گئی یہان بھی بیشمار مال و اسباب سرکار شاہی کے ضبط مین آیا جو سورج مل جاٹ نے ایک مدت سے ذخیرہ کر رکھا تھا۔

حافظ رحمت خان عماد الملک اور سورج مل تک کے استدعا کی بموجب بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُنکے جرائم کی معافی کی درخواست کی چونکہ اس اثنا مین برسات کا موسم شروع ہوگیا تھا۔

سلئے شاہ درانی نے مصلحتاً عماد الملک اور سورج مل کی تقصیرین معاف کردین اور خود مع سرداران فاغنہ انوپ شہر مین فروکش ہوا اور موسم برسات کے گزرجانے تک اس زمین کو لشکر کی چھاونی قرار دی انہین ایام مین نواب شجاع الدولہ بہادر اور نواب احمد خان بنگش فرخ آباد کو چھوڑکر بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوئے اور نواب شجاع الدولہ نے اپنی خیرخواہی اور وفاداری کے صلہ مین فرزند خانی کا معزز خطاب دیا۔

مرہٹون کا بھاؤ اور دیگر سردارون کی سرکردگی مین احمد شاہ درّانی کے ساتھ جنگ کرنے کے قصد سے آنا

جب برسات کا موسم گذرلیا تو افواج دکن لڑائی کے تمام سازوسامان سے مہیا ہوکر اہل اسلام کو نیست ونابود کردینے اور انہین جڑپیڑ سے اکھیڑ دینے کی غرض سے طوفان خیز سیلاب کی طرح ہندوستان کی طرف بڑھی اور نہایت تیزی اور عجلت کے ساتھ شاہجہان آباد کے اطراف و نواح مین پہنچگئی اس فوج مین بڑے بڑے نامور اور مشہور سردار موجود تھے بھاؤ نامی سردار جو قوم مرہٹہ کا سپہ سالار اور جملہ سردارون کا سرتاج تسلیم کیا جاتا تھا اس فوج کا کمانڈرانچیف تھا اسکے علاوہ باجی راؤ کا فرزند وسواس راؤ جو تمام افواج مرہٹہ کا سردار اور گورنر تھا اور جھنکو راؤ۔ اور شمشیر بہادر وغیرہ بہادر سردار اس فوج کے افسر مقرر ہوکر آئے تھے ابراہیم خان کاردی بھی اس فوج مین شریک تھا جس کی ماتحتی مین بارہ خونخوار پلٹنین تھین اور ہر پلٹن مین ہزار دلیر و بہادر سپاہی مسلح موجود تھے۔ ابراہیم خان کاردی دراصل ایک بڑا ہی جری اور شجاع شخص تھا جس کی شجاعت وبہادری اور جرأت کی سارے ملک دکن مین دھوم مچی ہوئی تھی اور تمام مرہٹون مین اُس کی بے نظیر بہادری مسلم الثبوت تھی ان سردارون کے سوا دکن کے بیشتر زمیندار جو دلیری مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور اپنے عزیز خونون کا بہادینا ایک بہت ہی آسان سی بات سمجھتے تھے مرہٹون کے ساتھ ہولئے تھے اس دکنی فوج مین ایک ہزار پانسو قلعہ شکن توپین تھین جن کے گولہ انداز بیشتر اہل فرنگ تھے اور بارہ ہزار دلچلے تلوریئے اور چند ہزار پٹے باز جو شمشیر زنی مین پرلے درجہ کے مشاق تھے

موجود تھے اِن کے علاوہ انگنت اور بیشمار مسلح سوار لوہے مین سر سے پانون تک ڈوبے ہوئے ساتہ تھے خلاصہ یہ کہ اس فوج مین اس قدر سوار و پیادہ تھے جن کی تعداد حساب سے خارج تھی کسی آنکھ نے کبھی اس قدر لشکر کی جمعیت دیکھی تھی نہ کسی کی کان نے ایسے کثیر التعداد لشکر کا ذکر سنا تہا کوچ کے روز فوج اِس ساز و سامان سے آراستہ ہوکر نکلی تہی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ وحشم کے ہزارون تماشے دیکھہ چکے تھے حیرت زدہ رہگئے - جس وقت یہ مجمع کثیر اس شوکت وہیبت کے ساتہ دارالخلافہ دہلی کے قریب وارد ہوا - تو فتنہ انگیز اور مفسدہ پرداز نواب عماد الملک اور سورج مل جاٹ نے بہی اس کی رفاقت کی اور رہنما بنکر قلعہ دہلی کا محاصرہ کرلیا تقریباً بیس روز تک محاصرہ قائم رکھا اور اسمین نہایت سرگرمی کے ساتہ کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو قلعہ پر قبضہ کرلین مگر اُن کی یہ سب کوششین رائیگان گئین کیونکہ نواب محسن الملک یعقوب علی خان بہادر جو اسوقت یہان کا قلعہ دار تہا حراست قلعہ مین بڑی سرگرمی کے ساتہ مشغول تہا اور حملہ آور فوج کو تابڑ توڑ جواب دے رہا تہا -

یعقوب علیخان چند پشت سے شاہجہانپور مین سکونت رکہتا تہا جو دارالخلافہ دہلی سے مشرق کی جانب ڈیڑہ سو میل یا اس سے کچھ کم و بیش فاصلہ پر واقع ہے یہ شخص ابتدا مین حافظ الملک رحمت خان بہادر کی طرف سے سفارت کا منصب پاکر احمد شاہ دُرّانی کے وزیر شاہ ولی خان کے پاس گیا تہا اور جانبین کے سوال و جواب کا متکفل ہوکر دونون مین نہایت خوبی کے ساتہ صلح کی بنیاد ڈالی تہی وزیر السلطنت نے بلحاظ ہمقومی اس کے ساتہ یہ سلوک کیا کہ بادشاہ کی خدمت مین باریابی کا شرف حاصل کرایا اور بادشاہ سے سفارش کرکے دارالخلافہ دہلی کی قلعہ داری کے معزز عہدہ سے سرفراز کرادیا۔

بہرکیف چونکہ افواج مرہٹہ ہر طرح کے ساز و سامان سے طیار تہی اُسنے اپنی متواتر یورشون اور حملون سے یعقوب علیخان اور باشندگان قلعہ کو تنگ کردیا اگرچہ یعقوب علیخان مخالف فوج کے مقابلہ مین بالکل کمزور تہا مگر اُسکی ذاتی جوانمردی اور فطری شجاعت نے اس بات کی ہرگز اجازت نہین دی کہ غنیم کی بیشمار فوج کے مقابلہ سے مُنہ موڑ جائے لیکن جب اُس نے باشندگان قلعہ کی تکلیف محسوس کی تو شاہ درانی اور وزیر السلطنت نے شاہ ولی خان کی خدمت مین ساری کیفیت معروض کی اور حسب الارشاد شاہ درانی مصلحت وقت سمجھکر قلعہ کو دکھنیون کے حوالہ کردیا جب دکھنیون کا قلعہ پر قبضہ ہوگیا تو نواب عماد الملک اور سورج مل جاٹ کسی تقریب کی وجہ سے بھرت پور کی جانب چلے گئے اور

سرداران مرہٹہ نے قلعہ اور شہر کا اپنی مرضی کے موافق بندوبست کیا اپنے ہی لوگون مین سے ایک شخص کو قلعداری کے منصب پر مامور کیا اور جہان تہان مورچے باندہنے شروع کئے۔ بہاؤ اور دیگر سرداران مرہٹہ فرط غرور اور کثرت نخوت سے پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس لڑائی مین فتحیاب ہونے اور سرداران افاغنہ کے قتل کرنے اور مسلمانون کی بنیاد جڑ پیڑ سے اُکھیڑ دینے کے بعد ہم باتفاق رائے وسواس راؤ کو ہندوستان کا بادشاہ بنائین گے اور اس سنگین بت کو جو ہمارے ساتہ ہے دہلی کی جامع مسجد مین نصب کرکے اُسے قوم ہنود کا معبد قرار دین گے جہان سے اذان کی جگہ ہر وقت ناقوس کی آواز بلند ہوگی اور تکبیر کے آواز کے قائم مقام سنکہہ کی دل آویز اور مست کرنے والی صدائین ہر وقت نکلا کرین گی لیکن حق تعالی کو منظور تہا کہ اُن کے سارے منصوبین نقش برآب ہون اور تمام حشمت وشوکت دم بھر مین ٹوٹ جائے چنانچہ ایسا ہی ظہور مین آیا کہ کل سرداران دکن مع اپنی فوج حشم کے نیست ونابود کردئے گئے اور دہلی جیسا متبرک شہر اُنکی گندگی سے پاک صاف ہوگیا۔

الغرض سرداران دکن نے مع اپنی فوج اور سامان حرب کے دار الخلافہ دہلی سے کوچ کرکے کنجپورہ پر حملہ کیا اور بہت سے کشت وخون کے بعد وہان کے قلعہ کو اپنے قبض وتصرف مین لے آئے عبدالصمد خان محمدزئی اور میان قطب شاہ وغیرہ سردار۔ نجابت خان زمیندار اور رئیس کنجپورہ کی دغاورزی اور فریب دہی کی وجہ سے دکھنیون کے ہاتہون مین قید ہوئے اور نہایت بیرحمی اور سفاکی سے قتل کئے گئے کیونکہ جس وقت مرہٹون کی فوج کنجپورہ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئی ہے تو سردار مذکور نجابت خان کے دہوکے مین آکر قلعہ بند ہوگئے تھے لیکن آخرکار نجابت خان بہی دکنیون کی ہاتہ سے نہ بچ سکا اور طرح طرح کی سیاست اور ذلت وخواری کے ساتہ مارا گیا۔

جب سرداران درانیہ نے بادشاہ کے حضور مین خبر پہنچائی کہ افواج مرہٹہ نے کنجپورہ پر یورش کی اور وہان کے لوگون کو نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا تو بادشاہ نے نجیب الدولہ اور حافظ الملک اور علی محمد خان روہیلہ کے فرزند فیض اللہ خان کو مرہٹون کی سرکشی اور محسن کش قوم کی تادیب وتنبیہ کی غرض سے کنجپورہ کی جانب روانہ کیا اور ایک نہایت جرار وخونخوار فوج اِن کے نامزد کی۔

یہ مختصر مگر بہادر فوج جب بانپت کے متصل پہونچی تو اثناء راہ میں سرداران مذکور دکھنیوں کے ظلم سے اُنکے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل ہوئے بادشاہ کو خبر پہونچی تو وہ نہایت ہی مکدر اور متالم ہوا اور چاہا کہ اسیوقت بجلی کیطرح دریائے جمن سے عبور کرکے مرہٹوں کی سرکش اور نخوت شعار قوم پر ٹوٹ پڑے اور اُنکی اِس بیرحمی اور سفاکی کا مزہ چکھادے۔ مگر چونکہ بارش کا زمانہ قریب ہی گذرا تھا اسوجہ سے دریائے جمن نہایت طُغیانی پر تھا اور اسقدر کشتیاں بہم پہونچانی ناممکن تھیں جنکے ذریعہ سے ہندوستانی اور ولایتی افواج دریا کو باسانی عبور کرسکتی +

احمد شاہ درانی یہ چاہتا تھا کہ جس طرح بن پڑے کینہ ور اور مغرور مرہٹوں کو اُنکی اس کرتوت کی پاداش بہت جلد دینی چاہیئے اور اسیوجہ سے اُسنے اپنی فوج کے دریا سے عبور کرجانیکی بہت کچھ کوششیں کیں لیکن یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ اس موقع پر اوسکی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ اور کوئی تدبیر ایسی بن نہ پڑی کہ وہ اپنے مقصود پر جلد کامیاب ہوجاتا +

شاہ درانی کو جب اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑا تو وہ خود دریا کے کنارے آکھڑا ہوا اور اپنے ترکش سے ایک تیر نکال لیا کچھ قرآنی متبرک آتیں پڑھ کر اُسپر دم کیں اور دریا میں ڈالدیا بعدہٗ چار ہزار سواروں کے دستے کو جو اُسکے قریب ہی کھڑا ہوا تھا اور اپنے بادشاہ پر جان نثاری کو فخر سمجھتا تھا حکم فرمایا کہ بسم اللہ کہکر اپنے گھوڑے دریا میں ڈالدو اور پایاب ہوکر اُس پار بطور طلایہ جا کھڑے ہو مگر چونکہ حریف کی فوج بیحد و بے شمار ہے اور میں سنتا ہوں کہ کثرت کی وجہ سے پچیس کوس مربع میں پھیلی ہوئی ہے لہذا تم لوگ اپنی جگہہ سے ذرا بھی حرکت نکرنا بلکہ میرے ثانی حکم کے منتظر رہنا فوج کا یہ دستہ اپنی بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی گھوڑوں اور ہتھیاروں سمیت دریا میں کود پڑا اور نہایت آسانی و سہولت کے ساتھ آناً فاناً میں عبور کرگیا +

کہتے ہیں کہ دریا کا پانی ان لوگوں کے گھوڑوں کے زین تک نہیں پہونچا اور تمام دستہ صحیح و سلامت پانی کی سطح پر اسطرح چلا جسطرح لوگ زمین پر چلتے ہیں۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ چار ہزار سوار بسہولت پایاب ہوگئے تو اب اُسنے خدا پر توکل کرکے بے دھڑک تمام فوج کو حکم دے دیا کہ ہر ایک سوار ایک ایک پیادہ کو اپنے پیچھے سوار کرلے اور ساتھ ہی تھوڑا سا ضروری اسباب بھی لادلے بوجھل اور گراں اسباب ہاتھیوں پر لادلیا جائے اور بیخوف و خطر اس دریا کو عبور کیا جائے چنانچہ

افواج شاہی کے تمام سواروں نے ایسا ہی کیا اور دیکھتے دیکھتے تمام لشکر مع بادشاہ کے اُس پار جا پہونچا +

دُرانی اور دکھنی فوج کی جنگ کا آغاز

جب شاہی لشکر دریائے عمیق سے عبور کرکے اُس کنارے پہونچا تو رفع ماندگی اور درستی سامان کے لئے ایک دو روز قیام کرنا پڑا۔ ازاں بعد نہایت آہستگی کے ساتھ اپنی جگہہ سے جنبش کی اور سرائے سنبھالکے کے قریب ایک کھلے میدان میں بادشاہ نے نزول اجلال فرمایا ابھی فوج اپنے بار برداری کا سامان کھول ہی رہی تھی استنے میں خبر پہونچی کہ مرہٹوں کے پچیس ہزار خونخوار سوار سرائے کے اردگرد جمع ہوگئے ہیں اور اپنی پوری قوت کے ساتھ عنقریب حملہ کیا چاہتے ہیں۔ شاہ درانی فوراً مسلح ہوگیا اور ساتھ ہی فوج کو بھی مسلح ہونیکا حکم دے دیا شاہ پسند خاں جو ایک حسین الوجہ اور قوی الجثہ نوجوان شخص تھا اور جو اس سے پیشتر ہندوستان کی فتح کا فخر حاصل کرچکا تھا اسوقت بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا بادشاہ نے مضطربانہ آنکھہ اُٹھا کر دیکھا تو سب سے پیشتر اُسکی نظر اس نوجوان پر پڑی ارشاد ہوا کہ شاہ پسند خاں! آج اس سرکش اور متکبر قوم کی تنبیہ و تادیب کیخدمت تمھارے سپرد کیجاتی ہے تمھیں چاہیئے کہ آج اپنی جوش وفاداری اور فدائیت قوم کا پورا ثبوت دو اور جانثاری وجوانمردی کے جوہر اس میدان میں دکھاؤ۔ شاہ پسند خاں نے ادب کے قوانین اور بندگی کے مراسم و آئین ظاہر کرکے بادشاہ کے رکاب کو بوسہ دیا اور چار ہزار سفاک و خونخوار سواروں کو ساتھ لیکر روانہ ہوا چونکہ حریف کی فوج پہلے ہی سے آمادۂ جنگ تھی طرفین سے دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوگئیں اور نہایت کشش اور کوشش کیساتھ مقابلہ ہوا ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور بہادروں کے خون سے سنبھالکے کا سارا جنگل سرخ ہوگیا آخرکار فیصلۂ جنگ مرہٹوں کے خلاف ہوا جتنے نامور افسر تھے شاہ پسند خاں کے مقابلہ میں شکست کھائی یا عین معرکۂ جنگ میں لڑکر مارے گئے۔ شاہ پسند خاں کو چونکہ خاندانی شرافت و عزت کیساتھہ ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی نہایت آسانی کے ساتھہ نمایاں فتح حاصل ہوگئی اور جنگ کا یہ میدان اوسیکے ہاتھہ رہا +

مرہٹوں کے بھاگ جانے کے بعد شاہ پسند خاں نے مقتولوں کے سرتن سے جُدا کرکے ہر سوار کی فتراک میں دو دو تین تین سر باندھ دیئے اور بادشاہ کے حضور میں پیش کئے

بادشاہ نے اِس پہلی فتح کو فال نیک سمجھکر شاہ پسند خاں کو خلعت سے سرفراز فرمایا اور بہت کچھ تعریف و تحسین کے الفاظ اوسکی نسبت استعمال کئے۔ خان مذکور نے دست بستہ عرض کیا کہ قبلۂ عالم آج مجھے اِس قوم کی جنگ کا طریقہ اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے۔ اگر فضل آلہی اور اقبال شاہی شامل حال ہے تو اس ناہنجار قوم میں سے ایک متنفس بھی جان سلامت نہیں لیجاسکیگا اور اپنی کرتوت کی ہر شخص عنقریب سزا پالیگا +

مرہٹوں کے اِس ہزیمت کی خبر جب دکھنی سرداروں اور بھاؤ وغیرہ کو پہونچی تو اُنہوں نے بڑی عجلت کیساتھ کنج پورہ سے حرکت کی اور کرنال و پانی پت کے درمیان جو دہلی سے مغرب کی جانب تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اپنا پڑاؤ ڈالدیا۔ مرہٹوں کی فوج با وجودیکہ ان گنت اور بے شمار تھی مگر پھر بھی اُنپر افغانی لشکر کا اسقدر رُعب چھایا ہوا تھا کہ بڑے بڑے بہادر سرداروں کے دل اُن سے خوف زدہ ہوگئے تھے۔ سب نے اتفاق رائے سے لشکر کے اردگرد ایک نہایت گہری خندق کھودی اور اونچے اونچے دمدمے بناکر اُنپر جابجا توپیں لگادیں اور ہر طرف سے مضبوطی و استحکام کر کے منتظر وقت رہے +

شاہ درانی نے مصلحتاً اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور پُرانے خیمے اور ناکارے گھوڑے لاغر اور ضعیف خچر و بیل اسی جگہہ چھوڑکر مغرب کی جانب چند میل ہٹا لیگیا۔ یہ دیکھکر ہندوستانی اور دکھنی فوج باہم کہنے لگی کہ معلوم ہوتا ہے شاہ درانی ہمارے خونخوار لشکر کے مقابلہ سے منہ موڑ گیا اور وہ مرعوب ہوکر لڑائی سے کنارہ کش ہوا۔ یقین پڑتا ہے کہ اسیطرح آہستہ آہستہ اپنی ولایت کیطرف بھاگ جائیگا۔ ادھر جب مرہٹوں نے یہ خبر سنی کہ بادشاہ اپنا بہت سا اسباب اور گھوڑے چھوڑکر بھاگ گیا تو اُن لالچیوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور شاہی لشکر کی فرودگاہ کیطرف آندھی مینہ کیطرح جھپٹے۔ گھوڑے اور بیل جسقدر تھے سب اپنے قبضے میں کرلئے اور اسباب کی قسم میں سے جو ہاتھہ لگا اُسے غارت کر کے بخوشی و بجمعی روانہ ہوئے۔ سردار جہان خاں بہادر جو شاہی حکم کے بموجب اسی جنگل کے ایک گوشہ میں گھات لگائے بیٹھا تھا اور منتظر وقت تھا مرہٹوں کو اپنی زد میں آتے دیکھا تو آفت ناگہانی کیطرح ان پر ٹوٹ پڑا اور یہانتک قتل کیا کہ اُنمیں سے ایک شخص بھی جاں بر نہوسکا اتفاقاً اُسوقت نواب شجاع الدولہ بہادر جو اس راستہ سے گذر رہا تھا

ایک اور دفعہ کا واقعہ ہے کہ افغانی بہادر نواب عنایت خاں اور نجیب الدولہ کے ساتھ مرہٹوں کی فوج میں بیدھڑک گھس گئے اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے از سر نو تازہ ہوگئے نہایت حوصلہ مندی اور شجاعت کے ساتھ جنگ کرنی شروع کی اور بہت سے مرہٹوں کو قتل کرکے بیشمار مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ واپس آتے وقت انکے بازاروں اور گذرگاہوں میں خوب دف بجاتے اور افغانی لہجہ میں دلکش آوازسے گاتے ہوئے لوٹے یہ لوگ ہنوز اپنے مورچوں کے قریب نہ پہونچے تھے کہ دفعتاً چالیس ۴۰ پچاس ۵۰ ہزار دکھنی سوار کمین گاہ سے باہر کود پڑے اور سب کو اپنے محاصرہ میں کرلیا۔ تلواروں اور تیروں کی بوچھاڑ پڑنے لگی اور افغانی بہادروں کی گردنیں کھیرے ککڑی کی طرح بید ریغ اُڑنے لگیں اب افغانیوں کو سخت مشکل کا سامنا تھا اور لڑائی کا یہی حصہ سب سے زیادہ نازک اور خطرناک تھا ہرچند افغانیوں نے نہایت سرگرمی اور مستعدی کیساتھ کوشش کی اور جنگ کے فراز و نشیب کو خوب غور سے دیکھا مگر حریف کی کثرت افواج نے تمام تدبیروں کو شکست دیدی اور سخت جانفشانی کے بعد بھی کچھ کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ کسی پہلو سے ایک شخص کو بھی امید زیست نہ رہی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ چند اتفاقی واقعات ظہور میں اگر اسوقت مساعدت نہ کی ہوتی تو نواب عنایت خاں اور نجیب الدولہ کے تمام لشکر کا خاتمہ ہی ہوچکا تھا۔ اس معرکہ میں چھ ہزار افغانی جو نواب نجیب الدولہ کے ملازم خاص اور رہاں نثار تھے کام میں آئے اور پانسو پیادے زخموں سے چور چور ہوکر بیٹھے تھے اسپر بھی جو لوگ قتل سے بچے اُسیطرح دف بجاتے اور رقص کرتے ہوئے مرہٹوں کے لشکر گاہ سے باہر نکلے نواب شجاع الدولہ کا مورچہ نجیب الدولہ کے مورچہ کے قریب ہی تھا اُسنے جب ان زخمیوں کو اسطرح دف بجاتے اور رقص کرتے دیکھا تو نہایت متعجب ہوا اور حیرت آمیز لہجہ میں کہا کہ ان جوانوں کی جرأت اور بہادری پر نہ صرف ایک آفریں بلکہ صد آفریں ہے +

حافظ الملک اسوجہ سے کہ مرض سرسام میں مبتلا ہوگیا تھا ان معرکوں میں شریک نہ ہوسکا تھا مگر نواب عنایت خاں ایک کثیر فوج کے ساتھ بادشاہ کے ہمرکاب تھا اور ان لڑائیوں میں وہ نمایاں اور حیرت انگیز کام کرتا تھا جس سے اُسکی بہادری اور شجاعت کے ذاتی جوہر ہر ہنگامے میں ظاہر ہوتے تھے افغانی افسروں کے علاوہ اکثر ہندوستانی سرداروں نے بھی ان محاربات میں وہ دلیریاں ظاہر کی ہیں جنسے تاریخی صفحات ابتک روشن اور چمکیلے نظر آتے ہیں کہتے ہیں کہ احمد شاہ ابدالی کے

باوجود بے سروسامانی اور قلیل فوج کے اس ثابت قدمی اور دلیری سے مرہٹوں کا مقابلہ کیا جسے زمانہ آجتک بھولا نہیں ہے اور مدتوں تک نہ بھولیگا۔ مرہٹوں کی فوج اور جنگ کے ساز وسامان اگرچہ اس کثرت سے تھے کہ دیکھنے والوں کو کبھی خیال بھی نہ ہوسکتا تھا کہ احمد شاہ درانی ان پر فتحیاب ہوجائیگا لیکن اسے درانی کی خوش قسمتی اور اقبال مندی نیز فضل ایزدی کہنا چاہیئے کہ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں اسقدر جنگجو اور خونخوار قوم پر فتح پاگیا دس ہزار مرہٹوں اور بہت سے سرداروں کو مختلف معرکوں میں خوردۂ تیغ کیا اور سارے ہندوستان میں اپنی فتح نمایاں کے عالیشان جھنڈے گاڑ دیئے

دکھنی افواج کی شکست اور بھاؤ کا قتل

یہ ہنگامے اور معرکہ آرائیاں جو مرہٹوں اور افغانیوں میں ہو رہی تھیں اب انکو پانچ مہینے کا عرصہ گذر گیا اس اثنا میں بہت سے مرہٹے اور اُنکے سردار افغانی تلواروں سے خون میں نہائے اور بعض موقعوں پر ہندوستانی اور افغانی لشکروں کے بھی کچھ آدمی کام میں آئے جنگ کی مسلسل اور طول طویل لین ڈوری آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور اسکے خاتمہ کے آثار بالکل نظر نہ آتے تھے آخر کار درانی فوج نے یہ تدبیر سوچی کہ جبتک رسد کا سلسلہ مرہٹوں سے بند نہ کیا جائیگا یہ متمرد اور سرکش لوگ کبھی اپنی بانی سے باز نہ آئینگے چنانچہ ان لوگوں نے بڑی کوشش کیساتھ ان رستوں کو بالکل بند کر دیا جن سے مرہٹوں کی فوج میں غلہ اور دانا چارہ ہر چہار طرف سے چلا آتا تھا اسوجہ سے مرہٹوں کے لشکر میں غلے کا قحط پڑا اور اسکی یہاں تک نوبت پہونچی کہ وہ لوگ حیوانات کی ہڈیاں چکی میں پیس پیسکر کہانے لگے۔ اُنکے گھوڑے گھاس اور دانہ کی نایابی کیوجہ سے لاغر وضعیف ہوکر لڑائی کے کام سے گئے گذرے ہوگئے۔ جب مرہٹوں کی یہ کیفیت ہوئی تو تنگ ہوکر میدان میں آئے اور بڑے جوش وخروش سے آئے دونوں طرف کی فوجیں صف آرا ہوئیں اور ایک عظیم الشان اور قیامت خیز ہنگامہ برپا ہوا اس معرکہ میں مرہٹوں نے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ اپنا انتقام لینے میں کوشش کی اور سینہ سپر ہوکر افغانیوں کو کلہ بہ کلہ جواب دیتے رہے نواب عنایت خاں نے اپنی فوج کیساتھ نہایت برہمی اور خوفناکی سے سخت حملہ کیا اور خوب ہی تیغ کے جوہر دکھائے مگر آخر کار مرہٹوں کی کثرت افواج کے سبب سے محصور ہوگیا۔ شاہ درانی کو یہ خبر

پہونچی تو اسنے فوراً عنایت خاں کی کمک کیلیے حاجی عطائی خاں کو روانہ کیا اسنے سواروں کے ایک ہزار دستے کیساتھ مرہٹوں پر حملہ کیا مگر خوبی قسمت سے دفعۃً حریف کے لشکر میں سے ایک گولہ حاجی عطائی خاں کے عین سر پر پڑا بس سے وہ جاں بر نہو سکا شاہ درانی نے حاجی عطائی خاں کے مقتول ہونیکے بعد ہزار صف شکن سواروں کا ایک دستہ ایک افغانی افسر کی سرگردگی میں روانہ کیا اور حکم فرمایا کہ نہایت تیزی و عجلت کیساتھ حریف پر حملہ کیا جائے ابھی یہ فوج کا دستہ نظر سے اوجھل نہ ہوا تھا کہ ایک دوسرے مشہور افسر کو مع ایک ہزار سواروں کے حملہ کرنیکا حکم دیا غرض کہ اسیطرح فوج کے چند دستے یکے بعد دیگرے روانہ کیئے گئے اور سب کو متواتر حملہ کردینے کا حکم دیا گیا فوج کے پہلے دستے نے اوسطرف رخ کیا جدھر بسواس راؤ اور بہاؤ راؤ وغیرہ تین سو سردار مہیب اور مست ہاتھیوں پر سوار ہوئے جنگ کا نظارہ کر رہے تھے جونہیں یہ دستہ قریب پہونچا سب نے یکبارگی بندوقوں کے فیر کرنے شروع کئے ابھی یہ دستہ فیر کرنے سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ فی الفور دوسرا دستہ انکی جگہ آموجود ہوا اور اسنے بھی دفعۃً گولیوں کا مینہہ برسایا و علی ہذا القیاس تیسرا دستہ بڑی تیزی کیساتھ پہونچا اور اسنے بھی بڑی چستی اور چالاکی کیساتھ بندوقوں کے فیر کیئے اس یورش میں بہت سے سرداران مرہٹہ خاصکر بسواس راؤ اور بہاؤ راؤ گولیوں کے زخموں سے مجروح ہوکر عالم عدم میں روانہ ہوئے اور تین سو مست ہاتھیوں نے زخموں سے چور ہوکر اور بندوقوں کے فیروں کی مہیب اور دہشتناک آوازوں سے خوف زدہ ہوکر الٹے اپنے ہی لشکر کیطرف رخ کیا۔ اور بہت سے پیادوں کو پیروں سے روندتے اور کچلتے ہوئے بھاگے چلے گئے ٭

جب یہ فوج کے یہ تینوں دستے بندوقیں خالی کرچکے تو یک لخت سب نے تلواریں کھینچ لیں منہ در مرہٹوں کو قتل کرنا شروع کیا دکھنی فوج نے فاش شکست کھائی اور باوصف لشکر کثیر اور وافر سازوسامان کے راہ فرار اختیار کی ہندوستانی بہادروں نے دور تک انکا تعاقب کیا اور سخت خونریزی کے بعد فتحیاب ہوکر واپس آئے الغرض اس جنگ میں دکھنیوں کی اسقدر خونریزی ظہور میں آئی کہ کبھی کسی نے ایسی خونریزی دیکھی نہ سنی ہوگی۔ مقتولین کی لاشیں پچاس پچاس میل تک پڑی ہوئی مغرور اور متکبر لوگوں کو اپنے حال زار کیطرف متوجہ کرتیں اور زبان حال سے کہتی تھیں کہ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جسقدر دکھنی افسر اس معرکہ میں شریک تھے ان میں سے ایک نے بھی

مورخین کا بیان ہے کہ اسی معرکہ میں جب مرہٹے میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوئے تو دلائتیوں نے ہر طرف سے انکا تعاقب کیا اور جہاں کہیں بھی کوئی دستیاب ہُوا فوراً اُسے قتل مار دیا گیا ابراہیم خان گاردی دست و پا بجولاں کر کے حضور شاہی میں لایا گیا جسے بادشاہ نے ایک نہایت قہر آلود اور غضبناک نظر سے دیکھا۔ نواب شجاع الدولہ نے ہر چند بادشاہ سے اُس کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن اُس کی التجا نے قبولیت کا درجہ نہ پایا بلکہ حضور شاہی سے اُس کی نسبت قتل کا حکم صادر ہُوا کیونکہ اس مفسد اور فتنہ انگیز کو اس سے پیشتر رحم دل اور قدر شناس بادشاہ نے کئی مرتبہ اپنی رفاقت کا پیغام دیا مگر اُس کی بغاوت انگیز اور حیلہ جو طبیعت نے بادشاہ کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرنے دیا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ نہایت ذلت کی حالت میں قتل کیا گیا۔

الغرض اس لڑائی میں جس قدر غنیمت سرکار شاہی کی ضبطی میں آئی اُس کا ٹھیک اندازہ بہت مشکل سے ہو سکتا ہے۔ مرہٹوں کے شکست کے بعد افواج شاہی میں فتح و نصرت کے نقارے بڑی دھوم دھام سے بجنے لگے اور سنبھالک کے وسیع میدانوں میں کامیابی کے عالیشان جھنڈے نہایت زور و شور سے ہوا میں فراٹے بھرنے لگے بادشاہ نے اس فتح کی خوشی میں ایک عظیم الشان دربار کیا اور تمام فوجی افسروں کو اُن کے قدر و منزلت کے لائق مناصب و عہدے عنایت کئے بڑے بڑے سردار خصوصیت کے ساتھ گراں بہا خلعتوں سے ممتاز ہوئے اور ہمدردان قوم کی گودیاں مال و زر سے بھر دی گئیں۔ حافظ الملک کے فرزند رشید عنایت خاں بہادر کی تعریف بادشاہ نے نہایت وزنی اور پر فخر لفظوں میں کی اور بھرے دربار میں اس کی طرف روئے سخن کر کے یوں فرمایا کہ عنایت خاں! یہ عظیم الشان فتح تمہیں مبارک ہو اور تم پر نیز تمہارے والد بزرگوار پر خدا کی رحمت جنہوں نے اسلامی خدمت میں وہ کارنمایاں کئے جو ایک عرصہ تک تاریخی صفحوں پر سنہری حرفوں میں چمکتے نظر آئینگے۔ یہ کہکر بادشاہ تخت پر کھڑا ہو گیا اور کسی قدر بلند آواز سے فرمایا کہ عنایت خاں! آج بفضل خدا ہندوستان کا ملک دہلی سے بنگالے اور دکھن تک تمہارے لئے خالی ہے میں نے خدا کی مدد سے اُس سرزمین کو دشمنوں کی نجاست سے بالکل پاک صاف کر دیا اور آئے دن کے ہنگاموں اور خرخشوں سے تمہیں فارغ البال کر دیا اب تم دلجمعی اور آسائش کے ساتھ ہندوستان میں حکمرانی کرو اور ما بدولت کو ہمیشہ دعائے خیر میں

مشغول رہو۔ شجاع الدولہ بہادر جو تمہاری قوم اور تمہارے قبیلے میں سے نہیں ہے اُسے میں اپنے ہمراہ لئے جاتا ہوں اور ایک وسیع ملک جو اُس کے ملک سے بہت زیادہ زرخیز اور معمور ہے اُس کے نامزد کرتا ہوں بادشاہ یہ تقریر کر رہا تھا اور تمام سردار نہایت خاموشی کے ساتھ سر نیچے ڈالے سن رہے تھے جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو حافظ الملک نے کھڑے ہو کر نہایت ادب سے عرض کیا کہ جہاں پناہ! ہم میں اور نواب شجاع الدولہ میں کسی طرح کی مغایرت نہیں ہے انہوں نے اکثر خطرناک موقعوں پر ہمیں مدد دی ہے اور بہت سے نازک مقاموں پر ہماری کمک کو پہنچے ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ ان کا ہم پر اس قدر گرانبار احسان ہے جس سے ہمارا سر نہیں اُٹھ سکتا اگرچہ حضرت قبلہ عالم نواب صاحب کو اپنے ساتھ لیجا کر سرفراز فرمانا چاہتے ہیں اور یہ عزت افزائی اُن کے نیز ہمارے لئے بڑی خوش قسمتی کی باعث ہے۔ لیکن ہندوستانی لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملجائیگا کہ آخر قوم افاغنہ نے باہم اتفاق کر لیا اور ایک شخص کو جو ہندوستان میں باقی رہگیا تھا اُسے بھی دیکھ نہ سکے اور وطن سے نکال باہر کر دیا بہر صورت نواب شجاع الدولہ کا یہاں سے جانا ہمارے حق میں بہتر نہیں معلوم ہوتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں نواب شجاع الدولہ سے کسی طرح کی خصومت نہیں ہے اور وہ بھی تم سے نہایت خوش ہیں لیکن تمہارے حق میں بہتر یہی تھا جو اس وقت بیان کیا گیا خیر اگر تم میری رائے کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنتے اور نظر قبول سے نہیں دیکھتے تو میں بھی تمہیں مجبور نہیں کرتا لیکن یہ یاد رہے کہ ایک دن اس کا نتیجہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے +

شاہ درانی یہ کہکر تخت پر بیٹھ گیا اور سرداران ہند کو مال و دولت سے مالا مال کر کے رخصت کیا ازاں بعد اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا اور متوجہ ولایت ہوا چلتے وقت سرہند کی صوبہ داری زین خاں مہمند کو عطا فرمائی اور کوچ بہ کوچ داخل قندھار ہوا۔

احمد شاہ درانی کا پانچویں دفعہ قصبہ جنڈالہ واقع پنجاب کے باشندوں کی امداد کے لئے ہندوستان کی طرف متوجہ ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن احمد شاہ درانی قندھار میں خواب استراحت میں تھا دفعۃً آدھی

رات کے وقت سوتے سوتے چونک پڑا اور بیدار ہوکر نہایت مضطربانہ حالت میں باہر آیا اور بغیر کسی کو اطلاع کئے ہوئے فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر تین سَو سوار اور چند خاص خاص غلاموں کو جو اُس وقت حرم کے دروازہ پر موجود تھے ہمراہ لیکر نکل کھڑا ہُوا اور سیدھا ہندوستان کی طرف رخ کیا روانگی کے وقت ایک غلام کو اشارہ کیا کہ اشرف الوزرا شاہ ولی خاں بہادر کو جلد جاکر اطلاع دے کہ میں غزا کی نیت سے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تمہیں چاہئے کہ نہایت عجلت کیساتھ مجھ تک اپنے تئیں پہنچاؤ وزیر اس خبر کے سنتے ہی حیرت زدہ ہوگیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ یا اللہ ایسا کونسا پرخطر اور خوفناک حادثہ بادشاہ کو پیش آیا کہ وہ میری صلاح ومشورہ بغیر اس بے سرو سامانی کے ساتھ متوجہ ہندوستان ہُوا مگر چونکہ وزیر السلطنت نہایت ذی شعور اور صاحب تدبیر تھا فوراً پچاس ساٹھ فرمان بایں مضمون لکھوا کر مختلف صوبوں اور جاگیرداروں کے پاس روانہ کئے کہ مابدولت جہاد کے ارادہ سے ہندوستان کے جانب تشریف فرما ہوئے ہیں مناسب ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ہر ایک حکمران اور صوبہ دار بہت جلد یلغار کرتا ہُوا حضور شہنشاہی میں حاضر ہو اِدھر تو یہ فرمان جاری ہوئے اُدھر وزیر السلطنت نے تمام ولایتی افواج کو مسلح ہونے اور کوچ پر آمادہ ہونے کا حکم دیا اس وقت جسقدر فوج خاص قندھار اور اطراف قندھار میں موجود تھی سب آن کی آن میں مسلح ہوکر آموجود ہوئی اور وزیر نہایت تزک واحتشام کے ساتھ بادشاہ کے عقب میں روانہ ہُوا +

شاہ درانی قندھار سے روانہ ہوکر کوچ بہ کوچ دریائے سندھ پر پہنچا اور جہلم و چناب اور راوی کو عبور کرکے نواح لاہور میں جلوہ آرا ہُوا۔ اس وقت اس کی رکاب دولت میں دس بارہ سواروں سے زیادہ نہ تھے جس وقت اُس نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ دریائے راوی کو عبور کیا ہے تو ایک مسلمان شخص سے جو وہاں کا باشندہ تھا ملا اور پوچھا کہ سکھوں کی فوج کس مقام پر قیام پذیر ہے اور وہ موقع یہاں سے کتنے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس نے بیان کیا کہ سرکش سکھ تمام پنجاب سے سمٹ سمٹا کر قلعہ جنڈیالہ کے نیچے پڑے ہوئے ہیں جو امرتسر سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے میرے خیال میں اُن کی تعداد پیادوں کے علاوہ ستر اسی ہزار سے کسی طرح کم نہیں ہے جن میں بہت سے نامی اور مشہور افسر موجود ہیں مجھے

یہ بھی تحقیق ہوا ہے کہ اُنھوں نے عرصہ پندرہ روز سے قلعہ کا محاصرہ کرلیا ہے اور محصورین انکے
ہاتھوں سے تنگ آ گئے ہیں قلعہ کا محاصرہ صرف اس بنا پر کیا گیا ہے کہ وہاں کے باشندے مسلمان ہیں
اور نماز کے لئے بآواز بلند اذان دیتے ہیں ان میں سے کچھ لوگوں نے سرکش سکھوں کے بیرحم
ہاتھوں سے جام شہادت نوش کیا اور مظلومانہ جان دی اور اکثر لوگ قلعہ میں محصور ہو گئے ہیں +

بادشاہ اس خبر کے سنتے ہی سیدھا چنڈالہ کی طرف روانہ ہوا اور آندھی مینہ کی طرح سکھوں
کے سروں پر آموجود ہوا شاہی موکب کے ورود کی خبر جب سکھوں کو پہنچی تو اُنھوں نے یک بارگی
محاصرہ اٹھالیا اور بے سروسامان ہوکر راہ فرار اختیار کی نانک شاہی فقیروں نے جب دیکھا کہ سکھوں
نے یکایک محاصرہ اُٹھالیا تو انھوں نے باہم کہا کہ سکھوں کا بغیر اس کے کہ فوج غنیم ان پر حملہ آور ہو
یا کوئی ناگہانی ہنگامہ برپا ہو یوں پریشان ہوکر بھاگنا کوئی وجہ ضرور رکھتا ہے ممکن ہے کہ اُنھوں
نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے ایسا کیا ہو اور سوچا ہو کہ جب ہم یہاں سے چلے
جائینگے تو محصورین غافل ہوکر قلعہ کا دروازہ کھول دینگے اور ہم دفعتہً حملہ آور ہوکر ان کا کام تمام
کردینگے یا کوئی اور وجہ ہو بہر صورت اس کی ٹوہ ضرور لگانی چاہیے چنانچہ اُنھوں نے چند جاسوسوں
کو اس امر کی تحقیق کے لئے ہر چہار طرف روانہ کیا اور آخر کار اُنھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ
سکھوں کا حال بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں گئے اور کدھر غائب ہو گئے قلعہ کی چاروں طرف دور
دور اُن کا نشان نہیں لگتا لیکن یہ بات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں کہ یہاں سے دو میل
کے فاصلہ پر ایک شخص قبلہ رُخ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور دو شخص جو قیاس سے اُس کے
خادم معلوم ہوتے ہیں بانات کی چادر سے اُس پر سایہ کئے کھڑے ہیں وہ شخص جو قبلہ رُخ بیٹھا
ہوا ہے اپنے سر پر چار چینے کا باشان وشوکت تاج رکھتا ہے جس کے پر ہوا سے لحظہ بلحظہ حرکت
کرتے ہیں اُن دو شخصوں کے علاوہ جو اس کے سر پر سایہ کئے کھڑے ہیں اور دس بارہ آدمی اُس تاجدار
کے سامنے نہایت ادب سے سر جھکائے کھڑے ہیں اتفاقات حسنہ سے یہ خبر چنڈالہ کے سردار کو
بھی پہنچی اُس نے فوراً معلوم کرلیا کہ ہو نہ ہو وہ شخص شاہ درانی ہو جو ہماری مدد کے لئے تشریف فرما
ہوا ہے کیونکہ یہ تمام علامتیں ہو بہو اُسی کی بیان کی جاتی ہیں چنانچہ سردار مذکور اپنی قوم کو ساتھ
لیکر قلعہ سے باہر نکلا اور جیسا کہ زمینداروں کا قاعدہ ہے بہت سے نذر و نیاز ساتھ لیکر حاضر

خدمت بادشاہی ہوا دیکھا تو فی الحقیقت شاہ درانی ہی ہے دو سو سواروں کے قریب جو سردار چیندا الہ کے ساتھ تھے سب گھوڑوں سے اتر پڑے اور پیادہ پا ہو کر حاضر خدمت ہوئے اس وقت بادشاہ تکیہ لگائے نہایت وقار اور جاہ و جلال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اہل قلعہ نے نہایت عاجزی و ادب کے ساتھ سلام کیا اور ساتھ ہی جو گراں بہا تحائف اور بیش قیمت ہدیئے ساتھ لائے تھے پیشکش کئے اور اپنے شہر کے رسم و دستور کے مطابق بادشاہ کے گرد طوائف کر کے عرض کیا کہ قبلہ عالم کی رونق فرمائی سے پیشتر اُنیس ۱۹۰۰۰ ہزار سکھ ہمارا محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن حضور کے قدم مبارک کی برکت اور ہیبت و رعب کی وجہ سے خود بخود محاصر اُٹھا کر بھاگ گئے لیکن ہمیں امید ہے کہ ابھی وہ کچھ زیادہ دور نہیں گئے ہیں صلاح دولت اس میں معلوم ہوتی ہے کہ اُردوئے معلے قلعہ کے قریب جلوہ فرما ہو بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اُسی جگہ قیام کرونگا بفضل الٰہی کوئی خوف و اندیشہ کی جگہ نہیں ہے اہل قلعہ ابھی حضور شاہی میں موجود تھے کہ افواج شاہی دور سے نمودار ہوئی صف شکن غلاموں اور شجاعت پناہ سواروں کے دستے یکے بعد دیگرے یلغار کرتے ہوئے چلے آتے ہیں شام کے قریب وزیر السلطنت شاہ ولی خان داخل اردوے معلے ہوا رات تک تین ہزار سوار جمع ہو گئے اور خیمہ سلطانی اُسی مقام پر نصب کیا گیا صبح ہوئی تو چھ ہزار سوار جنہیں ہندوستان کی فتح کا فخر حاصل تھا حضور سلطانی میں موجود تھے سکھوں کی خبر تحقیق کرنے کے لئے جاسوس مقرر ہوئے اسوقت شاہ ولی خان نے عرض کیا کہ حضور کا اس جلدی اور بے سر و سامانی کے ساتھ ملک غنیم میں تشریف لانا مصلحت سے خالی نہیں ہے مجھے معلوم ہے اور یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور مرکوز ہے اور گو فدوی اس امر کا استکشاف خلاف ادب شاہی سمجھتا ہے لیکن آرزو یہ ہے کہ اُس کا کچھ شمہ حضور زبان مبارک سے بیان کریں تاکہ جو تردد اور خلجان میرے دل میں ہے رفع ہو جائے +

بادشاہ نے فرمایا کہ شاہ ولی خان! سنو جس شب کو میں نے قندھار سے اس طرف رخ کیا ہے اُسی رات گذری تھی کہ خواب میں محبوب سبحانی کی زیارت اور جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال با کمال کے شرف لقا سے مشرف ہوا آنحضرت نے کمال شفقت و مہربانی سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ احمد درانی ہم نے تجھے اپنے لئے منتخب کر لیا ہے اب تو بستر راحت سے اُٹھ اور فوراً پنجاب کی

جانب روانہ ہو جا کیونکہ قصبہ جنڈالہ کا ایک مطیع الاسلام گروہ کفار کے محاصرہ میں آیا ہوا ہے۔ سرکش اور مغرور سکھوں نے کئی روز سے غریب مسلمانو کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ تنگ ہو کر جفا کار سکھوں کی خون آشام تلواروں کے آگے گردنیں جھکانے پر آمادہ ہیں"۔

جوں ہی جناب نبی اکرم کی زبان مبارک سے میں نے یہ الفاظ سنے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چونکہ ایک لمحہ کا توقف بھی جائز نہ رکھتا تھا لشکر کے جمع کرنے اور مال و خزانہ کے فراہم کرنے کا انتظار نہ کر کے متوکلاً علے اللہ تن تنہا ادھر روانہ ہو گیا چلتے وقت تمہیں کہہ آیا کہ فوج و خزانہ ساتھ لیکر پنجاب کی طرف چلے آؤ۔ یہ وہ رمز تھی جبکی وجہ سے میں آدھی رات کو اس بے سرو سامانی کی حالت میں قندھار سے نکلکر ادھر آیا +

الغرض بادشاہ درانی اور اُس کے جانباز لشکر نے دو تین روز تک قصبہ جنڈالہ میں قیام کیا اتنے میں جاسوسوں نے خبر دی کہ بدقسمت سکھ یہاں سے بھاگ کر موضع کوپ میں قیام پذیر ہیں اور زین خاں مہمند صوبہ دار سرہند اور بھیکن خان مالیری اور ان کے علاوہ اُس طرف کے دیگر سرداروں جیسے مرتضےٰ خاں بڑیچ اور قاسم خان وغیرہ کا محاصرہ کر لیا ہے چونکہ ان لوگوں کے پاس اس قدر فوج اور جنگ کے ساز و سامان نہیں ہیں کہ کھلے میدان میں سکھوں سے مقابلہ کر سکیں اور اُن کے تبر و تلواروں کا کلہ بکلہ جواب دیں لہذا قلعہ بند ہو کر جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں شاہ درانی نے یہ خبر سنتے ہی دو جری اور نہایت بہادر جاسوسوں کو منتخب کر کے زین خاں کے پاس روانہ کیا اور فرمایا کہ زین خاں کو ہماری طرف سے پیام دو کہ تم نے کسی طرح پریشان و مضطرب نہ ہونا انشاءاللہ کل صبح ہوتے ہوتے میں تمہاری کمک کے لئے پہنچ جاؤنگا تم اپنی موجودہ فوج کی قلت پر ہرگز نظر نہ کرو اور قلعہ سے باہر نکلکر ظالم سکھوں کو اُن کے تلوار و نیزہ کا سینہ بسینہ جواب دو اور اگر تم نے اس میں تامل کیا اور قلعہ سے باہر نکلکر سکھوں سے مقابلہ نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نہایت نامرد اور بزدل ہو اور علاوہ اسکے مجرم بھی قرار دئے جاؤ گے +

زین خان مہمند اس پیام شاہی کے پہنچتے ہی حیران رہگیا اور اُسے بجز اس کے اور کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہیں پڑا کہ جسقدر فوج پاس ہے اُن کو ہمراہ لیکر قلعہ سے باہر نکلے اور عزت باختہ سکھوں کو اُن کے تیغ و تبر کا تلوار کے ساتھ جواب دے چنانچہ علے الصباح اُس نے فوج کی

درستی کا حکم دیا اور جب فوج مسلح ہو گئی تو کھلے میدان میں ستمگار سکھوں سے مقابلہ شروع کر دیا سکھ تو پہلے ہی سے آمادۂ جنگ تھے انہوں نے قریباً بیس ہزار سوار اور بہت سے بہادر افسر منتخب کر کے زین خان کے مقابلہ میں روانہ کئے دونو طرف سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور کوپ کے وسیع میدان میں فوجی دریا بڑے زور شور سے لہریں لینے لگا جانبین سے لڑائی شروع ہو گئی اور توپ و بندوق سے درگذر کر کے تلواروں کی نوبت پہنچی سخت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی کہ زین خان نے اپنی پشت کی جانب غور سے دیکھا تو دور سے سواروں کی گرد و غبار نمودار ہوئی یہ اس خیال سے کہ شاید دغا باز سکھ پشت کی جانب سے بھی حملہ آور ہوئے ہیں گھبرا گیا اور اُس کے آئے ہوئے ہوش و حواس جاتے رہے لیکن تاہم اُس نے اپنی ہوش و حواس بجا کر کے بہت جلد ایک شتر سوار کو اس امر کی تحقیق کے لئے اُدھر روانہ کیا شتر سوار فوراً واپس آیا اور بڑے جوش مسرت کے ساتھ زین خان کو مبارکباد فتح کی دیکر عرض کیا کہ یہ حریف کی فوج نہیں ہے بلکہ شاہ درانی کا باڈی گارڈ ہے۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شاہ درانی کی قراولی فوج کا ایک بڑا بھاری دستہ بڑی تیزی کے ساتھ آپہنچا اور زین خان سے کہا ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ تم اپنے لوگوں سے کہدو کہ فوراً اپنے سروں پر درختوں کے پتے یا سبز گھاس رکھ لیں تاکہ اس علامت سے وہ پہچانے جائیں ہماری ہراول فوج کے لوگ قوم اُزبک سے ہیں اور اُنہیں شاہی حکم ہو چکا ہے کہ جو شخص بھی ہندی لباس سے آراستہ ہو اُسے بے دریغ قتل کر ڈالو لیکن ہاں جس شخص کے سر پر درخت کے ہرے پتے یا سبز گھاس ہو اُسے جان و مال میں امن دیا جائے +

زین خان نے اپنی ساری فوج میں اس امر کی منادی کر دی اور افسروں کو بلا کر خوب سمجھا دیا کہ جو شخص اس حکم کی تعمیل نہ کریگا فوراً قتل کیا جائیگا چنانچہ تمام مسلمانوں نے اپنے سروں پر درخت کے پتے یا سبز گھاس کا مٹھا رکھ لیا اور لڑائی میں مشغول ہوئے۔ ان باتوں میں ابھی تھوڑا ہی وقفہ ہوا تھا کہ فوج ہراول آپہنچی اور عجب شان و شوکت سے آئی ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے ہوئے اور بڑے جوش و غضب کے ساتھ اونہیں چمکاتے ہوئے جس وقت سورج کی تیز کرنیں اُن پر پڑتی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ میدان میں بجلیاں ٹوٹ کر گر پڑی ہیں۔ الغرض شاہی فوج نے آتے ہی سکھوں کو بیدریغ قتل کرنا شروع کیا اور ہر طرف اُنکے ناپاک سر کھیرے ککڑی کی طرح بے دھڑک اُڑنے لگے کوپ کا سارا جنگل مغرور

و ناپاک سکھوں کی گندی لاشوں سے پٹ گیا اور معرکہ جنگ تعلی سمندر ہو کر نہایت خوفناکی کے
ساتھ موجیں لینے لگا۔ پہر دن چڑھے سے شام تک معرکہ قتل اور بازار تاراج گرم رہا اور مسلمانوں نے
جمعیت دشمنوں کو اپنے خون آشام تلواروں کے خوب ہی جوہر دکھلائے اسی ہزار فوج میں سے تیس ہزار
لوگ قتل ہوئے اور بقیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی شاہی افسروں نے مقتولین کے سر کاٹ کر
بادشاہ کے نظر کئے اور فتح کی خوشخبری سنائی شاہ درانی نے فتح کی خوشی میں ایک عظیم الشان جشن
مرتب کیا اور ہر ایک بہادر افسر کو اسکی قدر و منزلت کے مطابق مال و دولت سے عزت افزائی کی
اور ساری فوج کی گود یا زر و زیور سے لبریز کر دیں جشن سے فارغ ہونے کے بعد چند روز تک اس
پر لطف اور خوشگوار مقام میں بادشاہ رونق فرما رہا اور پھر زین خان مہمند کو بدستور قدیم اس ملک کا فرمانروا
مقرر کر کے روانہ قندھار ہوا +

چھٹی مرتبہ شاہ درانی کی ہندوستان کی طرف توجہ

شاہ درانی کے قندھار چلے جانے کے بعد سکھوں نے اپنی جمعیت دوبارہ فراہم کی اور جنگ
کے تمام ساز و سامان جب انکے حسب دلخواہ مہیا ہو گئے تو غارتگری کے ہاتھ پھیلائے اور مسلمانوں کو
سخت ایذائیں اور ناقابل برداشت تکلیفیں دینی شروع کیں شاہ درانی کو ان ستمگاروں کی
اس سرکشی و بغاوت کی خبر پہنچی تو وہ بغاوت کی شعلہ انگیز آگ بجھانے اور ناپاک سکھوں کو دنیا سے
مٹانے کا تہیہ کر کے قندھار سے روانہ ہوا اور بڑی تیزی کے ساتھ انبالہ میں آ دھمکا جو دہلی
سے قریباً سو میل کے فاصلہ پر لاہور کی جانب واقع ہے اس وقت افاغنہ ہندوستان شاہ درانی کی
شوکت و ہیبت کی طفیل میں کمال شادمانی و خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور عیش و
عشرت کی خوب داد دے رہے تھے اُن کی حکمرانی کے ڈنکے ہندوستان کے کونے کونے میں بج
رہے تھے اور دشمنوں میں سے کسی کو سر اُٹھانے کی تاب نہ تھی ایسی حالت میں انہوں نے شاہ درانی
کا ملک ہندوستان میں یوں دفعتہً آ جانا اپنے عیش و آرام میں خلل انداز سمجھا اور ایک گونہ ملال
خاطر بلکہ بار خاطر جانا لہذا عجز و نیاز سے بھری ہوئیں عرضیاں اپنے وکیلوں کی معرفت بادشاہ
کی خدمت میں روانہ کیں اور لطائف الحیل سے اپنی غیر حاضری کی معذرت کی لیکن نواب نجیب الدولہ

بہادر نے اسبات کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ خود حضور شاہی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب حضور کے اقبال و دولت سے تمام ملک ہندوستان امن و آسایش میں ہے اور اوسے دشمنوں کیطرف سے کسیطرح کا دغدغہ نہیں ہے بالفعل کوئی خلل و فساد اوسمیں واقع نہیں ہوا ہے اور نہ کوئی حملہ اور غنیم ایسا باقی رہا ہے جو اوسپر چڑھائی کرے جناب عالی ابھی قندھار تشریف لیجائیں اور آرام و آسایش سے زندگی بسر کریں بادشاہ نجیب الدولہ بہادر کی حاضر ہونے اور ان باتوں کے سُننے سے بہت خوش ہوا اور سرہند کی صوبداری سے اوسکی عزت افزائی کی۔ لیکن اشرف الوزرا شاہ ولی خاں کی سفارش سے سرہند اور پٹیالہ کی حکمرانی امرسنگہ نامی راجہ کو جو قدیم سے یہاں کا حاکم تھا عنایت فرمائی اور اوسکی مزید عقیدتمندی اور اظہار خلوص کے سبب سے خلعت فاخرہ اور راجہ راجگان کے معزز خطاب سے ممتاز کیا۔ سرہند اور پٹیالہ کی حکومت راجہ امرسنگہ کے نامزد ہوئی۔ اور شاہ درانی کے طفیل سے ایک مدت تک اوسے نہایت سرسبزی و شادابی نصیب رہی۔ چنانچہ اسوقت تک راجہ امرسنگہ ہی کی اولاد اوسکی مستحق سمجھی جاتی اور آزادی و خودمختاری کے ساتھہ نہ سہی گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر سایہ میں حکومت و ریاست کی مالک خیال کیجاتی ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ امرسنگہ نے اوس عقیدت و خلوص کیوجہ سے جو اُسے شاہ ولی خاں وزیر السلطنت کی نسبت حاصل تھا اپنی مُہر میں یہ الفاظ کندہ کرائے تھے۔ "امرسنگہ بامی زئی" چونکہ وزیر مذکور بامی زئی قوم میں سے تھا اسلئے راجہ امرسنگہ نے اپنی عقیدتمندی اور خلوص کا اظہار اس پیرایہ میں کیا +

الغرض جب شاہ درانی کو دریافت ہوا کہ افاغنہ ہندوستان میرے آنیسے خوش نہیں ہیں تو اوسے سخت ملال ہوا۔ اور آخرکار اوسنے نہایت افسوس کرتے ہوئے کہا کہ میں افاغنہ ہندوستان کے مخالفوں اور دشمنوں کی سرکوبی کے لئے آیا تھا۔ اور صرف اسی غرض سے اسقدر محنت شاقہ اور تکلیف مالایطاق گوارا کی تھی مگر افسوس یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ میرے بھائی میرا یہاں آنا پسند نہیں کرتے اگر حقیقت میں یہی بات ہے تو میں اپنی ولایت کو واپس جاتا ہوں اور شاید دوسری مرتبہ آنے کی تکلیف گوارا نہ کروں یہ کہکر بادشاہ نے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا۔ اور فوراً روانہ قندھار ہو گیا +

احمد شاہ درانی کی وفات

افغانستان کا وارث تخت و تاج یعنے احمد شاہ درانی ہندوستان سے مراجعت کرجانے کے بعد چند

سال تک قندہار میں عیش وکامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا اور اپنی تمام ولایت کو عدل اور انصاف سے وہ رونق و آراستگی دی جسکی نظیر اوس زمانہ میں ڈھونڈے نہیں ملتی تھی لیکن افسوس اور سخت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اوسے عین عالم کامرانی میں دنیاوی جاہ وجلال اور اوسکی زینت و تجملات سے منہ موڑ کر رہگزائے عالم آخرت ہونا پڑا۔ سبب یہ ہوا کہ ابتدا میں ناک کے بانسے کے قریب ایک خفیف مگر زہریلا زخم نمودار ہوا۔ جو بتدریج تمام ناک کو گھیرتا اور کھاؤ ڈالتا ہوا دور تک پھیل گیا اور آخرکار ایک ایسا لاعلاج ناسور بنگیا جس سے بادشاہ کا مزاج یک بیک اعتدال سے منحرف ہوگیا۔ اگرچہ اطبار حاذق کی ایک بڑی جماعت رات دن معالجہ میں نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ مصروف تھی ۔ مگر مشیت ایزدی کے مقابلہ میں تمام سرگرمیاں اور کوششیں رائیگاں ہوجاتی تھیں اور کوئی تدبیر مفید نہ پڑتی تھی۔ بادشاہ روز بروز نڈھال ہوتا جاتا اور ضعف وناتوانی تمام جسم پر آناً فاناً قبضہ کرتی جاتی تھی +

شہزادہ تیمور شاہ جو پہلے ہی سے ولیعہدی کا معزز تمغہ حاصل کرچکا تھا اسوقت ہرات میں موجود تھا جوں ہی اوسے بادشاہ کے علالت مزاج کی خبر پہونچی فوراً ایک فوجی دستہ ساتھ لے ہرات سے چل کھڑا ہوا۔ اور والد بزرگوار کی عیادت کی غرض سے قندھار میں آنے کا ارادہ کیا مگر وزیر السلطنت یعنے شاہ ولیخاں کی سازش سے جو شہزادہ کا دلی دشمن تھا اوسے قندھار میں آنا اور ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ موت کے تلخ گھونٹ پی رہا تھا دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ بادشاہ کیطرف سے فوراً ایک اعلان دیدیا گیا کہ شہزادہ تیمور شاہ کو قندہار میں آنے سے ممانعت کیجائے اور ساتھ ہی شاہی لشکر کا ایک دستہ تعینات کردیا گیا کہ جبراً شہزادہ کو ہرات کی جانب واپس کردیا جائے چنانچہ مجبوراً شہزادہ کو لوٹنا پڑا۔ اور نہایت ناکامی اور مایوسی کے ساتھ واپس آیا۔ یہاں چند روز کے بعد احمد شاہ درانی نے نہایت حسرتناکی کے ساتھ دنیا کی فانی حیات کو خدا حافظ کہکر عالم باقی میں کامرنی اختیار کی۔ اور سارا جاہ وحشم اپنے پس ماندگوں کے لئے چھوڑ گیا +

احمد شاہ درانی نے تیئس ۲۳ سال اور کئی مہینے سلطنت کی اور اپنے عقب میں چار فرزند چھوڑے تیمور شاہ ۔ سلیمان شاہ ۔ سکندر شاہ ۔ پرویز ۔ جسوقت بادشاہ کا انتقال ہوا ہے تو تیمور شاہ کے علاوہ تینوں شہزادے قید میں تھے اور نہایت تلخکامی اور مصیبت کیحالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ احمد شاہ کے انتقال کے بعد شاہ ولیخاں اور دیگر امرائے سلطنت تجہیز وتکفین میں مصروف

ہوئے اور اس سے فارغ ہوکر احمد شاہی قندھار میں مدفون کیا۔ قندہار کے باشندے بالخصوص قوم درانی اور احمد شاہ کی اولاد اوسکے مزار کا اسقدر ادب کرتے تھے اور ابتک کرتے ہیں کہ اگر کوئی خونی واجب القتل اس مقبرہ میں پناہ لیتا ہے تو شرعی قصاص اور قانونی سیاست تک سے امن میں رہتا ہے

شاہ ولیخاں نے بادشاہ کی تدفین کے بعد تیمور شاہ کے بے مات بھائی سلیمان شاہ کو جو اوسکا داماد تھا خراسان کی سلطنت تفویض کی اور تخت شاہی پر بٹھاکر اوسکے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ لیکن جب یہ حادثہ ناوار قیامت خیز تیمور شاہ کو پہونچی تو مراسم تعزیت اور ماتم داری کے بعد مع اپنے امراء و رفقا اور کل افواج کے فاتحہ خوانی کی تقریب میں ہرات سے متوجہ قندھار ہوا۔ وزیر السلطنت شہزادہ کی آمد آمد کی خبر سنکر ایک سو پچاس معزز اراکین قندھار کو ہمراہ لیکر باین خیال شہزادہ کے استقبال کیلئے روانہ ہوا کہ جسطرح بن پڑے شہزادہ کو دام فریب میں پھنساکر قید کرلے الغرض شاہ ولیخاں شہزادہ کے لشکرگاہ میں پونہچا۔ شہزادہ کو جب معلوم ہوا کہ وزیر ڈیڑھ سو معزز اراکین اور شرفاء قوم کیساتھ در دولت پر قدمبوسی کیلئے حاضر ہے تو اسنے فوراً اپنے خیمہ سے نکلکر وزیر سے ملنا چاہا۔ مگر قاضی فیض اللہ وغیرہ ارکان دولت نے شہزادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ وزیر سے ملنے کا ارادہ نہ کیجئے۔ کیونکہ اوسکی باتوں میں جادو ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ کو اپنے دام تزویر میں پھنساکر اپنی دلی تمنائیں کیلئے بندوں پوری کرے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر کہ وہ خدمت میں حاضر ہو اوسکا سر آپکے قدموں میں پڑا ہوا دکھائی دے۔ اگر حضور ارشاد فرمائیں تو ہم اوسکا کام تمام کرنے کو موجود ہیں۔ تیمور شاہ نے اپنے جان نثار اراکین کی یہ مصلحت آمیز تقریر سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا اور کچھ فکر کے بعد اُنکی صلاح کو مستحسن اور قرین مصلحت سمجھکر۔ انکو خاں درانی بامیزی کو جو ایک بڑا بہادر اور دلیر شخص تھا اور جو وزیر سلطنت شاہ ولی خاں کے مقربوں میں بڑے پایہ کا آدمی تھا حکم دیا کہ وزیر اور اُسکے دونوں لڑکوں کا سر لاکر حاضر کرے۔ خان مذکور شہزادہ کا حکم پاتے ہی جوش غضب میں بھرا ہوا خیمہ سے باہر نکلا اور ایک ہی وار میں وزیر سلطنت کا کام تمام کردیا۔ وزیر کے ہمراہی ابھی اسکو سنبھال نے بھی نہ پائے تھے کہ اُسکے دونوں لڑکوں کے سر انکو خان کے گھوڑے کے قدموں میں تھے۔ ادھر اسلام خان نے جو درانیوں میں ایک مشہور دلاور اور جانباز آدمی تھا۔ وزیر کے دو بھانجوں کے سر قلم کردیئے اور طرفۃ العین میں پانچون سر تیمور شاہ کی

خدمت میں حاضر کئے گئے۔ شہزادہ نے حکم دیا کہ ان سروں کو لمبے برچھوں پر نصب کیا جائے اور انکی لاشیں اسی مقام پر دفن کر دی جائیں۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور مقتولین کی لاشیں اسی مقام پر دفن کی گئیں +

تیمور شاہ کا تخت سلطنت درانیہ پر جلوس

تیمور شاہ نے وزیر السلطنت یعنے شاہ ولیخاں کیطرف سے جو اسکا دلی دشمن تھا اطمینان پایا تو قندھار میں پہونچکر شاہی دولت سرا میں نزول اجلال فرمایا۔ سلیمان شاہ جسے شاہ ولی خاں نے تخت و تاج کا مالک بنادیا تھا بھائی کو آتے دیکھکر تخت سے نیچے اوتر کھڑا ہوا اور لجاجت آمیز لہجہ میں بولا کہ بھائی جان یہ تخت و تاج آپکو مبارک آپ باستحقاق اسکے شایاں ہیں اور میں محض بے تقصیر سلیمان شاہ کی یہ دلاویز اور خردمندانہ تقریر سنکر تیمور شاہ نے اوسے فرط جوش سے گلے سے لگالیا اور بہت کچھ ڈھارس بندھائی پھر مبارک وقت اور نیک ساعت میں تخت پر جلوہ آرا ہوا۔ درباریوں نے نذریں گذرانیں اور جوش مسرت سے نہایت خوش کن اور پاک لفظوں میں مبارکبادی دی تمام متبرک مقامات اور معابد میں تیمور شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور دنانیر و دراہم اس سکہ سے مزین و آراستہ ہوئے ؎ چرخ مے آرد طلا و نقرہ از خورشید و ماہ + تا زند بر چہرۂ نقش سکۂ تیمور شاہ + شاہی خاتم جو احکام و فرامین پر لگائی جاتی تھی۔ اوس میں ذیل کا منظوم سجع کندہ کرایا گیا تھا ؎ علم شد از عنایات الٰہی + بعالم دولت تیمور شاہی +

تیمور شاہ نے جب مراسم جشن سے فراغت پائی تو قندھار کے ان امرا اور سفرا کو جو اوس کے دلی خیر خواہ تھے بے اندازہ انعام و اکرام عنایت فرمائے خلعت فاخرہ اور افزونی مناصب سے سرفراز فرمایا اور اونکی گودیاں مال و دولت سے بھر دیں لیکن جو لوگ کج سرشت اور سرکش تھے اور ہر وقت بغاوت پر آمادہ تھے اونہیں فوراً قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد تیمور شاہ نے قندہار کے انتظام کیطرف عنان توجہ پھیری اور نواح و اطراف کے نسق و برداخت کیجانب توجہ کی اور جب ان تمام باتوں سے فارغ ہوا تو چند روز قندہار میں سکونت کے بعد کابل چلا گیا۔ کیونکہ درانیوں کا ایک بڑا گروہ شاہ ولیخان وزیر سابق کے قتل ہو جانے کیوجہ سے مخفی عداوت تیمور شاہ سے رکھتے تھے اور بغاوت کا حیلہ ڈھونڈھتے تھے یہی

وجہ تھی کہ تیمور شاہ کو قندہار میں چند روز بھی باطمینان رہنا نصیب نہیں ہوا۔ اور آخرکار وہ اپنے معتبر اور قابل بھروسہ ارکین او صف شکن غلاموں کے فوجی دستہ کو ہمراہ لیکر کابل میں جا داخل ہوا۔ جہانخان جو ایک نامور اور مشہور سپہ سالار تھا عقب سے جرار فوج لیکر شہزادہ تیمور شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہزادہ کو مخالفوں کیطرف سے بالکل بے اندیشہ کردیا۔ تیمور شاہ نے کابل پہونچکر وہاں کے اطراف و نواح کا کما حقہ انتظام کیا اور دیوان بگی کو مع چند دیگر سرداروں کے قتل کر ڈالا +

باغی درانیوں نے یہاں تیمور شاہ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور عبدالخالق درانی جو احمد شاہ درانی کا ماموں اپنے تئیں مشہور کرتا تہا بغاوت کا آتش انگیز جھنڈا اونچا کیا اور باغی درانیوں کے اغوا کی وجہ سے استحقاق سلطنت کا دعویٰ اپنے لئے تجویز کرکے ہر طرف سوزش عظیم برپا کی قندھار کے تمام اضلاع پر قبضہ کرلیا اور سات ہزار درانیوں کو ساتھ لیکر روانہ کابل ہوا تیمور شاہ نے جب باغی فوج کو اپنی طرف بڑہتے دیکھا تو وہ بہت گھبرایا کیونکہ اسوقت اوسکی رکاب دولت میں صرف چند ہزار سوار موجود تھے جنمیں اکثر سردار اور امرا بھی شامل تھے غرضکہ فوج کی تعداد اس قابل نہ تہی کہ تیمور شاہ باغی اور حملہ آور فوج کا کہلے میدانوں مقابلہ کرسکتا مگر اوسکی بے نظیر شجاعت اور بے دہڑک بہادری اسبات کی متقاضی نہیں ہوئی کہ محصور ہوکر حملہ آور فوج کو جواب دے اور سینہ سپر ہوکر نہ لڑے۔ اسوقت تیمور شاہ کو جو سب سے زیادہ مشکل درپیش تہی وہ یہ تہی کہ دشمنوں کے مقابلہ میں فوج نہایت قلیل التعداد اور وہ بھی ایسی کہ کسیکا باپ اسطرف اور کسیکا بیٹا اوسطرف مگر شیر دل شہزادہ نے اسکی ذرا پروا نہیں کی، اور اپنی اسی قلیل المقدار مگر بہادر اور جان نثار فوج کو درست کرکے کابل سے باہر نکل آیا اور طبل جنگ نہایت خوفناکی کے ساتھ بجنے لگا۔ محرابخاں اور پائندہ خاں وغیرہ فوجی سردار جو اپنی شجاعت میں بے نظیر تسلیم کئے جاتے تے اور جو احمد شاہ درانی کے زمانہ میں بڑی بڑی لڑائیوں میں شریک ہونے اور دشمنوں پر کامیاب ہونے کا فخر حاصل کئے ہوئے تہے۔ باغی فوج سے علیحدہ ہوکر تیمور شاہ کے لشکر میں آشریک ہوئے +

اسے تیمور شاہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ اوسکی قلیل التعداد فوج نے بڑی بہیا کی اور دلیری کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا اور شاہی عزم کے مقابلہ میں باپ نے بیٹے کی اور بیٹے نے باپ کی کچھ پروا نہ کی جانبین سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور کابل کے میدان میں بڑی سخت اور گھمسان کی لڑائی واقع ہوئی آخرکار باغیوں کو شکست ہوئی اور تیموری فتح کے جھنڈے دور و نزدیک کی پہاڑیوں پر ہوا میں فراٹے بھرنے لگے باغی فوج کا سرغنہ عبدالخالق پابزنجیر حضور شاہی میں حاضر کیا گیا اور نہایت ذلت و خواری

کے ساتھ بھرے دربار میں لایا گیا شہزادہ کے حکم سے اوسکی دونوں آنکھیں پھوڑ دی گئیں اور اس کے بعد اوسے دربار سے نکال دیا گیا۔ اسکے علاوہ جسقدر باغی درانی شہزادہ کے لشکریوں کے ہاتھ میں گرفتار تھے سب کو ایک ایک سیر غلہ کے عوض میں خرید کر آزاد کر دیا۔ اور اسیطرح سرداروں کو بھی خرید کر مطلق العنان کر دیا۔ درانی سردار جو اس جنگ میں شہزادہ کے لشکر میں آشامل ہوئے تھے اون میں سے ہر شخص کو علے قدر الحیثیت تیمور شاہ نے مناصب علیہ سے سرفراز کیا اور سیم و زر سے مالا مال کیا چنانچہ پائندہ خاں بارک زئی کو سرفراز خاں کے معزز خطاب سے ممتاز فرمایا۔ اور دلدار خاں اسحاق زئی مدہ خاں کے خطاب سے مشرف ہو کر اعلے درجہ کو پہونچا بخلاف اسکے جو مفسد اور فتنہ انگیز لوگ عبد الخالق کی سازش میں شریک تھے اونہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا گیا +

شہزادہ تیمور شاہ اس فتح کے بعد قندھار میں آیا اور یہاں کا از سر نو انتظام کر کے پھر کابل چلا گیا۔ مگر اب اوسنے درانی اقوام کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اور اسکے دلمیں ان لوگوں کی ذرا بھی عزت باقی نہیں رہی مغول اور قزلباش کی دو قومیں جو اس جنگ میں بھی خواہ ملک و قوم ثابت ہوئیں اور جنہوں نے اپنی جانبازی اور فدائیت کا پورا پورا ثبوت دیا شہزادہ کی معتمد علیہ قرار پائیں چنانچہ شہزادہ کا دستور تھا کہ جہاں کہیں جاتا اِن ہی دونوں قوموں کو ساتھ لیجاتا اور جو کام کرتا ان ہی کے مشورہ سے کرتا۔ قاضی فیض اللہ کو جو ایک بہت بڑا مدبر اور اسرار سلطنت سے واقف تھا اور شہزادہ تیمور شاہ کے ساتھ ہر خطرناک موقع پر جان تک لڑا دینے میں بڑی سرگرمی کے ساتھ کوشش کرتا تھا سلطنت کا مدار المہام اور اپنی تدبیر مملکت کا مشیر قرار دیا اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ یہی قاضی فیض اللہ تیمور شاہ کا نفس ناطقہ بنگیا۔ عبد اللطیف خاں حاجی نے وکیل الرعایا کا معزز تمغہ اور امور خلافت کی مختارزی کا ممتاز سارٹیفکٹ پایا اور ملا عبد الغفار جو سابق میں اگرچہ قوم ہنود کی ایک معزز پارٹی کا سرگروہ اور نواح لاہور کا باشندہ تھا مگر احمد شاہ درانی کے عہد میں مشرف باسلام ہو کر داخل لشکر ہمایوں ہوا تھا۔ اور بتدریج اس مرتبہ کو پہونچ گیا تھا کہ بڑے بڑے ارکین قندھار کا اوسکے آگے سر تسلیم خم ہوتا تھا۔ کاربرداز امور سلطنت قرار دیا گیا۔ ملا عبد الغفار قطع نظر شرافت حسب کے دینی عزت بھی بہت کچھ رکھتا تھا کیونکہ اوسنے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر دینی علوم و فنون میں وہ دستگاہ حاصل کی تھی کہ خود وارث تخت و تاج اوسکی انتہا درجہ کی عزت کرتا تھا +

الغرض تیمور شاہ جب ان تمام کاموں سے فارغ ہو چکا تو باطمینان تمام نہایت عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ موسم گرمی میں کابل رہا کرتا تھا اور جاڑے کا زمانہ شہر پشاور میں گذارتا تھا۔ اکثر اوقات مخلوق کی دادرسی اور عدل و انصاف میں مصروف رہتا اور جو وقت فرصت کا ہوتا اوسمیں سیر و شکار سے دل بہلایا کرتا۔ اس عہد معدلت مہد میں رعایا اس آرام و آسائش سے رہتی تھی جس کی نظیر کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی تھی +

فیض اللہ خلیل کی بغاوت شہر پشاور میں

فیض اللہ خلیل نواح پشاور کا ایک زمیندار رئیس تھا چونکہ محض جاہل اور ناعاقبت اندیش تھا اسلئے اوسکے دماغ میں یہ خبط سمایا کہ جسطرح بن پڑے تیمور شاہ کو قتل کر کے تخت سلطنت پر بیٹھے چنانچہ اوسنے اس خیال بیہودہ کو دل ہی دل میں پختہ کر کے یعقوب خاں خواجہ سرا کو جو شہزادہ تیمور شاہ کا ایک بہت بڑا معتمد علیہ تھا اپنی رائے کا شریک کر لیا اور چند دیگر رؤسا کو بھی اپنا ہمراز و ہمخیال بنالیا اور جب یہ مسودہ خوب گھنٹ گیا تو بطریق مکر و فریب شہزادہ تیمور شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ متعصب سکھوں نے بیشمار جمعیت بہم پہونچائی ہے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی غرض سے ملک پنجاب کیطرف بڑے زور شور سے بڑہے چلے جارہے ہیں۔ اون کا خیال ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں کو یکلخت غارت کردیں اور ان ملکوں میں اسلام کا نام نشان تک باقی نچھوڑیں اگر حضور کی اجازت ہو تو مجاہدین افغانوں کا ایک بڑا گروہ جمع کر کے ملک پنجاب کو تسخیر کروں اور ظالم سکھوں کو اون کے ظلم اور بدکرداری کی خاطر خواہ پاداش دوں۔ تیمور شاہ نے اوسکی یہ دلسوزی کی باتیں سنکر خیال کیا کہ چونکہ فیض اللہ خلیل کی نیت بخیر معلوم ہوتی ہے اسلئے اسبات سے منع کرنا مناسب نہیں چنانچہ اوسنے اجازت دی اور نہ صرف زبانی اجازت بلکہ ایک تحریری فرمان بامضمون نافذ کیا کہ مجاہدین کے گروہ سے کسی قسم کا تعرض نکیا جائے اور اگر اونہیں کسی موقع پر مدد کی ضرورت پڑے تو شاہی افواج کو کبھی دریغ نہ کرنا چاہیئے فیض اللہ خلیل نے شاہی اجازت پاتے ہی اپنی تمام قوم اور کچھ افاغنہ کشمیر اور یوسف زئی گروہ کو جمع کیا جو سب ملکر قریباً پچیس ہزار پیادہ اور کچھ سوار تھے +

ایکدن کا ذکر ہے کہ تیمور شاہ اپنی قدیم عادت کے مطابق دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر زوال کے وقت قلعہ پشاور میں سوتا تھا کہ دفعتہً فیض اللہ خلیل اپنی جمعیت کو ساتھ لیے ہوئے درانہ قلعہ میں گھس آیا اور جب محافظ درانیوں اور پہرہ داروں نے کہا کہ تم اسوقت کہاں جاتے ہو پادشاہ آرام فرماتے ہیں تو اوسنے نہایت بیباکانہ اور دلیرانہ جواب دیا کہ بادشاہ نے میری جمعیت وسامان ملاحظہ فرمانے کو خود طلب کیا ہے ہر چند کہ دربانوں نے ممانعت کی لیکن اوباش افاغنہ ہجوم کرکے قلعہ میں گھس گئے اور انتہا درجہ کی قساوت اور نادانی سے تلواریں علم کرکے غلاموں اور عورتوں کو بڑی سفاکی۔ اور بیرحمی سے قتل کرنے لگے۔ وحشی افغان حریص ولالچی تھے شاہی مطبخ میں گھس گئے اور انواع واقسام کے لذیذ ومزیدار کھانوں پر جنہیں مدت العمر دیکھا تک نتھا ایسے پل پڑے جیسے شہد پر مکھیاں باورچیخانہ کے ملازموں اور ترکی عورتوں نے انکا مقابلہ کیا مگر انجام کار زخمی ہوئے۔ حرم سرا کی مستورات نے جب دیکھا کہ افغان محل شاہی میں درانہ گھسے چلے آتے ہیں تو اونہوں نے بادشاہ کو بیدار کیا اور اوسنے اس وحشت اثر خبر کے سنتے ہی اپنے صف شکن غلاموں کے دستے کو مسلح ہونے کا حکم دیا جو قلعہ کے نیچے ایک جانب محافظت کے لئے متعین تھے ازاں بعد بادشاہ اوس بنگلہ پر آیا جو قلعہ کی جنوبی فصیل پر واقع تہا اور اوسکے زینہ سے اوتر کر قلعہ دار اور چوکیداروں کو حکم دیا کہ ان دستاربندوں میں سے ایک شخص بھی زندہ نچھوڑا جائے اور جو کوئی جہاں ملے فوراً قتل کرڈالا جائے +

اب باغی لوگوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا گیا اور اونکی گردنیں کھیرے ککڑی کی طرح سے بے دھڑک اڑنے لگیں رفتہ رفتہ یہ خبر عام ہوگئی اور جہاں کوئی دستاربند پایا گیا فوراً قتل کردیا گیا یہانتک کہ بہت سے علماء پشاور جنہیں باغی لوگوں کے ساتھ مطلق سازش نہ تھی۔ دستاربند ہونے کیوجہ سے قتل کئے گئے صحن قلعہ اور حرام شاہی تو گویا مقتولین کی لاشوں سے پُر تھا اور جسطرف آنکھ اوٹھا کر دیکھا جاتا تھا دریائے خون لہریں لیتے نظر پڑتے تھے۔ علاوہ اون مقتولین کے جو نواح پشاور میں پانچ سات میل تک خون میں نہاتے ہوئے پڑے تھے قریباً چند ہزار مقتولوں کی لاشیں گنتی میں آئی تہیں۔ اور یہ پہلا خونی منظر تہا جو خاص پشاور اور اوس کے نواح میں دیکھا گیا تہا +

الغرض تمام باغی لوگ درانیوں کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے اور فیض اللہ خلیل جوان سب کا سرغنہ اور

اور بغاوت کا بانی تہا مع اپنے فرزند کے گرفتار ہو کر حاضر لایا گیا اور طرح طرح کی ذلت وخواری کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ عمر ساکن جکنا کا فرزند پیرزادہ میان محمدی جو اُس اطراف مین بڑا مقتدر اور باوقعت شخص تھا اور جو ایک بڑے جرگہ پر حکومت کرتا تھا فیض اللہ خلیل کی اس بغاوت وسازش مین شریک اور اُسکا مشیر تھا چنانچہ شہزادہ تیمورشاہ نے اُس کے قتل اور قصبہ جکنا کے تاراجی کا حکم دیا اسکی بھی بڑی سرگرمی سے تعمیل ہوئی مگر قدرے قصبہ تاراج ہونے پایا تھا کہ سردارون کی سفارش سے معاف کر دیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ سے کہا گیا کہ یہ ساری شورش وفساد یعقوبخان خواجہ سرا کا اٹھایا ہوا ہے کیونکہ اُس نے فیض اللہ خلیل سے وعدہ کیا تھا کہ مین قلعہ کے دروازہ سے بادشاہ کی خوابگاہ تک جانیکی راہ بتا دونگا اس پتہ سے تم بادشاہ کی خوابگاہ تک پہنچ جانا اور غفلت کی حالت مین اُسکا کام تمام کر ڈالنا اس بناپر خواجہ سرا بھی سزائے قتل کو پہنچا اور طرح طرح کی عقوبت وسیاست مین مار ڈالا گیا۔

قلعہ ملتان کی تسخیر اور سکھون کی تادیب کے لئے تیمورشاہ کی ہندوستان کی طرف توجہ

ان ایام مین مغرور اور سرکش سکھون نے صوبہ ملتان پر حملہ کر کے شہر وقلعہ اور اُسکے اطراف ونواح پر قبضہ کر لیا اور روز بروز آگے بڑھنے اور جمعیت فراہم کرنے لگے۔ تیمورشاہ اپنی قوم کی بغاوت ومنازعت دفع کرنے اور باہمی خانہ جنگیون مین اسدرجہ مصروف تھا کہ انھون نے اُسے ظالم سکھون کے مہم کی طرف ذرا بھی متوجہ ہونے نہین دیا اور وہ ان گردن زدنیون کی جانب سے ایک عرصہ تک غافل رہا دفعۃً خبر پہنچی کہ ساٹھ ہزار سکھون کی خونخوار فوج بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ دریائے چناب اور راوی کو عبور کر رہی ہے اُسکا ارادہ ہے کہ پہلے ڈیرہ اسماعیل خان اور غازیخان وغیرہ پر حملہ آور ہو کر انکی تسخیر کرے پھر ملک سندھ کی تاراجی مین مصروف ہو چونکہ یہ سب ملک درانیون کے ممالک محروسہ مین شامل تھے اسلئے تیمورشاہ نے اول حاجی علیخان نامی سردار کو جفاجو سکھون کی فہمایش کیلئے بطور سفارت روانہ کیا اور چلتے وقت سمجھا دیا کہ تم نہایت نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کرنا اور کہنا کہ حد اعتدال سے قدم باہر نہ رکھو اور ہماری ممالک محروسہ کی تسخیر سے باز رہو ورنہ اسکا انجام بہی

ہوگا جو پہلے تمہارے آگے آچکا ہے۔

الغرض یہ مختصر سی سفارت پشاور سے روانہ ہوکر سکھوں کے سردار کے پاس پہنچی اور دلیرانہ بادشاہ کا پیام دیا ناعاقبت اندیش سکھوں نے اپنی جمعیت پر مغرور ہوکر تیمورشاہ کی ہدایت کی ذرا وقعت نہ کی اور سفیر مذکور کو درخت سے جکڑ کر تیروں سے اڑادیا۔ مقتول سفیر کے ہمراہی جاسوس جان بچاکر بھاگے اور سارا ماجرا بادشاہ سے عرض کیا تیمورشاہ اس خبر کے سنتے ہی آتش غضب مین بھڑک اٹھا اور غصہ کے مارے اسکا تمام جسم تھرتھر کانپنے لگا فوراً سرخ گلناری پوشاک جو غضب سلطانی کی علامت تھی زیب بدن کی اور برہنہ شمشیر ہاتھ لئے ہوئے دربار عام مین داخل ہوا۔ تخت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلا جملہ اسکی زبان سے یہ نکلا کہ تمام فوجی سردار مع اپنی افواج کے تیار و مسلح ہوکر بہت جلد حاضر ہون اس جملہ کے سننے کے ساتھ تمام فوجی سردار تیار ہوگئے اور خاص دارالخلافہ اور اطراف وجوانب مین جس قدر فوجین تھین آناً فاناً مین مسلح ہوکر موجود ہوئین اور ایک بڑے وسیع میدان مین دوطرفہ صف آرا ہوگئین۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوا اور دوربین سے فوج کو ملاحظہ فرمایا اتفاقاً اسکی نظر وکیل الدولہ حاجی پر جا پڑی جو بڑا مشہور ومعروف اور نامی گرامی سردار تھا اور جو پندرہ ہزار سواروں پر افسری کرتا تھا اسی کے قریب سردار بدو خان کو دیکھا جس کی شجاعت و دلیری کے ڈنکے چاردانگ عالم مین مشہور تھے اور تدابیر جنگ مین بے مثل مشہور تھا چونکہ یہ دونو سردار فوج سے علحدہ ہوکر گھوڑوں سے اتر کر انکے سایہ مین بیٹھے تھے بادشاہ کو اُن کی یہ آرام طلبی سخت ناگوار معلوم ہوئی اور اُس نے طیش مین آکر اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان سے جاکر کہو تم دونون زمین پر اوندھے لیٹ جاؤ اور جب وہ ایسا کرین تو ہر ایک کے دس دس بید زور سے لگاؤ شاہی غلام دونون سرداروں کے پاس پہنچے اور انھون نے اس سزا کو اپنی سعادت سمجھکر اپنے حق مین بخوشی تجویز کرلیا اور پھر گھوڑوں پر سوار ہوکر فوج کے برابر آکھڑے ہوئے اسی طرح جو سردار فوج سے علحدہ ہوکر گھوڑے کے سایہ مین بیٹھا ہوا تھا شاہی غلاموں کے ہاتھ سے سزائے بید کو پہنچا۔

یہ کیفیت دیکھکر ایک معتبر عالم نے جو بادشاہ ندیم خاص تھا عرض کیا کہ ان ذی عزت اور صاحب وقار سرداروں کو جو ضرب بید سے سزا دیگئی ہے مجھے معلوم ہے اور یقینی معلوم ہے کہ مصلحت سے

خالی نہ ہوگی لیکن مین اُس مصلحت کا انکشاف چاہتا ہون اگر حضور زبان فیض ترجمان سے ظاہر فرمائینگے تو خالی از بندہ نوازی نہوگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب دوربین کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ سرداران مذکور مین گہوڑون سے اُترا اُنکے سایہ مین بیٹھے ہوئے ہین اور تمام فوج شدت آفتاب مین ایستادہ ہے لہذا ہمپر اُنکی یہ حرکت ایسے وقت جبکہ ہم راہ خدا مین جہاد کیلئے گہرون سے نکلتے ہین سخت ناگوار گزری اور خلاف ادب آرام طلبی پر محمول کی گئی اس بنا پر ہمنے انہین زجر و نصیحت دینی مناسب سمجھی تاکہ آیندہ اس قسم کی حرکت کے مرتکب نہون بلکہ محنت کشی وجفا ورزی اختیار کرین اور آرام و راحت کیطرف مائل نہون آج مین نے اس حرکت ناگوار پر انہین سزا دی ہے اور کل انکی جفا کشی کی داد دونگا اور خلعت فاخرہ مال و دولت سے الامال کردونگا۔

غرضکہ یوسف زئی اور درانی اور مغول اور قزلباش اقوام مین سے بادشاہ نے اٹھارہ ہزار جرار اور بہادر سوار انتخاب کئے اور زنگی خان درانی کو تاراجی باشی کی سرگردگی مین روانہ کیا۔ زنگی خان ایک نہایت ہوشیار اور باتدبیر جنرل تہا اور اُسنے بڑے بڑے معرکہ آرائیون مین شجاعت وبہادری کے بہتیرے جوہر دکہائے تہے اس سے بادشاہ نے چلتے وقت کہدیا تہا کہ تم اپنی فوج کو ایسے رستہ سے لیجانا کہ سکہون کو خبر تک نہو اور بیخبری کی حالت مین بے دہڑک اُن پر ٹوٹ پڑنا قتل و غارت کے بعد اُن خود سرون کو ہمارے حضور مین روانہ کرنا۔ جب بادشاہ اپنی تقریر ختم کرچکا تو زنگی خان نے ولایت کی رسم کے مطابق تین بار بادشاہ کے ہاتہی کا طواف کیا اور ترقی دولت و اقبال کی دعائین دیتا ہوا پہلے قدمون لشکر مین جا ملا سپہر کے وقت بادشاہ نے اپنا دستی رومال ہوا مین اُڑایا جس سے اس طرف اشارہ تہا کہ فوج کو فوراً روانہ ہوجانا چاہیئے۔

بادشاہ ہاتہی پر سوار تہا اور فوج کا تانتا برابر بندہا ہوا تہا شاہی حکم سے ایک شخص پکارتا جاتا تہا کہ کوئی شخص رستہ مین باتین نہ کرے لڑائی کے وقت زبان سے فحش وگالی نکلے کیونکہ اس سے جہاد کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔ زنگی خان اپنے فوج کو لئے آہستہ آہستہ چلا جاتا تہا اور اس تزک و احتشام کے ساتہ لئے جاتا تہا کہ پشاور کے معمر اور سن رسیدہ لوگون نے کبھی یہ خوشنما منظر نہین دیکہا تہا۔ جب اس فوج نے دریائے سندہ کو عبور کیا ہے تو اسوقت پہر دن باقی تہا زنگی خان نے حکم دیا کہ آج کی رات اور کل کا سارا دن فوج کو اس طرح چلنا چاہیئے کہ ایک دوسرے سے بات نہ کرے چنانچہ فوج نے نہایت سرگرمی سے اس حکم کی

تھیں کی دوسرے دن جب چلتے چلتے ڈیڑ پہردن باقی رہا توفوج تھم گئی اور ایک کھلے میدان میں خیمے نصب ہوگئے یہان سے اُس مقام تک صرف آٹھہ کوس کا فاصلہ تھا جہان سکھون کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ سوار گھوڑون سے نیچے اُترے اور جانورون کو گھاس دانہ دیا رات ہوئی توزنگی خان نے حکم دیا کہ لشکر کے اردگرد دو دو میل کے فاصلے پر سوار کھڑے ہوکر کمال احتیاط کے ساتھ حفاظت و پاسداری مین مشغول ہون سکھون کے لشکر مین جانے کے لئے جو مسافر ادہر سے گذرین اُن مین سے کسی کو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ نظر بند کرکے حراست مین رکھنا چاہئے کیونکہ جو لوگ اس طرف سے گذرکر سکھون کے لشکرگاہ مین پہنچینگے وہ ہمارے لشکر کی ضرور خبر دیدینگے۔

القصہ ڈیرہ پہر دن اور تین پہر رات تک سب لوگون نے اپنے گھوڑے چراکر خوب سیر کرلئے اور خودبھی کھاپی کر آسودہ ہوگئے جب ایک پہر رات باقی رہی توزنگی خان نے اپنی تمام فوج کے تین غول کردیئے مغول اور قزلباش کے غول کو دائین طرف جگہ دی اور قندہار کے درانیون کو بائین طرف مقرر کیا ان دونون غولون کو اس طرح ترتیب دیکر حکم دیا کہ میرے دائین بائین برابر قدم بقدم چلے آئین جو شخص اس کے خلاف کریگا وہ مستوجب سزا قرار پائیگا یہ کہکر میمنہ و میسرہ کے دونون لشکرون کو روانہ ہونے کا حکم دیا اور خود پانچہزار نیزہ بازسوارون کو ہمراہ لیکر جو یوسف زئی قوم کے تھے اور کچھہ درانی بھی شامل تھے باقی فوج کے آگے آگے دشمنون کی طرف رخ کیا ابھی صبح ہونے کی روشنی اچھی طرح نمودار نہین ہوئی تھی اور پھٹی ہوئی کالی کالی بدلیون سے ستارے اہل دنیا کو جھانک جھانک کر نصیحت کر رہے تھے کہ شاہی فوج غافل سکھون کے سر پر پہنچ گئی یہان سے وہ مقام صرف دو میل پر تھا جہان اقوام سکھہ شراب غفلت کے نشہ مین چکنا چور ہوئی پڑی تھی لشکر اسلام نے تھوڑی دیر یہان توقف کیا اور نماز صبح ادا کرکے فاتحہ خیر مین بتضرع و زاری مشغول ہوئے۔

مغرور سکھہ اس خیال کہ بادشاہ مع اپنی فوج کے پشاور مین بیٹھا ہوا ہی جو یہان سے نو کوس کے فاصلہ پر واقع ہوا ہے علاوہ اس کے بیچ مین دریا سندھ حائل ہے جس سے دفعۃً عبور کرآنا نہایت نہایت بعید و دشوار ہے بات کی میٹھی نیند مین پاؤن پھیلائے سوتے تھے اُنہین مطلق خبر نہ تھی کہ فوج شاہی پشاور سے روانہ ہوئی ہے اور ناگہانی بلا کی طرح ہمارے سر پر کھڑی ہوئی ہے غرضکہ سب لوگ

خواب غفلت مین مُنہ لپیٹے پڑے تہے کہ دفعۃً سواران مذکور آفت ناگہانی بلکہ برق آسمانی کیطرح
ٹوٹ پڑے۔ غافل سکہون نے اس حادثہ نا واقعہ کا مشاہدہ کرتے ہی گہوڑون پر سوار ہو گئے
اور جن کے ہوش و حواس بجا تہے ساتہ لیکر مقابلہ مین آ کے ابہی اپنے لشکر سے تقریبًا سو قدم آگے
بڑہے ہون گے کہ دلاوران دین نے یکبارگی گولیون کا مینہ برسا کر بہت سے ملعونون کو داخل
جہنم کیا اور ساتہ ہی میمنہ و میسرہ کے غول نے تلوارون کو علم کرلیا اور کشتون کے پشتے لگا دیئے
چونکہ سکہون کی فوج تعداد مین بہت تہی اور زنگی خان کو بالفعل شاہی کمک کی امید نہ تہی اس لئے
اُس نے سب طرف سے مایوس ہو کر عین معرکۂ جنگ مین اپنی ٹوپی سر سے اُتار کر فاش زمین پر
زمین پر رکہدی اور بادشاہ کی نصرت و فتح کے لئے جناب الٰہی مین گڑگڑا کر دعا کی دعا سے فارغ
ہونے کے بعد اپنے جسم مین ایک غیر معمولی قوت اور جوش پایا اور ساتہ ہی فوج مین ایک قسم کی
چستی و دلیری کا اثر دیکہا اس نے فورًا اپنے ماتحت فوجی افسرون کو جرأت و دلیری پر اُبہارا اور ایسی
ڈہارس بندہائی کہ سب اپنی عزیز جانین فدا کرنے کو تیار ہو گئے اور دشمن کی فوج پر یکبارگی پل پڑے
قریبًا چار گہنٹہ تک بڑی گہمسان کی لڑائی ہوئی اور سکہون کے ناپاک سر دہڑا دہڑ اُڑانے لگے۔
تمام جنگل خون سے بہیگ گیا اور مخالف لشکر کی لاشون سے زمین پٹ گئی۔ شاہ درانی کی نصرت
و فتح کے نقارون کی صدا سے سارا میدان گونج اُٹہا اور ہر چہار طرف اسلامی جہنڈے عَلم ہو گئے
مغرور سکہہ نہایت ذلت سے قتل ہوئے اور بقیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی منصور و فاتح فوج نے
بڑی دلیری و بہادری کے ساتہ مفرورون کا تعاقب کیا اور نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتہ
اس بات مین کوشش کی کہ مخالف فوج کا ایک آدمی بہی معرکۂ جنگ سے صحیح سالم نہ جانے پائے
چنانچہ تیس ہزار سکہ اس لڑائی مین قتل ہوئے مگر بعض نامرد و بزدل سکہ افغانی تلوارون کی چمک کے
خوف سے دریا مین کود پڑے تہے اور اُنہون نے خیال کیا تہا کہ دریا کو عبور کر کے کسی طرف کو نکل
جائینگے قوم مغل کے نوجوانون نے معلوم کیا تو اُن کے تعاقب مین بڑی سرگرمی دکہائی اور
بندوقون کے لگاتار فیرون سے اُنہین بہی دریاء عدم مین غرق کردیا صرف دو ہزار سوار دریا سے
عبور کر کے زندہ نکل گئے اور کسیکو پتہ نہ لگا کہ کس طرف کو چلے گئے اور کہان جا کر ٹہیرے۔
الغرض سکہون کے قتل و تاراج کے بعد زنگی خان کے حکم سے اُنکے سر جمع کئے گئے اور اس ملک کے

گرد و نواح مین سے بہت سے اونٹ فراہم کرکے وہ پُرغرور سر تھلون مین باندہ کر لا دلئے گئے اور جب یہ سب سامان طیار ہوگیا تو زنگی خان نے اپنی فاتح و منصور فوج کے ساتہ پشاور کی طرف مراجعت کی اُثنائے راہ مین ایک بڑا جرار شاہی لشکر نمودار ہوا جو زنگی خان کی کمک کے لئے پشاور سے روانہ ہوا تہا اور اسی لشکر مین خود افغانستان کا وارث تخت و تاج تیمور شاہ بہی جلوہ افروز تہا زنگی خان نے یہ دریافت کرکے اپنی ہمراہی فوج کو تو رستہ کے ایک کنارہ پر صف بستہ کہڑا کیا اور خود ارد وے معلی مین داخل ہوکر بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی۔ قدمبوسی کی سعادت حاصل کرنے کے اُس نے جنگ کے تمام واقعات عرض کئے اور بدقسمت سکہون کے بے تن سر بادشاہ کے سامنے ڈال دئے بادشاہ نے اپنے محرر خاص کی طرف اشارہ کیا کہ ان سرون کا شمار کرو اور شمار کے بعد ان کی تعداد ایک رجسٹر مین درج کرکے ہمارے حضور مین پیش کرو چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل کیگئی اور ایک مکمل فرد حساب تیار کرکے حضور شاہی مین گزرانی گئی فرد حساب سے معلوم ہوا کہ تین ہزار سر ہین۔

اس رات بادشاہ نے اسی میدان مین قیام کیا ایک کہلے جنگل مین شاہی ڈیرہ نصب کیا گیا اور ایک بڑے عظیم الشان دربار کی بنیاد ڈالی گئی۔ دربار سج سجا کر آراستہ ہوگیا تو بادشاہ ایک مکلف تخت پر جلوہ آرا ہوا اور بڑی شان و شوکت سے جلوہ آرا ہوا۔ زنگی خان اور اُس کے ہمراہی فوجی افسرون کو طلب کرکے سب کو علے قدر مراتب انعام واکرام اور خلعت فاخرہ سے سرافراز فرمایا زنگی خان کی نہایت قیمتی الفاظ مین تعریف کی اور اُس کی بے مثل شجاعت و بہادری کا ذکر کرکے زر و جواہر سے مالا مال کردیا علے ہذا القیاس اُس کی ہمراہی افسرون مثلاً شاہ ولیخان پسر فتح خان کمال زئی اور بہادر خان پسر فیض طلب خان محمد زئی اور ان کے علاوہ یوسف زئی اور مغول کے سردارون کی انتہا درجہ کی عزت افزائی کی اور علے الصباح کوچ کا حکم دیا۔

تیمور شاہ اور اُسکا جرار لشکر کوچ بکوچ ملتان مین داخل ہوا اور بہادران فوج نے فوراً قلعہ کا محاصرہ کرلیا اس محاصرہ کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ محصورین سکہ جان سے تنگ ہوگئے اور عاجز آکر جان و مال کی امان چاہی رحمدل بادشاہ نے اُن کی اس التجا کو قبول کرلیا اور فوجی افسرون کو محاصرہ اُٹھا دینے کا حکم دیدیا سکہون نے قلعہ کی کنجیان کارپردازان سرکار شاہی کے تفویض کردین اور

جس قدر مال و اسباب لاد کر لیجا سکے لے گئے بادشاہ نے ملتان اور اُس کے اطراف و جوانب کا انتظام کیا اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انتظام کیا یہان کی صوبداری شجاع خان صدوزئی کو عنایت فرمائی اور خود دریاء سندھ کو عبور کر کے داخل پشاور ہوا یہان چندروز تک سیر و شکار مین مصروف رہا اور ایک عرصہ تک عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کی۔

مورخین کا بیان ہے کہ سنہ ۱۲۱۳ ہجری تک صوبہ ملتان شاہان درانیہ کے ممالک محروسہ مین داخل تھا ان دنون یہان کی صوبداری شجاع خان صدوزئی کے فرزند رشید نواب مظفر خان بہادر صفدر جنگ کے نامزد تھی اور اس نے کمال ہوشیاری اور بڑی احتیاط کے ساتھ یہان کا انتظام کیا تھا۔

تیمور شاہ کا بہاولپور کی تسخیر کیلئے ملتان پر دوسرا حملہ

جب رکن الدین محمد بہاول خان بہادر عباسی نصرت جنگ نے جو داؤد پوترہ قوم کا رئیس اعظم تھا سندھ و ملتان وغیرہ کے بہت سے ملک اپنے تصرف مین لیلئے اور بے مزاحمت غیرے حکمرانی شروع کر کے خود سر بادشاہ بن بیٹھا اور خراج باج جو کچھ دیتا تھا سب یکلخت موقوف کر دیا تو تیمور شاہ نے خیال کیا کہ اسکا ملک ممالک محروسہ مین شامل کرنا اور اُسے اپنا مطیع و منقاد بنانا چاہیے اور یہ خیال ایسا پکا ہوا کہ اب اُسکا مصمم عزم ہوگیا کہ اپنے خیال کی تکمیل مین بڑی سرگرمی کے ساتھ کوشش کیجئے۔

چنانچہ وہ ایک خونخوار اور بہادر لشکر ساتھ لیکر دارالخلافہ پشاور سے نکل کھڑا ہوا اور یلغار کرتا ہوا داخل ملتان ہوا۔ شہر بہاولپور جو بہاول خان کا پایہ تخت تھا ملتان سے تقریباً چھتیس میل کے فاصلہ پر مشرق کی جانب مائل بجنوب تھا۔ جب بہاول خان نے معلوم کیا کہ تیموری فوج ملتان تک پہنچگئی اور اُسکا ارادہ بہاولپور کی تسخیر کا ہے تو اُس نے اپنی اہل و عیال اور اموال و دولت کو حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور بیش قیمت اموال مین سے جس قدر بن پڑا ایک جگہ جمع کر کے اہل و عیال کو ہمراہ لیا اور بہاولپور سے نکلکر ایک ریگستانی قلعہ مین پناہ لی جو ایسے ہی موقع کیلئے تعمیر کیا گیا تھا۔

تیمور شاہ ملتان کا از سر نو بندوبست کر کے روانہ بہاولپور ہوا اور بغیر جنگ کئے بہاولپور پر قابض ہوگیا لشکر ہراول جو بادشاہ سے پہلے شہر مین پہنچ چکا تھا اُس نے دست غارت فراخ کیا اور جہان تک ہوسکا شہر کو تاراج کر دیا بڑے بڑے شاہی محلات اور عالیشان مکانات مین آگ

لگا دی جو دیکھتے دیکھتے جلکر خاک سیاہ ہو گئے عقب سے بادشاہ پہنچا تو اُسنے بہاول لحان کے تمام اُس اسباب واموال کو فوج کے لئے مباح کر دیا جو وہ چلتے وقت قلعہ مین چھوڑ گیا تھا چنانچہ قلعہ تاراج کیا گیا اور جس قدر نقد وجنس تھا سب لشکر کی ضبطی مین آیا۔

جب شہر خوب تاخت وتاراج کیا جا چکا تو بادشاہ نے حکم فرمایا کہ بیس ہزار جری اور بہادر سوار تین روز کا گھاس دانہ اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لیکر قلعہ کیجانب روانہ ہوں اور بہاول خاں کے استیصال پر مستعد ہوں اور اگر تین روز میں قلعہ فتح نہو تو یہ بیس ہزار سوار فوراً واپس چلے آئیں اور انکی جگہ اور بیس ہزار سوار تین روز کا سامان لیکر جائیں۔ سردار مدو خاں نے جو بڑا نامور فوجی افسر تھا فوراً اپنے لشکر کو مسلح ہونیکا حکم دیدیا۔ اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق تین روز کا ساز وسامان ہمراہ لیکر روانہ قلعہ ہوا۔ قلعہ کے نیچے پہونچکر وہاں کے مواقع دیکھے اور افواج شاہی کی آسایش و راحت کے واسطے قلعہ کے اردگرد دو مین جگہ نہایت عمیق اور گہرے کنوئیں کھودے جنکا پانی تمام افواج شاہی کو کافی ہوگیا۔ جب فوج پانی کیطرف سے مطمئن ہوگئی تو قلعہ کے اندر بڑے بڑے گولے برسانے شروع کئے۔ لیکن قلعہ فی نفسہ اسدرجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ باوجود کثرت گولہ باری کے اوسکے درو دیوار اور چھت پر مطلق اثر نہ پڑا۔ قلعہ کے سامنے کی دیواریں چھوٹے چھوٹے چند روشن دان تھے جو ہوکی آمدورفت اور روشنی کے لئے کھلے چھوڑ دئیے گئے تھے اتفاقاً بغیر قصد وارادہ کے ایک گولہ روشندان سے ہوکر اندر جا پڑا۔ اسے تیمور شاہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ یہ گولہ روشندان سے عبور کرکے اوس میگزین اور باروت خانہ میں پہونچا جہاں باروت اور اسلحہ کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ گولہ کا پھٹنا تھا کہ سارا میگزین باہوتکے زور سے اُڑگیا اور صدہا من باروت اس زور سے اُڑی کہ قلعہ کے تمام ارکان متزلزل ہوگئے۔ اسطرف کی ایک بڑی دیوار منہدم ہوگئی۔ اوراہل قلعہ مضطر و بیحواس ہوکر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ افواج شاہی کو جب آمدورفت کا راستہ مل گیا تو وہ درانہ قلعہ کے اندر گھس گئی بہاول خاں اور اوسکے تمام ہمراہی محصورین کو گرفتار کرلیا۔ اور بے اندازہ مال خزانہ لوٹا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ بہاول لحاں گرفتار نہیں ہوا بلکہ جب اوسنے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار منہدم ہوگئی اور شاہی افواج درانہ قلعہ میں گھس آئی تو وہ دوسری جانب سے نکلکر شاہ تیمور کی ملازمت میں حاضر ہوا اور اپنے جرائم کا اقرار کرکے معافی کا خواستگار ہوا۔ رحمدل اور نیک نہاد بادشاہ نے اوسکا جرم معاف کیا اور مُسکے ستا قلعہ مین چلو آ راہو

یہاں پہونچکر بہاولخاں نے تیمور شاہ اور اسکے امرائے دولت کی شاہانہ دعوت کی اور شرائط میزبانی بڑی سرگرمی سے بجالایا بعد وبہت سے گرانبہا تحفے اور قیمتی ہدیے بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا حلقہ گوش دل میں ڈالا بادشاہ نے بھی اپنی ذاتی مہربانی اور حق شناسی کیوجہ سے اسے خلعت فاخرہ عنایت فرمایا اور اسبات پر مضبوط عہد لیا کہ جب دولت شاہی کا وسیع دائرہ ظالم اور جفاکیش سکھوں کی تنبیہ و تادیب میں گردش کرے تمہیں اور تمہاری قوم والوس کو رکاب سعادت میں حاضر رہنا اور تا بہ امکان امداد و اعانت کرنا ضرور ہے۔ بہاولخاں نے اسکا اعتراف کیا اور تیمور شاہ اپنے فاتح لشکر کو ہمراہ لیکر متوجہ پشاور ہوا گویا اس تاریخ سے بہاولپور کی حکومت تیمور شاہ کی ممالک محروسہ کی فہرست میں شامل ہوئی +

بہاولخاں اصل میں ایک بڑی عظمت و شان کا آدمی تھا اور اپنے تئیں خاندان عباسیہ یعنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبد المطلب کی اولاد کے سلسلہ میں مشہور کرتا تھا۔ بہاولپور کی جسنے بنیاد ڈالی وہ اس بہاولخاں کا عم بزرگوار تھا جو خود بہاولخاں کے نام سے شہرت رکھتا تھا جس زمانہ میں نادر شاہ ہندوستان کی تسخیر کے بعد کابل کا دورہ کرتا ہوا ملک سندھ میں داخل ہوا تو اوسنے اپنی فیاضی اور عام دریادلی سے تمام ملک سندھ نواح ملتان تک خوانین داؤد پوترہ کو عطا کر دیا تھا لیکن جب بہاولخاں اول جو شہر بہاولپور کا اصل بانی ہے تخت نشین ہوا تو اسنے اپنی پرزور تدبیروں اور اہل الرائے کے مفید مشوروں سے نواح بیکانیر اور کنارہ لکھی تک سارے ملک اپنے تصرف میں لے لیے اسکے انتقال کے بعد نواب بہاولخاں دوم جو پہلے بہاولخاں کا حقیقی بھتیجا تھا تخت حکومت پر بیٹھا اور اسکے عہد میں ملک کی ترقی و وسعت کا دائرہ اسقدر وسیع ہوا کہ بہاولپور کے اصل بانی کو اسکی چوتھائی بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہ نواب حافظ قرآن عالم متبحر خوشدیانت رعیت پرور تھا اور قطع نظر ان اوصاف کے ہیبت و شجاعت اور عالی حوصلگی اور فیاضی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اسے اپنی رعایا کی تکلیف و مشقت سے ویسا ہی صدمہ ہوتا تھا جیسا کہ ایک شفیق باپ کو اپنی اولاد کا یا مہربان آقا کو اپنے وفادار جاں نثار غلاموں کا چنانچہ جس زمانہ میں تیمور شاہ کی اوباش اور وحشی فوج نے شہر بہاولپور میں آگ لگا دی اور وہاں کی رعایا پر غارتگری و تاراجی کا ہاتھ

کھو بکر تباہ و برباد کر ڈالا تو اس رحمدل اور رعیت پرور نواب کو انتہا سے زیادہ صدمہ ہوا چنانچہ اسنے تیمور شاہ کی مراجعت کے بعد اسکی یہ تلافی کی کہ لکھو کہا من غلہ اور ہزار ہا روپیہ غریب رعایا پر صرف کرکے شہر کو از سر نو آباد کیا اور اسکی آبادی و آراستگی میں اپنا خزانہ عامرہ بالکل خالی کردیا پر تو تھوڑے ہی عرصہ میں اس شہر نے وہ حیرت انگیز ترقی حاصل کی کہ بیان سے خارج ہے - اسکی قدرتی سفر میں ایک عجیب دلفریبی پیدا ہوگئی - اور ہر چہار طرف سرسبزی و شادابی پھیل گئی - سارے ملک سندھ میں یہی ایک شہر تھا - جہاں ہر طرح کی جنس ہر وقت . . . . . . اور نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ دستیاب ہو سکتی تھی - اور جس چیز کے کہیں ملنے کی توقع نہ ہوتی تھی وہ یہاں حسب دلخواہ بہم پہونچ جاتی تھی - ملکی انتظام اور سیاست کی یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی غریب الدیار مسافر سونا یا جواہرات بھی کسیجگہ ڈالکر چلا جاتا تو کسی چور یا رہزن کو اسکے اٹھانے کی طاقت نہ ہوتی - ملک کی آبادی اس کثرت اور شدت سے تھی کہ ایک بالشت زمین بھی زراعت سے خالی نہ تھی اور کاشتکار لوگ گھر بیٹھے امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے - اسکے ملکی حدود ملتان اور بیکانیر اور لکھی اور سندہ وغیرہ تک پہونچ گئے تھے خاص شہر میں بھی معتدبہ آبادی تھی اور فوجی قوت رفتہ رفتہ اسقدر بڑھ گئی تھی کہ ضرورت کے وقت خاص شہر ہی شہر میں سے تیس ہزار جرار سواروں کا آن واحد میں جمع ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا +

شاہ مرادبی والی ترکستان پر تیمور شاہ کا حملہ

تیمور شاہ جس تاریخ سے تخت نشین ہوا ایک سال کیا بلکہ ایک مہینہ بھی خونریزیوں سے خالی نہیں گیا - اور ہمیشہ خانگی جھگڑوں اور پرزور بغاوتوں میں الجھا رہا - یہ ہی وجہ تھی کہ اوسے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ تمام ملک بغاوتوں کا دنگل بن رہا ہے - جس زمانہ میں وہ بہاولپور پر حملہ آور ہوا حدود ولایت میں عجیب طرح کے ہنگامے برپا تھے - مرادبی اوزبک والی بخارا خراسان و ایران کے بہت سے مضافات دبا بیٹھا اور آئے دن تیمور شاہ کے ممالک محروسہ میں تاخت و تاراج کرتا چلا گیا تیمور شاہ اسوجہ سے نہیں کہ وہ غفلت کی نیند میں ایسا پڑا سوتا تھا کہ اسکے کان پر جوں تک نہ چلتی تھی بلکہ صرف پاس اسلام کی وجہ سے اسکی ان حرکات ناشائستہ سے اغماض کرتا تھا - لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اغماض بھی

اسکے حق میں بہتر نہیں ہوا اور اسکی اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں اُسنے بہاولپور پر شورش کی شاہ مرادبی ملک خراسان پر حملہ آور ہوا اور شہر مرو کو جو ملک خراسان کا بڑا سرسبز اور زرخیز شہر اور تیمور شاہ کے ممالک محروسہ میں سے بڑا نامور و مشہور مقام تہا تاخت و تاراج کرکے وہاں کے قریباً تیس ہزار آدمی قید کرکے لیگیا جن سے بخارا آباد کیا اور بخارا اور سبزوار کے رؤسا کو مرو میں آباد کیا تیمور شاہ ملتان سے واپس آیا تو اسے رستہ ہی میں شاہ مرادبی کی اِس بیجا جرأت وگستاخی کی خبر پہونچی اور اُسنے وہیں سے ترکستان کا عزم مصمم کر لیا لیکن تاہم اسنے یہ انسانیت برتی کہ ترکستان کی طرف متوجہ ہونے سے پیشتر ارکان دولت و اہل الرائے کے مشورہ سے ایک بڑا خط شاہ مرادبی کو روانہ کیا جسمیں بہت سے نصیحت آمیز فقرے اور مشفقانہ کلمات درج تہے اور ساتہ ہی اپنے عزم و قصد سے بھی اطلاع دی تھی اِس خط کے روانہ کرنے سے تیمور شاہ کی اصلی غرض یہ تھی کہ شاید شاہ مرادبی کو ہدایت ہو اور راستی میں آکر اپنی ان بے ادائیوں اور گستاخیوں سے دست برداری کرے مگر شاہ مرادبی اپنی کثرت فوج اور جنگی ساز و سامان پر اسدرجہ مغرور تہا کہ اُسنے تیمور شاہ کے اِس فرمان کی ذرا پروا نہ کی اور اپنے قدیم فسادات اور بے عنوانیوں پر جما رہا ناچار تیمور شاہ کابل میں آیا۔ اور وہاں سے ایک جرار و خونخوار لشکر اور دنیا کے نامور و مشہور افسروں کو ساتہ لیکر نہایت آہستگی اور دہیمی رفتار کے ساتہ بخارا کیطرف بڑھا کیونکہ اُسے قدم قدم پر یہ خیال مدنظر تہا کہ شاید والی بخارا اپنی اِن گستاخیوں اور شوخ چشمیوں پر ندامت اُٹھاکر راہ راست پر آجائے اور سفیران ولایت کو حضور شاہی میں بہیجکر اپنے جرائم و ذمائم کے عفو کی درخواست کرے اور طرفین سے مسلمانوں کی خونریزی ظہور میں نہ آئے الغرض تیمور شاہ کا نامور لشکر جب کوچ بکوچ دریائے جیحون کے ساحل پر پہونچا تو شاہ مرادبی نہایت طیش و غضبناکی کے ساتہ افواج ازبکیہ اور خوانین ترکیہ کے پچاس ہزار بہادر سواروں کو ساتہ لیکر جنگ کے ارادہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بخارا سے چلکر بڑی تیزی اور جوش کے ساتھ ساحل جیحون کی جانب آندہی اور مینہ کی طرح جھپٹا۔ تیمور شاہ کو اسکا خیال بہی نہ تھا کہ وہ بجلی کیطرح چمکتا اور رعد کی طرح گرجتا کابلی فوج کے مقابل ہوا اور اس تیزی سے حملہ آور ہوا کہ تیمور شاہ کی فوج ہتھیار بہی نہ سنبھال سکی صرف پیادوں کی جماعت مسلح تہی اور وہ نہایت ثابت قدمی

اور وہ بمشکل جانبر ہو سکتے ہیں +

یہ نوٹ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شاہ مرادبی خانان ترکیہ اور سرداران اوزبکیہ میں ایک بڑا نامور اور با اقتدار شخص تھا۔ شہر بخارا جو ایک زمانہ تک دارالاسلام کے ممتاز لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور اب بھی یاد کیا جاتا ہے اور سمرقند اور خجند اور شہر سبز وغیرہ کے علاوہ ماوراء النہر کے بہت سے بلاد اسکے قبض و تصرف میں تھے۔ قوم اوزبکیہ کے بادیہ نشین اور خود سر لوگ گو اسکے مطیع و فرمانبردار نہ تھے۔ لیکن تاہم شہری لوگ اس کثرت سے اسکی اطاعت میں تھے کہ اگر ضرورت آپڑے تو چونتیس ہزار بہادر سوار آن واحد میں مسلح ہو کر جمع ہو سکتے تھے وہ مذہباً حنفی اور شریعت کا سخت پابند تھا۔ باوجود شاہانہ شان و شوکت کے سادگی اور بے تکلفی کو نہایت پسند رکھتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسکے بدن میں کبھی کوئی قیمتی کپڑا نہیں دیکھا گیا بلکہ وہ ہمیشہ چند روپوں کا نہایت کم قیمت اور سادہ لباس پہنتا رہا اسکے تورع اور احتیاط کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے اکثر اوقات اپنی روزانہ قوت پیدا کرتا تھا۔ کبھی چکن دوزی سے کچھ پیسے حاصل کر لیتا اور گاہے خیاطی کر کے کچھ قوت لایموت پیدا کرتا تھا۔

مسائل شرعیہ یعنے عبادات و معاملات میں مجتہد وقت تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسے فقہیہ مسائل میں اسقدر غلو تھا کہ بڑے بڑے مجتہدین فن اسکے سامنے لب جنبانی کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے علماء اسکی ہمہ دانی اور مداخلت علمی کیوجہ سے بلا سند اوسکا قول نقل کرتے تھے جس متنازع فیہ مسئلہ میں وہ فیصلہ دیتا تھا فقہا و علماء کتب فقہ کی حاشیہ پر اسے لکھکر آخر میں یہ عبارت قلمبند کر دیتے تھے کہ حضرت ولی النعم نے ایسا فرمایا ہے اور یہی حق اور درست ہے چنانچہ اسوقت تک بعض خراسانی نسخوں میں اسطرح کی عبارتیں جابجا دیکھی جاتی ہیں +

گروہ علماء میں اسکا وہ اقتدار اور اعزاز تسلیم کیا جاتا تھا کہ بغیر اسکی رجوع اور توجہ کے کوئی مشکل اور دقیق مسئلہ عام طور پر مروج نہیں ہو سکتا تھا اور بڑے سے بڑے مجتہد العصر اور فاضل اجل کو اسکے رواج دینے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اسکے عہد میں ایک نہایت عمیق کنواں بنایا گیا تھا جسے گنہ خانہ کے نام سے مشہور کر رکھا تھا اور یہ اس شخص کے لئے قید خانہ تھا جو اہل سنت کے عقائد کے برخلاف کوئی بات منہ سے نکالتا تھا گویا ایسے شخص کی یہ سزا تھی کہ عرصہ دراز تک اس کنوئیں میں قیدی ہو کر رہتا تھا۔ دوبارکے

محتسب اُن لوگوں کی تلاش میں سرگرم رہتے تھے جو عقائد حقہ کے برخلاف کسی امر کی اشاعت دیتے یا اوسکی اشاعت کے محرک ہوتے تھے +

شاہ مرادبی بیشک بظاہر بے مروت آدمی تہا لیکن جو لوگ اُسکی اس بے مروتی پر نکتہ چین ہوکر طرح طرح کے الزام اُسکے سر دہرتے ہیں یہ اونکی سخت غلطی اور تعصب مذہبی ہے اسکی بے مروتی ہمیشہ ایسے موقعوں پر ظاہر ہوئی جنہیں وہ نہ صرف اپنے خیال میں بلکہ اہل الرائے اور انصاف پسند لوگوں کے خیال میں فضول اور بیہودہ سمجھتا تہا وہ مسرفانہ فیاضیوں سے بدل متنفر تہا اور فضول شان و شوکت کو ہمیشہ ناپسند کرتا تہا بیشک اُسنے امیر تیمور کے گنبد کا طلا کار قبہ جو شہر سمرقند میں واقع تہا اوتروا کر فروخت کر دیا اور اسکی قیمت علماء و فضلاے مصارف میں خرچ کر دی مگر جب اسکی اس غیر مانوس کارروائی پر لوگوں نے اعتراض کیا تو اسنے بڑی دلیری اور جرأت سے بہت ہی معقول جواب دیا کہ مزارات پر گنبدوں یا قبوں کا تعمیر کرانا بدعت اور اسراف میں داخل ہے اگر میں نے امیر تیمور کے مزار کا قبہ مسمار کرا دیا تو مجہپر کسیکو اعتراض کرنے کا کچھ حق نہیں +
خراسان اور اسکے مضافات کے علاوہ اور بہی بہت سے شہر تہے جنپر شاہ مرادبی کی حکومت کا جہنڈا گڑا ہوا تہا شہر مرو جو خراسان کے اطراف میں ایک نہایت شاداب و سرسبز اور مشہور شہر ہے وہ اسکا مطیع و محکوم تہا وہ یہاں سے قریباً تیس ہزار آدمی لیگیا جن سے بخارا وغیرہ کو آباد کیا اور بخارا و سمرقند اور شہر سبز کے باشندوں کو مرو میں لیجا کر بسایا یہاں بڑے بڑے مدرسے اور عظیم الشان کالج قایم کئے تاکہ علماء حنفیہ علاوہ نقلی و عقلی علوم کے مسائل عبادات و معاملات کا درس دیں اور حنفی مذہب کی عمارت کو خوب مستحکم و مضبوط کریں۔ سلطان ابو الغازیخاں جو شہر بخارا کا بادشاہ تہا شاہ مرادبی کے عہد میں اُسکا درجہ ضعیف اور بے قابو تہا اسکے تمام اختیارات مسلوب تہے اور حکومت برائے نام باقی رکہی تہی۔ چنانچہ شاہ عزت اللہ میرزادہ شہر ہند کے فرزند رشید شاہ ہیبت اللہ نقل کرتے ہیں کہ شاہ مرادبی کی عہد حکومت میں ایک دفعہ میں بخارا گیا وہاں ایک اونچے بالاخانہ پر میں اور میرے ساتہ اوس شہر کا ایک بڑا رئیس بیٹہا تہا شام ہونے کو تہی کہ دفعۃً دو نوجوان جنکے چہروں سے نجابت و شرافت کے آثار پڑے نچڑ رہے تہے دو تر کی گہوڑوں پر سوار ہوئے آئے انکے بدنوں کو ترکی لباس چہپائے ہوئے تہا اور عالمانہ عمامے سروں پر موجود تہے یہ دونوں نوخیز لڑکے جب ہمارے بالاخانہ کے نیچے آئے تو گہوڑے روک کر

کھڑے ہوگئے اور فارسی زبان میں نہایت بجاجت کے ساتھ پانی مانگا صاحبخانہ نے بآداب تمام پانی پلایا وہ پانی پیکر آگے بڑھے تو میں نے اپنے ہمنشین سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھے اُسنے خونبار آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہاکر کہا کہ یہ دونوں نوجوان سلطان ابو الغازی خاں کے فرزند ہیں۔ جو شاہ مراد بی کے ہاتھ سے اس ذلت کو پہونچے ہیں کہ یہ دو گھوڑے اوسکی سرکار سے انکے لئے مقرر ہوئے ہیں جنپر کبھی کبھی سوار ہوکر بازار میں نکلتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ بہاؤالدین نقشبندی قدس سرہ کے مزار سے واپس آتے ہیں۔ شاہ ہیبت اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اُن کا یہ حال سنکر کمال افسوس ہوا بعد ازاں بعد اُس شخص سے دریافت کیا کہ اُن نوجوانوں کے باپ کا کیا حال ہے کہا اُسکی ساری حشمت و شوکت خاک میں ملگئی ہے اور قیدیوں کیطرح ایک مکان میں رہتا ہے صرف جمعہ کے دن جامع مسجد میں آتا ہے سواری کا ایک گھوڑا اور چند آدمی شاہ مراد بی کیطرف سے اسکی جلو میں چلتے ہیں وہ یہاں کے باشندوں کی آنکھوں میں ایسا بے وقعت و بے وقر ہے کہ مسجد میں ایک شخص بھی اسکی تعظیم نہیں کرتا کیونکہ شاہ مراد بی نے عام نمازیوں کو ہدایت کردی ہے کہ شاہ ابو الغازی بھی تم جیسا ایک آدمی ہی اور جب یہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تم اس کی تعظیم دو۔ علاوہ ازیں سکہ اور خطبہ سے اُسکا نام موقوف ہوگیا ہے اور بجائے اسکے شاہ مراد بی نے اشرفی کے ایک جانب اپنے مرحوم باپ دانیال بی کا نام کندہ کرا رکھا ہے اور ایک طرف شہر کا نام اور سنہ ہجری ثبت ہے۔ شاہ ہیبت اللہ کا بیان ہے کہ جب میں نے اُن بزرگ کی زبانی یہ حالات سنے تو چند روز بخارا میں توطن اختیار کیا اور شاہ مراد بی کو بالکل ویسا ہی پایا جیسا کہ میرے ہمنشین بزرگوار نے بیان کیا تھا۔ الغرض شاہ مراد بی ایک نہایت متشرع اور دیندار شخص تھا اور احکام شریعت کی ترویج میں بڑی ثابت قدمی اور اولوالعزمی کے ساتھ مستعد و سرگرم رہتا تھا۔

صوبۂ کشمیر کی بغاوت اور تیموری فوج کی شکست

جس زمانہ میں تیمور شاہ خراسان سے فتحیاب ہوکر داخل کابل ہوا ہے تو چاروں طرف جنگ کے ہنگامے گرم تھے اور پرزور بغاوتیں پھیل رہی تھیں۔ حاجی کریم داد خاں عرض بیگی بامی زئی جو مرحوم

جو احمد شاہ درانی کی طرف سے کشمیر کی صوبداری معزز منصب سے سرفراز و ممتاز تھا جب اُس کا انتقال ہوگیا تو اُس کا سب میں چھوٹا فرزند آزاد خاں اپنی ذاتی جرأت و دلاوری اور شجاعت و بہادری کی وجہ سے بزور باپ کی جگہ کشمیر کا صوبدار ہوگیا اور اپنے بھائیوں کو جلاوطن کرکے وہاں کے مالی و ملکی انتظام میں مشغول ہوا فوجی قوت بڑھانے کے لئے لشکریوں کو زر نقد اور کشمیر کی نفیس شالوں سے مالامال کردیا اور موجودہ فوج کے علاوہ تین ہزار سواروں کا جرار دستہ جس میں سکھ اور نواح لاہور کے دیگر بڑے بڑے بہادر اور نامور پہلوان تھے ایزاد کیا جو ہر وقت باڈی گارڈ کی جگہ اُس کے ہمرکاب رہتا تھا۔ جب آزاد خاں نے اپنی فوجی قوت خاطر خواہ بڑھالی تو یکلخت شاہی خراج موقوف کرکے علم بغاوت اونچا کیا۔ تیمور شاہ نے جب یہ خبر سنی تو دفعۃً چونک پڑا اور منغض ہوکر ارکان دولت اور اہل الرائے سے مشورہ لیا بعد رد و کد کے یہ صلاح ٹھیری کہ اولاً آزاد خاں کو نصیحت کرنی چاہیئے اور اُس کے بعد وہ اگر اپنی تمردی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو اُس کی تادیب و تنبیہ کے لیئے فوجکشی کرنی ضرور ہے چنانچہ تیمور شاہ نے اپنے دولتخواہان بارگاہ کے مشورہ سے مرزا محمد علی خاں کو جو کفایت خاں کے خطاب سے مشہور تھا روانہ کشمیر کیا تاکہ وہ اپنی دلپذیر نصیحتوں اور پُراثر تقریروں سے آزاد خاں کو راہ راست پر لے آئے۔

مرزا محمد علی خاں کشمیر پہنچا تو آزاد خاں کی سفاکی اور جبّاری دیکھکر نصیحت کرنے اور شاہی پیام دینے سے ہچکچایا مگر چونکہ اُسے بادشاہ کی طرف سے یہ خدمت سپرد ہوچکی تھی اس لئے اُسے اپنا منصبی فرض ادا کرنا ضرور تھا ناچار موقع و محل دیکھکر نہایت نرم الفاظ میں چند نصیحتانہ کلمات کہے اور دو تین لاکھ روپیہ لیکر متوجہ کابل ہوا خان مذکور ابھی کشمیر کی حد سے باہر ہوا تھا کہ تیمور شاہ نے آزاد خاں کی تمردی و سرکشی کی خبر سنکر مرتضےٰ خاں اور زمانخاں کو جو آزاد خاں کے بڑے بھائی تھے تیس ہزار فوج دیکر اُسکی گوشمالی کے لئے روانہ کیا یہ فوج بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور بہت ہی جلد نواح کشمیر میں پہنچکر قصبہ پکھلی میں قیام کیا۔ اسی قصبہ میں آزاد خاں کے خُسر کا مکان تھا اور اتفاق وقت سے اسموقع پر وہ بھی یہیں سکونت پذیر تھا شاہی فوج کی آمد آمد کی خبر سنکر گھبرا گیا اور اُس کے آئے ہوئے ہوش و حواس جاتے رہے مگر تاہم اُس نے نہایت ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ فوجکو صلح

ہوئے اور معرکہ میں آنے کا حکم دیا اور خود اپنے دو بھائیوں کو ساتھ لیکر شاہی فوج کے مشاہدہ کی غرض سے نکلا دریا کے اس پار شاہی فوج پڑی ہوئی تھی اور آزاد خاں دریا کے پار اس کنارہ کھڑا فوج کا تماشا دیکھ رہا تھا اسوقت اس میں اور شاہی فوج میں صرف دریا حد فاصل تھا شاہی فوج کے چند آدمی جو دریا کے دوسرے کنارہ پر ڈیرے خیمے لگائے بیٹھے تھے انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو آزاد خاں نے بڑی جرأت و دلیری سے فارسی زبان میں کہا میں ہوں آزاد خاں تمھارا باپ یہ کہہ کر خود آزاد خاں اور اس کے دونوں بھائیوں نے بندوق کے چند فیر کئے اور متوجہ لشکر ہوئے

دوسرے روز دونوں طرف سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور سخت معرکہ ہوا اگرچہ ابتدأ شاہی فوج فتحیاب ہوئی اور ملا اعظم خاں جو آزاد خاں کے لشکر کا ایک بڑا بہادر جنرل اور نامور سپہ سالار تھا عین میدان جنگ میں زخمی ہوکر مارڈالا گیا اور دو ہزار جنگجو اور خونریز سپاہی مظفر آباد کے دریا میں غرق ہوگئے مگر آخر کار معاملہ جنگ برعکس ہوا اور ہوا کا رُخ ادھر اُدھر ہوگیا اسکی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ آزاد خاں نے جب اپنی فوجکو دیکھا کہ ان کے قدم میدان جنگ سے اُکھڑ گئے تو اُس نے چاہا کہ کشتی میں سوار ہوکر اور دریا سے عبور کرکے بھاگ جائے اور اپنے ہزیمت خوردہ نوجوانوں کو ساتھ لیکر کسی اور طرف کو نکل جائے کہ دفعتہً پہلوان خاں اُسکا چچازاد بھائی جو بہادری اور دلاوری میں شہرہ آفاق تھا اُس کے سامنے آموجود ہوا اور خیرخواہی کے لہجہ میں بولا کہ اے سردار میں تجھ سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہ سے بغاوت نہ کر اور اُس کی اطاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھ لیکن تو ایسی غفلت کی نیند میں سوتا اور کثرت فوج پر اسقدر مغرور تھا کہ میری ایک نہ سُنی تیری پہلی غلطی اور بڑی سنگین غلطی یہ تھی کہ تو نے علم بغاوت اونچا کیا اور اب دوسری غلطی یہ کی کہ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے اور اپنے خاندان کے نام پر نامردی کا بدنما داغ لگانا چاہتا ہے تو استقلال اور ثابت قدمی اختیار کر میں تیری مدد کو موجود ہوں تیرے مخالفوں سے لڑونگا اور جب تک جسم میں جان باقی ہے تجھے فتحیاب کرانے کی کوشش میں مصروف رہونگا۔ یہ کہکر پہلوان خان نے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے فراہم کیا اور دوبارہ ترتیب دیکر اس تیزی اور زور سے حملہ آور ہوا کہ شاہی فوج کے بڑے بڑے مشہور و نامور امرا کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ برہان خاں پوپل زئی جو بڑا تجربہ کار افسر اور

شاہی فوج کا کمانڈر انچیف تھا گرفتار ہوا اور بہت سے افسر مارے گئے باقی فوجیں میدان جنگ سے ہٹ گئیں اور اب اُن میں ایسی ابتری اور بے ترتیبی پھیلی کہ کسیکو تابِ مقابلہ نہ رہی آزاد خاں مظفر و منصور ہو کر کشمیر واپس آیا اور شہر کے نظم و نسق میں مصروف ہوا۔ شاہی فوج کئی روز بعد قصبہ پکھلی میں جمع ہوئی اور جب جنگ کا سامان خاطر خواہ مرتب ہوگیا تو آندھی مینہ کی طرح کشمیر پر یورش کی آزاد خاں جو فی نفسہٖ نہایت شجاع اور بہادر تھا مقابلہ کے لیئے آمادہ ہوا اور تمام دن بڑے گھمسان کی لڑائی رہی انجام کار فوج شاہی کو پس پا ہونا پڑا اور یہ میدان بھی آزاد خاں ہی کے ہاتھ رہا اِس معرکہ میں بھی تیمور شاہ کے کئی نامی گرامی سردار اور بہت سی فوج آزاد خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئی اور بے شمار آدمی مجروح و مقتول ہوئے۔

اِس لڑائی کے متعلق ایک عجیب و غریب نقل بیان کی جاتی ہے کہ باوجود شاہی لشکر کے شکست پا جانے کے ایک شخص ہاتھ میں برہنہ شمشیر لئے ہوئے میدان میں کھڑا رہا اور آزاد خاں کی فوجکو شمشیر کی جواب دیتا رہا شاہی فوج اگرچہ نہایت بے سروسامانی سے بھاگی جاتی تھی مگر یہ شخص دو طرفہ تلوار مارتا ہوا آگے بڑھا آتا تھا آزاد خاں نے اسکی جرأت و بہادری پر تعجب کر کے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اِس شخص کو زندہ گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آؤ ہر چند لوگ اُس سے کہتے تھے کہ تجھے ہمارا سردار آزاد خاں بلاتا اور امان کا وعدہ دیتا ہے مگر وہ کسی کی کچھ نہ سنتا تھا اور اسی طرح تنہا تلوار مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تھا یہاں تک کہ ایک شخص کی تلوار کی ضرب نے اُسکے دائیں ہاتھ کو مجروح کر دیا جب اُس کا یہ ہاتھ بیکار ہوگیا تو اُس نے دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑلی اور بدستور سابق لوگوں کو مارتا ہوا آگے بڑھا آخر کار بہت سے آدمیوں نے اُسے نرغہ میں کر لیا اور کہا اے شخص تو اپنے آقا کا حق نمک ادا کر چکا اب جب تیری فوج شکست کھا کر بھاگ گئی اور تو میدان جنگ میں تنہا رہ گیا تو کیوں اپنی جان بغیر ضائع کرتا ہے ہمارے صوبدار نے تجھے پناہ دیدی ہے اُسکے پاس چل اور کسی طرح کا اندیشہ نہ کر اِس شخص نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع یہی بات ہے تو تم لوگ مجھ سے الگ ہو جاؤ میں خود اُسکے پاس چلا چلتا ہوں چنانچہ اُس نے جنگ موقوف کی اور قدرے پانی پیکر آزاد خاں کے حضور میں حاضر ہوا گھوڑے سے اتر کر سلام علیک کیا اور ادب کے ساتھ کھڑا ہوگیا آزاد خاں نے اُسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیرا کیا نام ہے کہاں

رہتا ہے اور کس قوم کا ہے اس کے جواب میں اس نے نہایت لجاجت آمیز لہجہ میں کہا حضور میں ایک سپاہی منش آدمی ہوں قریہ اتمان خیل یوسف زئی کا باشندہ میرا نام علول شاہ ہے اور سادات میں سلسلۂ نسب ملتا ہے آزاد خاں اس جواب سے بہت مسرور ہوا اور فوراً ایک چابکدست اور ہوشیار جراح کو طلب کر کے فرمایا کہ اس شخص کے علاج میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کرو اگر دس روز میں یہ بالکل تندرست نہ ہوا تو قتل کی سزا کو پہنچے گا یہ کہہ کر سو روپے جراح کو خرچ کے لیئے دیئے اور اپنے مطبخ خاص سے دونوں وقت کا کھانا مقرر کر دیا علول شاہ دس روز میں بالکل تندرست ہو گیا اور غسل صحت کے بعد آزاد خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجا لایا آزاد خاں نے دریافت کیا سید اہل لشکر میں سے تم کو کسی سے تعارف ہے یا کوئی تمہیں پہچانتا ہے علول شاہ نے عرض کیا کہ میں بجز نجیب اللہ خاں کے اور کسی کو نہیں جانتا نجیب اللہ خاں طلب کیا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ بیشک میں اس جوان سے خوب واقف ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ سید ہے آزاد خاں نے پانسو روپیہ راہ خرچ اور تین سو روپیہ ماہانہ مقرر کر کے رخصت کیا اور کہا اپنے وطن جا کر نہایت تجربہ کار اور بہادر جوانوں کو تلاش کر کے لائیں ان کی معقول اور بیش قرار تنخواہیں مقرر کرونگا اور اپنی سرکار کی ملازمت کا اعزاز دونگا۔

زاں بعد آزاد خاں نے اسیران فوج شاہی کو اپنے حضور میں بلا کر حکم دیا کہ تم لوگ اگر میری ملازمت اختیار کرتے ہو تو جان کی سلامتی پا سکتے ہو اکثر لوگوں نے اطاعت قبول کی اور بیش قرار تنخواہوں پر ملازم ہوئے مگر قریباً پندرہ سو آدمی اس کی اطاعت پر رضی نہیں ہوئے جو کشتیوں میں بٹھا کر غرق دریا کر دیئے گئے۔ مورخوں کا بیان ہے کہ آزاد خاں فوج کی بڑی قدر اور نگہداشت کرتا تھا لیکن جیسا وہ قدر شناس فوج تھا ویسا ہی ظالم و سفاک بھی تھا۔

فوج شاہی کی فتح اور آزاد خاں کی تباہی

جب دار السلطنت کابل میں فوج شاہی کی شکست کی متواتر خبریں پہونچیں تو سارے شہر میں تلاطم مچگیا اور تیمور شاہ پر یہ حکم ہوا کہ مرتضےٰ خاں اور زمانخاں اپنے چھوٹے بھائی آزاد خاں سے شکست پا کر فیض طلب خاں وغیرہ سرداروں کے ساتھ پشاور بھاگ آئے ہیں اور لشکر کا ایک بڑا حصہ تباہ و برباد ہو گیا تو اس کی طبع ہمایوں نہایت متغض

و پریشان ہوئی لیکن تاہم اُس نے بڑے استقلال کے ساتھ ایک اور نہایت جرّار و خونریز لشکر کی ترتیب کا حکم دیا اور ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ مع لشکر کے پشاور میں جلوہ آرا ہوا افسران فوج میں سردار مدد خاں ایک بڑا نامور اور مشہور افسر تھا جرأت و مردانگی اور دانائی و شجاعت میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا تھا بھی بڑا نمک حلال اور خدا شناس یہی جا نثار خراسانیوں اور سندھیوں کی بغاوتوں کا جس نے خاتمہ کردیا وہ یہی مدد خاں تھا۔ تیمور شاہ نے دوبارہ اپنے لشکر کو نظر انتخاب سے دیکھا اور دو سپہ سالار مقرر کئے جو دولت درّانیہ کے بڑے جانباز اور نامور افسر تھے جب لشکر سب طرح سے آراستہ ہوگیا تو بادشاہ نے تمام افسران درّانیہ اور یوسف زئی کو سردار مدد خاں کی ماتحتی میں آزاد خاں کی تنبیہ و استیصال کے لیئے روانہ کیا مدد خاں اس فوج عظیم کو لیکر آگے بڑھا اور گندگاہ اٹک سے دریائے سندھ کو عبور کرکے بڑی تیزی کے ساتھ نواح کشمیر میں آدھمکا۔

آزاد خاں جسے اپنی جبلی شجاعت اور فطرتی جرأت و ہمت پر بڑا ناز تھا اور ان فتوحات نے اسکی اُمیدیں بہت وسیع کردی تھیں ایک عظیم الشان فوج لیکر مدد خاں کے مقابلہ کے لیئے نکلا اور ایسی تیزی سے حملہ آور ہوا کہ مدد خاں کی فوج میں ہل چل پڑگئی سارے لشکر میں تزلزل عام پیدا ہوگیا اور شجاعان درّانیہ کا دُوچھ قدر سے ڈھیلا پڑگیا۔ کئی روز تک سخت معرکہ رہا اور جانبین سے بہت سی جانیں ضائع ہوئیں آزاد خاں کی فطری شجاعت اور جبلی دلیری نے حملہ آور فوج کے بڑے بڑے افسروں کے دلوں پر اپنی سفاکی و بہادری کا سکہ بٹھا دیا مدد خاں جو افسران درّانیہ اور شجاعان یوسف زئی میں نظر انتخاب سے دیکھا جاتا تھا اور دولت افغانیہ کا بڑا نامور و مشہور سپہ سالار تھا اپنے حریف کی انتہا سے زیادہ بیجگری دیکھ کر خود سمجھ گیا کہ آزاد خاں پر جنگ کے ذریعہ سے فتح پانا آسان امر نہیں ہے اس بنا پر اُس نے تلوار کے بدلے تدبیر سے کام لیا اور مال و زر کی طمع دلاکر دشمن کے کئی فوجی افسر توڑ لیئے مدد خاں کی یہ تدبیر حقیقت میں ایک بڑی بانتیجہ اور مفید تدبیر تھی جس نے اس نازک موقع پر تیغ و خنجر سے بڑھکر کام دیا قریبًا پچاس سرداروں نے اس طمع پر آزاد خاں کا ساتھ چھوڑکر مدد خاں سے جا موافقت کی اور درپردہ جنگ کے منصوبے گانٹھے لیکن آخر کار نتیجہ جنگ نے ثابت کردیا کہ جن لوگوں نے آزاد خاں سے دغا کرکے مدد خاں سے موافقت کی تھی اُنھوں نے اُس کے ساتھ بھی وفاداری نہیں کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات آزاد خاں نے اپنے ایک فوجی افسر شادی خاں کو جو بڑے بڑے

معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھا چکا تھا اور اکثر مواقع پر اپنی جانبازی اور فدائیت کے صلہ میں معزز تمغے حاصل کر چکا تھا لشکر شاہی پر شبخون مارنے کے لئے روانہ کیا مدد خاں پہلے ہی ہوشیار تھا اور مراسم احتیاط کو بخوبی عمل میں لا چکا تھا شاہی خاں حملہ آور ہوا تو مقابل فوج کو مسلح پایا دونوں فوجیں مقابل ہوئیں اور اس قدر خونریزی ہوئی کہ سارا جنگل بہادروں کے خون سے بھیگ گیا آزاد خاں کو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی ایک ٹڈی جرار فوج لیکر عقب سے روانہ ہوا اور اپنی خداداد شجاعت اور بیجگری کے نمایاں اثر دکھائے لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا اور آخر کار میدان جنگ سے واپس ہو کر داخل لشکر ہوا۔

کئی روز تک جانبین سے سلسلہ جنگ قائم رہا اور دونوں طرف کے بہت سے جانباز اور بہادر جوان میدان جنگ میں داد شجاعت دیکر مارے گئے اس اثنا میں اگرچہ آزاد خاں نے تدابیر جنگ کا کوئی پہلو اٹھا نہ رکھا اور بہتر سے بہتر کوشش عمل میں لایا جنسے حریف کی فوجی طاقت کو سخت صدمہ پہنچا لیکن انجام کار اُسکی تمام کوششیں بیکار گئیں اور جنگ کا اخیر فیصلہ حریف ہی کے حق میں رہا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ میرے چند افسروں نے مدد خاں سے آمیزش کر لی ہے تو اُس پر اور بھی مایوسی چھا گئی اور اپنی ناکامی پر سخت افسوس ہوا ایک رات آزاد خاں اپنے خیمہ میں تنہا بیٹھا ہوا انہی سلسل اور پیچ در پیچ خیالات میں غلطاں پیچاں تھا اور اپنی صلح و جنگ کے دونوں پہلوؤں پر بغور نظر ڈال رہا تھا کہ دفعۃً چونک پڑا اور نہایت غیظ و غضب کی آواز میں بول اٹھا کہ دبکر صلح کرنے اور تیمور شاہ کو خراج دینے کی ذلت تو مجھ سے اُٹھائی نہیں جائیگی بہتر یہ ہے کہ کسی پناہ کے مقام پر چلا جاؤں اور تلوار کے زور سے نہیں بلکہ تدبیر کے زور سے کوئی نمایاں کام ظاہر کروں بس میرا قطعی فیصلہ یہی ہے اور اسی پر عمل درآمد کرنا چاہیئے یہ کہکر وہ بڑی بافسردگی کیسا تھ اٹھا اور خوابگاہ کے کمرے میں جا کر سو رہا صبح ہوئی تو دونوں فوجیں حسب معمول صف آرا ہوئیں اور آزاد خاں اپنے معتمد علیہ افسروں کو جنگ میں مصروف رہنے کی تاکید کر کے کشمیر کو چھوڑ کر پس کے کوہستان کی طرف روانہ ہوا کیونکہ یہاں کا راجہ رستم نام اُس کا خسر حکومت کرتا تھا چونکہ یہ کوہستان نہایت صعب و دشوار گذار گھاٹیاں رکھتا اور بظاہر نہایت امن و امان کا مقام تھا اس لیئے آزاد خاں نے اپنے رہنے کے لیئے یہی مقام پسند کیا رستم نے اپنے داماد کی پاسداری و حفاظت میں بظاہر بہت کچھ کوشش کی اور اپنے مکان خاص میں فروکش کر کے نہایت ارادت اور عقیدتمندی کے ساتھ مہمانی میں مصروف ہوا آزاد خاں کو مطلق خبر نہ تھی کہ یہاں میرے ساتھ دغا

کی جائے گی اور رستم جو میرا خسر ہے اسی کے ہاتھوں میری تمام آرزوں اور تمناؤں کا خون ہوگا اور جس تدبیر و کوشش کے لیئے میں یہاں قیام پذیر ہوتا ہوں اُسکا ہمیشہ کے لیئے خاتمہ ہوجائیگا اس نے اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھکر نہایت اطمینان کے ساتھ رہنا اختیار کیا رستم نے جسکی قسمت میں روز ازل سے لکھا تھا کہ ایک نہایت جری اور بہادر شخص کو دغا سے مرواڈالنے کا بدنما داغ اپنے لیئے اختیار کرے اور اپنے داماد کا قاتل یا اسکے قتل میں کوشش کرنے والا کہلائے سردار مدد خاں سے سازش کرلی اور اس اندیشہ سے کہ مبادا آزاد خاں جو بیشل جری اور بے نظیر شجاع ہے مجھے قتل کرکے ملک و مال پر قبضہ کرلے اور نیز اس خوف سے کہ اگر میں مدد خاں کی مرضی کے خلاف کروں گا تو غضب شاہی میں گرفتار ہوجاؤں گا مدد خاں کو خفیہ اس امر کی اطلاع دے اور تدریجاً بلطایف الحیل آزاد خاں کے رفقا کو اُس سے علیحدہ کرلیا اور اس کے جسم سے تمام ہتیار الگ کرا لیئے لیکن تاہم ایک پیش قبض جو اُس کا قدیم رفیق تھا اور جسے آزاد خاں نے کبھی اپنے جسم سے جدا نہیں کیا تھا شب و روز اس کی کمر میں اڑھا رہا۔

مدد خاں کو رستم کا پیام پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے فوراً اطلاع دی کہ تم آزاد خاں کو یا تو کسی حیلہ سے گرفتار کرلو یا فوج کا ایک بڑا دستہ اُسکے رہنے کے مکان پر متعین کردو کہ خفیہ طور سے اسکی حفاظت رکھے اور اس بارہ میں تاکید سمجھو کہ آزاد خاں نکلکر کہیں جانے نہ پائے جس وقت وہ گرفتار ہوجائے یا حراست فوج میں آجائے تو مجھے فوراً اطلاع کرو۔ رستم اس پیام سے ڈر گیا اور آزاد خاں کی گرفتاری کی تدبیر میں سرگرم ہوا ایکدن کا ذکر ہے کہ آزاد خاں ایک کمرہ میں غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا رستم نے جب ایسا غافل دیکھا تو اُس نے کمرہ کے تمام دروازے بند کرکے مقفل کرادیئے اور مدد خاں کو کہلا بھیجا کہ میں نے آزاد خاں کو گرفتار کرلیا ہے تم جلد آؤ اور اُس کا کام تمام کردو۔ مدد خاں نے بڑی عجلت کے ساتھ اسلام خاں کی سرکردگی میں دو ہزار سوار کرکے اُدھر روانہ کیا اور تاکیدی حکم دیا کہ جلد جاؤ اور آزاد خاں کو جہانتک بن پڑے زندہ گرفتار کرلو اسلام خاں بڑی تیزی سے بڑھا اور ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کے ساتھ آزاد خاں کے سر پر پہنچا گھوڑوں کی ٹاپوں کی دہشت ناک آواز سے آزاد خاں چونک پڑا اور نہایت مضطربانہ خوابگاہ سے اٹھا دروازہ کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ میں اس کمرہ میں گرفتار کیا گیا اور میرے خسر نے مجھ سے دغا کی اب میری مخلصی نہایت دشوار اور زندگی سخت مشکل ہے دشمن سر پر کھڑا ہے کوئی دم میں گرفتار ہوتا

اور طرح طرح کی سیاست اور ذلت وخواری سے قتل کیا جاتا ہوں۔

آزاد خاں زندگی سے مایوس ہو کر اس پیش قبض کی طرف ہاتھ لیگیا جو اس کی کمر سے کبھی جدا نہیں ہوا تھا اور اسی یاس و نا امیدی کی حالت میں پیش قبض ہاتھ میں لیکر ایک بڑے طیش کے لہجہ میں کہا کہ دشمن کے ہاتھ میں اپنی عزت و ناموس دینے سے پہلے خود مرجانا بہتر ہے یہ کہکر اس نے اپنے سینہ میں بڑی بیرحمی اور بیجگری سے پیش قبض مارا اور دھڑام سے فرش پر گر پڑا اسلام خاں جو آزاد خاں کی گرفتاری کی تدبیریں کھڑا سوچ رہا تھا یہ آواز سنکر بیتابانہ دروازہ کے پاس آیا اور کواڑ توڑ کر اندر گھسا دیکھتا ہے کہ آزاد خاں فرش زمین پر پڑا حرکت مذبوحی کر رہا ہے یہ دیکھکر برہنہ تلوار لئے ہوئے آگے بڑھا اور آزاد خاں کے سر پر مارنے ہی کو تھا کہ وہ شیر ببر کی طرح اسی مذبوحی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا اور غضبناک جرأت سے دلیرانہ آگے بڑھا چونکہ بہتا تھا چاہا کہ حریف کی تلوار چھین کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے مگر ایک دو ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ غش کھا کر گر پڑا اسلام خاں فوراً اسکے سینے پر چڑھ بیٹھا اور نہایت بیرحمی سے اس کی آنکھیں نکال لیں آزاد خاں جو موت کے تلخ گھونٹ پی رہا تھا اور دم واپسین میں سے جو انہیں پورا کر رہا تھا سانس توڑتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ او نامرد کتے اگر اس حالت میں بھی کوئی ہتیار میرے پاس ہوتا تو تو یہاں تک ہرگز نہ پہنچ سکتا اس جملہ کے پورے ہوتے ہی اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ دفعۃً ٹھنڈا پڑ گیا اسلام خاں نے سر تن سے جدا کیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر لشکر شاہی میں آداخل ہوا۔

تیمور شاہ جو ابھی تک پشاور میں جلوہ آرا تھا اور آزاد خاں کی مہم سے نہایت متفکر و متردد تھا جب آزاد خاں کی آنکھیں اور سر اور عقب سے لاش بے سر پہونچی تو اس نے مقتول کی لاش دیکھ کر بہت ہی افسوس ظاہر کیا اور فوجی افسروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آزاد خاں جیسا آزاد جوان مرد دلاور اولوالعزم بہادر اس سلوک کے قابل نہ تھا اگر میں معرکہ میں شریک ہوتا تو اس کے یہ اوصاف مجھ سے سفارش کر کے ضرور اس کی جان بچا لیتے افسوس ایسا بہادر ایسا دلیر میرے سامنے اس صورت میں پڑا نظر آئے اور میں اس فتح پر خوشی مناؤں اگرچہ تیمور شاہ کو آزاد خاں کے مارے جانے سے سخت صدمہ تھا لیکن اسنے سیاست ملکی اور انتظام تمدنی کو ملحوظ خاطر رکھکر اس کی لاش کو دفن و کفن سے محروم رکھا اور زاغ و زغن کا لقمہ بنایا۔ بعدہ آزاد خاں کی بیوہ ماں کو جو قندھار میں موجود تھی طلب کر کے فرمایا کہ تیرا جو منہ چاہے اور

اعزاز تیرے مرحوم شوہر حاجی کریم داد خاں اور تیرے نامور فرزند آزاد خاں کی زندگی میں تھا اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کیجائیگی۔ بلکہ سدا اور ہمیشہ خسروانہ الطاف اور شاہانہ عنایات کے ساتھ معزز و ممتاز رہیگی بشرطیکہ تو ہمارے درباری امرا میں سے جسے پسند کرے ایک سے نکاح کرلے۔ تاکہ تیرے بطن سے آزاد خاں جیسا جوان اور آزاد اور دلیر و شجاع لڑکا پیدا ہو۔ کیونکہ آزاد خاں کی یہ دلاوری یہ شجاعت یہ جرأت صرف تیرے رحم کا اثر ہے۔ اگر تیرے شوہر حاجی کریم داد خاں کا اثر ہوتا تو اسکے دوسرے فرزند بھی جو تیرے بطن سے پیدا نہیں ہوئے ایسے ہی بہادر دلیر ہوتے۔ آزاد خاں کی ماں نے بادشاہ کی یہ تقریر سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا پھر آگے بڑھکر شاہی تخت کو بوسہ دیکے نہایت دلیرانہ آواز میں عرض کیا کہ قبلۂ عالم قربانت شوم نہ احمد شاہ جیسا کوئی بادشاہ پیدا ہوگا کہ تیمور شاہ کی مانند فرزند تخت حکومت پر جلوہ آرا ہو اور نہ حاجی کریم داد خاں جیسا کوئی دوسرا امیر ہوسکتا ہے جس سے آزاد خاں جیسا بہادر و دلیر فرزند ظہور میں آئے۔ یہانتک پہونچکر آزاد خاں کی ستمدیدہ ماں کی نرمی غضبناکی سے بدلگئی اور اسنے کسیقدر کرخت لہجہ میں کہا کہ جہاں پناہ اور آپکے امرا جو آپکے حضور میں صف بستہ کھڑے ہیں انکی ڈاڑھیوں اور چہروں پر تو میں پیشاب کرتی ہوں اگرچہ آخری جملہ نہایت سخت اور بڑا گستاخانہ جملہ تھا۔ بالخصوص تیمور شاہ جیسے مقتدر اور بارعب بادشاہ کے سامنے لیکن رحمدل اور قدرشناس بادشاہ نے اپنے فطری ضبط پر عمل کیا اور اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ ازاں بعد بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے یقین کیساتھ معلوم ہے کہ آزاد خاں نے کشمیر سے تیرے لئے بہت سا زر و نقد بھیجا تھا اوسے ہمارے حضور میں پیش کر اس مردانہ دلیر اور فرزانہ عورت نے دربار شاہی میں نہایت جرأت کے ساتھ دلاورانہ سوال و جواب کیئے اور قریباً دو لاکھ روپیہ تیمور شاہ کے حضور میں پیش کرکے معقول وظیفہ سلطنت سے مقرر کرالیا اور آزاد خاں کے فرزند فتح جنگ کو ساتھ لیکر جو ہنوز کم سن اور نوعمر تھا قندہار روانہ ہوگئی۔ تیمور شاہ نے آزاد خاں کی بیوی کو جو کشمیریہ تھی اپنے نکاح میں لیلیا اور بے انتہا تسلی و دلجوئی کرکے حرم عصمت میں داخل کیا آزاد خاں کا فرزند فتح جنگ جو اپنے باپ جیسا نہایت اولوالعزم حوصلہ مند شجاع تھا ۱۲۱۲ھ ہجری تک

. . . . بڑی نیکنامی اور ناموری کے ساتھ زندہ تھا۔

مورخوں نے آزاد خاں کے حالات زندگی پر ریمارک کرتے ہوئے اگرچہ بعض باتیں ایسی بھی لکھی ہیں۔ جو

اخلاق سے گری ہوئی ہیں مگر جب ہم اسکی عام طرز معاشرت پر غائر نظر ڈالتے ہیں تو اسکے محاسن و فضائل اس کثرت سے پاتے ہیں جن سے علانیہ اسبات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ چاہے وہ کیسا ہی تھا مگر تاہم اسکے زمانہ میں خاص ولایت کشمیر اور اسکے مضافات میں کوئی ایسا حاکم او فرمانروا نہ تھا جو فضل و کمال کے اعتبار سے اسکی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا وہ شجاعت و بہادری کے علاوہ جود و سخا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور یہی ایک صفت خاص تھی جسکی وجہ سے اسنے تمام رعایا اور فوج کے دلوں پر بہت جلد قبضہ کر لیا تھا۔ جب حکومت کشمیر کی باگ اسکے ہاتھ میں آئی تو درباریوں اور مصاحبوں میں سے تین ہزار سرداروں کو منتخب کر کے بہت سا زر و نقد دیا اور اسکے علاوہ تین ہزار مغرق خلعتیں معمولی افسروں کو تقسیم کیں۔ مرصع جیغے گھوڑوں کے چاندی سونے کے ساز و یراق زرق برق پوشاکیں ولایتی شمشیریں اور اُن کے طلاکار غلاف پیرزادر کمخواب کی قبائیں عنایت کیں۔ کوچ کے دن فوج اس سرو سامان سے آراستہ ہوکر نکلتی تھی کہ کشمیر کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ و حشم کے ہزاروں تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ رہجاتے تھے۔ فوج کے معمولی افسروں کو جو اکثر اوقات سیر و شکار میں آزاد خاں کے ہمرکاب رہتے تھے انہیں ہر ششماہی میں زربفت و جامہ وار اور کاشانی مخمل کشمیری سالمت کے کمربند اور شالے عطا ہوتے تھے اور ہر ایک بیش قرار داد وظیفہ پاتا تھا۔ باڈی گارڈ کا رسالہ جو ہر وقت اسکے جلوس میں رہتا تھا اور جسمیں بارہ ہزار جوان بھرتی ہوتے تھے اُن کو حکم تھا کہ اپنے گھوڑوں کے زین اور تمام ساز و یراق اور شمشیر و بندوق سونے چاندی سے آراستہ رکھیں اور ان چیزوں کی درستی اور آراستگی میں جسقدر مصارف ہوں سب خزانہ عامرہ سے لیا کریں۔ اہل علم کے ساتھ آزاد خاں کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی اور وہ ان کی قدر افزائی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا تھا وہ اہل کمال کا عموماً نہایت ادب کیا کرتا اور اسکی شاہانہ فیاضیاں ان لوگوں کے حق میں بے روک تھیں۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ اس زمانہ کے ایک مذہبی پیشوا نے آزاد خاں کو خط لکھا جس میں ناداری اور افلاس کی شکایت صحیح تھی۔ آزاد خاں نے اسکے جواب میں الفاظ لکھے کہ مجھے جہانتک معلوم ہوا ہے آپ میں دو عادتیں ہیں ایک حیا۔ دوسری سخاوت۔ اور یہ دونوں صفتیں جس شخص میں پائی جاتی ہیں۔ غالباً وہ مفلس اور تنگدست رہا کرتا ہے۔ سخاوت نے آپکے ہاتھ کھولدیئے ہیں کہ جو کچھ آپکے

پاس تھا سب اُڑا دیا اور خالی ہاتھ رہگئے اور حیا کا اثر یہ ہے کہ آپ اپنی پوری حاجت کا اظہار نہیں کر سکے لہذا میں نے حکم دیا ہو کہ تعداد مطلوبہ کا مضاعف آپکی خدمت میں بہیجدیا جائے اگر آپکی ضرورت کو یہ تعداد بھی کافی نہو سکے تو اپنی کوتاہ قلمی کا قصور سمجھئے اور اگر کافی ہوجائے تو آیندہ آپ جسقدر چاہیں فراخ دستی سے خرچ کریں۔کیونکہ خدا کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آزاد خان کے رحم و عدل اور شفقت و مہربانیوں کی حکایتیں بھی نہایت دلچسپی کے ساتھ مورخوں نے لکھی ہیں۔مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ جیسا وہ رحیم الطبع اور نیک مزاج تھا۔ویسا ہی سفاک۔اور تند خو بھی تہا۔اسکی غضبناکی اور تند خوئی مزاج نادری اور اسکی سفاکی سے کسیقدر بھی کم نہ تھی۔یہانتک کہ جب اہل دربار معمول کے مطابق شرکت دربار کے ارادہ سے چلتے تو آزاد خان کے قہر و غضب اور سخت گیری کے خوف سے اپنے اہل و عیال اور عزیز و قریب سے ویسے ہی رخصت ہوتے تھے جیسے کوئی زندگی سے مایوس ہو کر رخصت ہوتا ہے۔اُن کی اس مایوسانہ اور حسرتانہ ملاقات سے گھر گھر میں کہرام مچ جاتا تھا بڑے بڑے منصب دار اسکی سیاست سے کانپتے اور اہل دربار اسکے سطوت و قہر سے لرزتے تہے۔اسکے دسترخوان کی وسعت اسقدر تھی کہ صبح و شام دونوں وقت میں ہزار قابیں اسکے سامنے چنی جاتیں۔جنمیں انواع و اقسام کے لطیف اور مزے دار کہانے ہوتے تہے اور ہر قاب میں کم سے کم ڈیڑہ سیر کہانا ہوتا تہا۔حکم یہ تہا کہ جسقدر کہانا دسترخوان پر آئے اسمیں سے کچھ بچکر واپس نجائے۔بلکہ سب اسکے سامنے صرف کر دیا جائے۔ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ آزاد خان شکار کی غرض سے فوجی حشمت و شوکت کے ساتھ شہر سے نکلا اور بہت دور جاکر ایک بیابان میں مصروف شکار رہا۔کہانے کا وقت آیا تو حکم دیا کہ بدستور دسترخوان بچھایا جائے اور معمول کے مطابق کہانا حاضر کیا جائے اس حکم کے سنتے ہی کارکنان مطبخ کے آئے ہوئے ہوش و حواس جاتے رہے اور حیرت و استعجاب کی نظر سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔کیونکہ اس ویرانہ میں اسقدر اسباب کا مہیا ہونا ناممکن تہا۔کہانا کہانیکا سامان جو اُن کے پاس تہا وہ بالکل ناکافی تہا اور اس بیابان میں کسی چیز کا دستیاب ہونا محال تہا جو لوگ باورچیخانہ کی خدمت پر مامور تہے اُنہوں نے اپنی موت کا قطعی فیصلہ کر لیا تہا کہ آج ہمارا جانبر ہونا مشکل اور سخت مشکل ہے مگر اسے اُن کی

خوش قسمتی اور آزاد خاں کا اقبال یا کرامت کہنا چاہیے کہ دفعتہً تین ہزار قابیں جو معمولی کہانے سے لبریز تہیں مع ساز و سامان کے نہایت نفاست و اہتمام کے ساتہ شہر سے آموجود ہوئیں خدمتگاروں نے فوراً دسترخوان بچھایا اور تمام امرا نے بدستور سیر ہو کر تناول کیا +

الغرض آزاد خاں تمام اوصاف جمیلہ اور اخلاق عام کے ساتہ موصوف تھا اور اسکے اصلی و عملی کارنامے ایسی حیرت انگیز نام آوریوں اور فیاضیوں سے معمور تہے جنکو ایشیائی عبارت آرائی کی ضرورت نہیں جو صفات اُس میں پائے جاتے تہے اُس کے متعلق جسقدر مبالغہ کیا جا سکتا ہے خوش قسمتی سے وہ آزاد خاں کے اصلی واقعات ہیں اسکی شایستگی اور تہذیب میں ایک ایسا قدرتی رنگ تہا جسکی وجہ سے وہ تمام رعایا اور فوج پر بہت جلد قابو پا گیا تہا اور بڑے بڑے گردنکشوں اور متکبروں کو اپنا گرویدہ کر لیا تہا جو قومیں خودسر اور باغی تہیں اور ہمیشہ کے طور پر ہمیشہ تاخت و تاراج کیا کرتی تہیں اُن کا نام تک دنیا سے مٹا دیا تہا اور مسافروں کی آمد و شد کی راہیں صاف کرنے کی غرض سے انہیں یہانتک قتل کیا تہا کہ سروں کے بہت سے اونچے اونچے اور بلند مینار قائم کر دیئے گئے تہے جنہیں دیکھنے اور دیکھکر عبرت حاصل کرنے کے لئے لوگ دور دراز شہروں سے آیا کرتے تہے - آزاد خاں نے کل چار سال کشمیر کی صوبیداری کی لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اسنے یہ تمام اہم اور عظیم الشان مراتب کسطرح طے کر لیئے وفات کے وقت اسکی عمر تقریباً ستائیس سال کی تہی کشمیری مورخوں کا بیان ہے کہ جسطرح آزاد خاں کی رحمدلی اور نیک مزاجی کے ترانے ہر طرف گائے جاتے ہیں ویسے ہی اسکے سنگدلی اور مغلوب الغضبی کے فسانے بہی مشہور ہیں - ایکدن کا ذکر ہے کہ آزاد خاں لب دریا مسند پر بیٹہا ہوا تہا اور اسکے امرا مچھلی کے شکار میں مصروف تہے اس اثنا میں ایک معصوم بچی جسکی عمر مشکل ایک سال کی ہوگی آزاد خاں کی مسند پر آئی اور بے غرض پیشاب کر دیا - اسپر آزاد خاں کے غصہ کی آگ اسقدر بہڑکی کہ اسنے معصوم اور ناسمجھ بچی کو بڑی بیرحمی کے ساتہ زمین پر پٹکدیا - اور جب اُس صدمے سے اسکی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوا تو اُسنے بیگناہ بچی کو بہڑکتی ہوئی آگ میں جہونکدیا اور وہ فوراً جل کر خاک ہو گئی +

ارسلان خاں مہمند کی بغاوت

ترکستانیوں اور کشمیریوں کی تو بغاوتیں فرو ہوگئیں تھیں۔ لیکن افغانیوں میں جو تیمور شاہ کی طرف سے عام ناراضی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ارسلان خاں مہمند۔ جو احمد شاہ درانی کے عہد سلطنت سے سرحد کا صوبہ دار تھا اُسے تیمور شاہ کی بہت سی کارروائیاں ناگوار تھیں سلک میں جو یہ برہمی پیدا ہوئی تو خیالات سابق تازہ ہوگئے اور علانیہ عَلَم بغاوت بلند کیا اگرچہ ابتدائے حال میں یہ شخص نہایت کمزور تھا مگر چونکہ شجاعت کا جوہر رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ احمد شاہ درانی کے انتقال کے بعد ایک مدت تک غارتگری کرتا رہا۔ اور مقام دہکا پر جسکی حد پشاور سے شروع ہوکر درخیبر تک پہونچتی ہے چڑھ گیا۔ عاملوں کو شکستیں دیں اور خزانے لوٹ لیئے۔ یہاں بہت سے آفریدی قوم کے لوگ اور دیگر افاغنہ جو دعویدار سلطنت بنکر اُٹھے تھے۔ ارسلان خاں مہمند سے آملے اور اُن کی شرکت سے اسکا پولٹیکل بازو قوی ہوگیا۔ پشاور اور خیبر کے بیچ میں ایک نہایت مستحکم و مضبوط قلعہ تھا جو گورنران کابل کا صدر مقام اور مستقر سلطنت تھا۔ تمام مال خزانہ دفتر یہیں رہتا تھا اور بڑے بڑے گورنران افواج بنوبت یہاں آکر قیام پذیر ہوتے تھے ارسلان خاں نے دفعۃً حملہ آور ہوکر اسپر قبضہ کر لیا اور بیشمار نقد و اسباب ہاتھ آیا جو ایک مدت سے جمع ہوتا چلا آتا تھا۔ قلعہ پر پورا قبضہ ہوگیا تو اطراف و جوانب کے لوگ آکر جوق جوق اسکی اطاعت میں آگئے شاہی لشکر اور آمد و رفت کرنے والے مسافروں اور اہل قافلہ کی راہ بند کر دی۔ تجار و امراء لوگ جبتک معقول نذرانہ پیش نہ کرتے اس راہ سے گذر نہ سکتے تھے اُسنے اِس قسم لوگوں کے لیئے ایک خاص ٹیکس مقرر کر رکھا تھا۔ کہ جب ادا کر دیا جاتا تو ایک آدمی قافلہ کے ہمراہ کر دیا جاتا اور وہ انہیں درخیبر سے عبور کرا دیتا۔ تیمور شاہ کے کان میں جب یہ وحشت انگیز خبر پڑی تو وہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور انتقام کے ذوموش شعلے تازہ ہوگئے۔ اُسنے بڑے ساز و سامان کے ساتھ ایک جرار و خونخوار لشکر روانہ کیا اور ممالک محروسہ میں فرامین بھیجے کہ ہر موقع سے اسلام کے حوصلہ مند جنگ پر مستعد ہوں۔ اور اس بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ کو آب شمشیر سے بجھا دیں۔ چونکہ یہ مقام

سخت پر خطر اور نہایت دشوار گزار تھا۔ اور قطع نظر دشوار گزاری کے ایسا اندیشناک کوہستانی تھا جہاں سے فوج کا گزرنا نہایت دشوار اور سخت مشکل تھا۔ اسلئے افواج شاہی اُسے مغلوب نہ کرسکتی تھی۔ چند مرتبے یورش کی اور ایک دفعہ خود تیمور شاہ بڑے زور شور سے چڑھا مگر قلعہ فتح نہوا اس سبب سے تیمور شاہ ہمیشہ متفکر و پریشان رہتا تھا اور اُسے کسی عنوان چین نہ پڑتا تھا۔ آخرکار قاضی فیض اللہ خاں جو سلطنت کا مدار المہام اور وزیر اعظم تھا۔ جب اُسنے دیکھا کہ اب تلوار سے کام نہیں نکلتا تو ایک نئی تدبیر چلا اور باتوں سے تلوار کا کام نکالا یعنے تدابیر صائبہ سے ارسلان خاں مہمند کو رام کرکے اور مواثیق و عہود سے امان جان کا مژدہ دیکر بادشاہ کے حضور میں حاضر کر دیا۔ اور فوراً حراست میں کرکے بادشاہ کو اُسکے قتل کا اشارہ کیا۔ تیمور شاہ نے قدرے تامل کے بعد فرمایا یہ سچ ہے کہ تا وقتیکہ دشمنان دولت اپنے جرائم و بدعنوانیوں کی کافی سزا نہ پائیں اور اُن کی بغاوت کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ ملک و سلطنت میں امن و امان کا قائم رہنا مشکل اور سخت دشوار ہے مگر کسی شخص کو امان جان کا مژدہ دیکر پھر اُسکے ساتھ غدر و بیوفائی کا برتاؤ کرنا حقیقت میں سلطنت کا اعتبار اوٹھا دینا ہے اور قطع نظر اسکے قانون شریعت کے مخالف بھی ہے۔ لہذا میں ایسی بیرحمی اور بیوفائی کو پسند کرکے اپنا نام غداروں کی فہرست میں شامل کرنا نہیں چاہتا۔ مگر چونکہ قاضی فیض اللہ خاں۔ ارسلان خاں کے قتل کرنے کا بیڑا اُٹھا چکا تھا اسلئے اُسنے بادشاہ کو ورغلا کر اُسکے قتل پر آمادہ کر دیا۔ اور انجام کار طرح طرح کی سیاست و عقوبت سے مار ڈالا اسکی لاش کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھکر شہر میں پھرایا گیا اور لوگوں کی عبرت کے لئے سر منظر عام پر لٹکایا گیا +

اسی زمانہ میں فتح خاں یوسف زئی نے علم بغاوت اونچا کیا اور بہت سے لوگوں سے سازش کرکے شاہی بندگی و اطاعت سے منحرف ہوگیا۔ یہ شخص ابتدا میں زمیندار اور مظفر آباد کا رئیس تھا اور کشمیر میں نظر وقعت سے دیکھا جاتا تھا بادشاہ کو اُسکے باغی ہونے کی خبر پہونچی تو ایک فوجی دستہ مقرر کیا گیا۔ اور فیض طلب خاں محمد زئی نے گرفتار کرکے حضور شاہی میں پیش کیا بادشاہ نے سزائے موت کا حکم دیا۔ اور عین مجمع عام میں اُسے سولی پر چڑھایا گیا +

اگرچہ صوبہ دار سرہند اور اُسکے ہمراہیوں کی بغاوتیں فرو ہوگئیں اور ارسلان خاں مہمند کیفر

اسکی خودسری و بغاوت کا بہی خاتمہ ہوگیا۔ مگر تیمور شاہ اسکی ریاست پر قابض نہو سکا۔ بلکہ اس زمانہ سے لیکر سنہ ۱۲۱۳ ہجری تک ارسلان خاں مہمند کا فرزند ظفر خاں منتظم ریاست رہا۔ اور جبتک زندہ رہا تیمور شاہ سے باغی رہا۔ لیکن اسکی خودسری اور بغاوتنے نہ تو سلطنت ہی کو کوئی زخم پہونچایا نہ رعایا ہی کو صدمہ دیا۔ شاہی عمال نے اگرچہ ظفر خاں کی گرفتاری میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نرکہا مگر وہ ایسی نئی نئی تدبیروں اور پرزور چالوں سے ہمیشہ انکو دہوکہ دیتا رہا۔ اور بڑے بڑے مدبر افسروں کی افسوں سے بچا رہا۔ اسکی نظروں میں تیمور شاہ کی اس بدعہدی کا سماں ہروقت بندھا ہوا تہا جو وزیر السلطنتہ فیض اللہ خاں کی غداری سے اسکے باپ ارسلان خاں مہمند کے باب میں سرزد ہو چکا تہا۔ الغرض جب تیمور شاہ ظفر خاں کو مطیع نہ کر سکا تو اب اسنے اس کا خیال بالکل چھوڑ دیا اور اس وجہ سے ظفر خاں کے اقتدارات دور تک پہیل گئے چنانچہ مظفر آباد سے حسن ابدال تک اسکی حکومت پہیل گئی اور بے دغدغہ حکم احکام جاری ہوئے ✤

تیمور شاہ کی وفات

اسوقت ہجرت کی بارہویں صدی کا آغاز تہا۔ اور تیمور شاہ نے سلطنت کے تئیس مرحلے طے کئے تہے کہ موت کا پیغام آپہونچا۔ تیمور شاہ کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر ملکی بغاوتوں اور باہمی خانہ جنگیوں کی نذر ہوگیا۔ مگر جب وہ ملکی جہگڑوں اور باہمی خانہ جنگیوں سے نجات پاکر آرام سے بیٹہا تو عین اسوقت میں جبکہ وہ اپنے حوصلوں کو پوری آزادی دیتا اور وہ کر دکہاتا جو سلطنت افغانیہ کے بانیوں نے کر دکہایا تہا موت کے پیغام نے یہ سنا کر کہ "اب میری حکومت ہے" اسکی تمام آرزوؤں پر پانی پہیر دیا اور نہ صرف اسکی بلکہ اسکے ساتہ وابستگان سلطنت کی تمام تمناؤں کا خون کر دیا۔ تاریخوں کے دیکہنے سے اس امر کو باور کرنا پڑتا ہے کہ تیمور شاہ کا عہد حکومت شروع ہی سے خونریز رہا اور ملکی بغاوتوں نے کبہی اسے چین سے بیٹہنے نہیں دیا۔ مگر تو بہی اسکے وسیع حوصلوں نے فتوحات کا دائرہ تنگ ہونے نہیں دیا اور باوجود زمانہ کی کشمکشوں اور طرح طرح کے فسادات کے بہی اپنے اسلاف سے ایک قدم پیچہے نہیں رہا۔ وہ ابہی تک پشاور میں موجود ہے۔ اور شاید اس خواہش کے

پورا کرنے میں سرگرم ہے کہ باغیوں کی قوت کا بالکل استیصال کرے اور ممالک محروسہ میں جسقدر خرخشے پڑے ہوئے ہیں سب سے ملک کو پاک صاف کرے۔ لیکن زمانہ نے کسکی سب آرزوئیں پوری ہونے دی ہیں بہت سے پُر مغز خیالات اسکے دل میں بہر رہے ہیں اور بہت سی آرزوئیں اسکی دامنگیر ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ پیغام موت نے سب کو مٹا دیا اور اتنی فرصت نہ دی کہ وہ اپنی ایک تمنا بھی پوری کر سکتا +

تیمور شاہ شہر پشاور میں رونق افروز تہا اور اکثر شہزادے جو ہنوز صغیر سن تھے اور حد بلوغ کو نہ پہنچے تہے سب اسکے ہمرکاب تھے۔ ہمایوں شاہ جو تیمور شاہ کا سب سے بڑا نامور اور صائب الرائے فرزند اور ولیعہدی کا دعویدار تھا۔ قندھار کے انتظام میں مصروف تھا۔ اور سلطان محمود جو ہمایوں شاہ سے عمر میں چھوٹا اور فضل و کمال کے لحاظ سے بڑے مرتبہ کا شخص تھا ملک خراسان میں موجود تھا۔ اور شاید اس زمانہ میں شہر ہرات پر فوج کشی کرکے وہاں کے نظم و نسق میں مشغول تھا۔ شہزادہ نامدار شاہ زماں جو ولیعہدی کے معزز و ممتاز منصب سے سرفراز ہو چکا تہا کابل میں حکمرانی کر رہا تہا۔ غرض ان تینوں شہزادوں کے علاوہ باقی تمام اہل و عیال شہر پشاور میں تیمور شاہ کے پاس موجود تہے +

ایک دن تیمور شاہ اپنے چند امرا کے ساتھ شکارگاہ میں تہا وہاں سے واپس آیا تو حرارت محسوس ہوئی اور محل میں پہونچکر سخت بخار چڑھا دو تین روز کے بعد مزاج حد اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ اور عام طور پر سخت پریشانی پہیل گئی اطبائے حاذق ہر چند تدابیر میں سرگرم اور معالجہ میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تہے مگر کوئی تدبیر مفید نہ پڑتی تھی۔ آخر کار سب کے مشورہ سے یہ امر طے پایا کہ پشاور کی آب و ہوا مزاج ہمایوں کے ناموافق ہے بہتر ہوگا کہ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے بادشاہ کو کابل جانے کا مشورہ دیا جائے چنانچہ سب نے حاضر ہوکر متفق اللفظ عرض کیا کہ یہاں کی آب و ہوا حضور کے مزاج کے مخالف ہے اگر کابل میں چند روز کے لئے تشریف لے چلئے تو وہاں کی آب و ہوا مزاج کے ضرور موافق پڑے گی

تیمور شاہ نے اطبا کی تجویز سے کابل کا قصد کیا اور حکم دیا کہ فوراً سامان سفر مہیا کیا جائے چنانچہ اسی روز خاندان شاہی کے تمام لوگ روانہ کابل ہوگئے +

جب شاہی جھنڈے نواح چارباغ میں پہونچے جو کابل سے تقریباً چالیس میل ورے ہے تو شہزادہ زماں شاہ والد بزرگوار کی علالت اور کابل میں تشریف آوری کی خبر سنکر مضطربانہ شہر سے نکلا اور یلغار کرتا ہوا بہت جلد چارباغ میں آپہونچا والد بزرگوار کی شرف ملازمت سے مشرف ہوا اور قوانین آداب بجا لاکر مزاج ہمایوں سے استفسار کیا۔ تیمور شاہ نے اپنے نامور فرزند کو بمحبت تمام سینہ سے لگایا اور نہایت درجہ کی شفقت و مہربانی کی۔ اپنے سواری کے دو گھوڑے جو طلائی ساز و یراق سے آراستہ تھے۔ اُن دو گھوڑوں کے معاوضہ میں مرحمت فرمائے جو شہزادے کے کابل سے آتے وقت شتاب روی اور جلو ریزی میں تلف ہوگئے تھے۔ دوسرے دن شہزادہ زماں شاہ والد بزرگوار کو ہمراہ لیکر متوجہ کابل ہوا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ اثنا راہ میں شہزادہ زماں شاہ اور قاضی فیض اللہ بادشاہ کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے کہ زبان مبارک سے ارشاد ہوا میں نے اس سے تین چار روز بیشتر عالم رویا میں ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے جسکا اظہار اسوقت مناسب سمجھتا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ چند آدمیوں نے تاج شاہی میرے سر سے اُتار کر زماں شاہ کے سر پر رکھا اور حکومت کی باگ اُسکے ہاتھ میں دی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ میری عمر کا زمانہ آخر ہوگیا ہے اور زندگی کا پیمانہ لبریز ہوکر کوئی دم میں چھلکا ہی چاہتا ہے یہ سنکر شہزادہ زماں شاہ اور قاضی فیض اللہ اور دوسرے ممتاز ندماء رونے لگے۔ اور بادشاہ کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے۔ اسیوقت بادشاہ نے تمام افسران فوج اور خاندان شاہی اور علما قضاۃ کو جمع کیا اور نہایت مؤثر لفظوں میں وصیت کی۔ بالخصوص شاہ زماں کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر چند نصیحتیں کیں لیکن علانیہ طور پر اس امر کا اظہار نہیں کیا کہ اُسکے بعد کون سا شہزادہ سریر آرائے سلطنت ہوگا بہرکیف جب بادشاہ داخل کابل ہوا تو اُس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ اور اشتداد و سختی میں ترقی کرتا گیا یہانتک کہ ۱۲۰۷ھ ہجری ساتویں شوال کو انتقال کرگیا +

تیمور شاہ کثیر الاولاد تھا لیکن جن کے نام مشہور تھے وہ اسجگہ نقل کئے جاتے ہیں۔ ہمایوں شاہ جو اکبر الاولاد تھا اور سب بھائی بہنوں میں بلحاظ عمر بڑا تھا نہایت بدمزاج اور عیش پسند تھا۔ آخر میں شاہ زماں کے حکم سے اندھا کر دیا گیا اور ۱۲۳۲ھ ہجری تک زندہ رہا۔ محمود شاہ۔ یہ شہزادہ ہمایوں شاہ سے چھوٹا اور شاہ زماں سے بڑا تھا۔ خاقان گیتی ستان شاہ زماں شاہ شہزادہ عباس

شجاع الملک۔ شاہ پور۔ فیروز الدین۔ جو حج کرنے کے بعد حاجی فیروز الدین کے نام سے مشہور ہوا۔

شہزادہ شاہ زماں کی تخت نشینی

تیمور شاہ کا انتقال ہوا تو امرائے سلطنت اور ارکین دربار جیسے مثلاً قاضی فیض اللہ خاں مدار المہام سلطنت نے جو مزاجدان تیمور شاہ اور نہ صرف محفل شاہی کا جلیس و انیس بلکہ اسکا نفس ناطقہ تہا اور امین الملک نور محمد خاں جو مالی و ملکی امور کا منتظم تہا اور ملا عبد الغفار افسر خزانہ اور پاینده خاں بارک زئی المخاطب بہ سرفراز خاں وغیرہ نے مصلحت وقت کیوجہ سے پادشاہ کے انتقال کی خبر مخفی رکھی اور متفق ہو باہمی مشورے سے تمام خاندان شاہی اور درباریوں میں فرامین جاری کئے جنکا عنوان یہ تہا۔ "بادشاہ بنفس نفیس دیوانخانہ میں رونق افزا ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ باریابان حضور اقدس حاضر ہوکر اپنے اپنے مراتب و قرائن کے ساتہ کورنش و آداب بجا لائیں اور حضور کے جمال مبارک کے ملاحظہ سے سعادت اندوز ہوں"۔ فرامین کے پہنچتے ہی تمام امرائے عظام دار السلطنت کابل میں حاضر ہوئے اور شاہی خاندان کے سب چہوٹے بڑے ایک علیحدہ مکان میں جمع ہوگئے جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو حامیان سلطنت اور خیر خواہان حکومت نے قلعہ کا دروازہ بند کرادیا۔ اور بادشاہ کے واقعہ پرملال کا نہایت مؤثر اور عبرت خیز الفاظ میں ذکر کیا اور ساتہ ہی استحکام سلطنت کی تدابیر کا مسئلہ چہیڑ دیا۔ امرائے دربار اور ارکین دولت نے باہم عہد و میثاق کیا کہ جہاں تک بن پڑے گا ہم استحکام سلطنت میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹہا نرکہیں گے اور کسی امر میں ذرا اختلاف نکرینگے اسکے بعد تمام شہزادے دیوان خاص میں جمع ہوئے اور بفاتحہ خیر کے بعد متفق اللفظ ہوکر بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو بادشاہ قرار دیا جائے۔ اور جو شخص اس کام کا مستحق سمجہا جائے باقی شہزادے بطوع و رغبت اسکے حکم و اطاعت پر سر تسلیم خم کردیں اور اسکی فرمانبرداری سے سر مو انحراف نہ کریں آج وزیر العدل قاضی فیض اللہ نے کہڑے ہوکر کہا کہ یہ آپ کو معلوم ہے کہ شہزادہ زمان شاہ اپنے والد بزرگوار کے زمانہ زندگی ہی میں کابل کی صوبہداری اور ولیعہدی کے ساتہ سرفراز ہوچکا ہے اور جب بادشاہ کسی مہم کے سر کرنے۔ یا سیر و شکار میں تشریف لیجاتے تو تمام ارکین دولت اور امرائے دربار اسی شہزادے کی کورنش کیلئے

حاضر ہوتے تھے۔ اس بنا پر میں خود سے تحریک کرتا ہوں کہ شہزادہ زماں شاہ ہی تخت و تاج کا وارث قرار دیا جائے چونکہ تمام فوجی افسر اور ندمائے دربار شہزادہ زماں شاہ کے حسن اخلاق اور شمائل کریمانہ سے واقف تھے لہٰذا سب کی رائے اسپر قرار پائی کہ شہزادہ زماں شاہ کو سریر سلطنت پر جلوہ آرا کیا جائے۔ لیکن دوسرے شہزادے اسپر راضی نہیں ہوئے اور اجماع کے خلاف ہر ایک سلطنت کا خواستگار ہوا خصوصاً شہزادہ عباس نے جو تیمور شاہ کے اخیر زمانہ میں پشاور کا صوبہ مقرر ہوکر مدعی سلطنت تھا بڑے زور سے اس اجماع کی مخالفت کی اُسنے ایام صوبداری میں چالیس مطلا ستونوں کا ایک وسیع اور عالیشان کمرہ بنایا تھا۔ اور عام درباریوں کو حکم تھا کہ روزمرہ صبح و شام وہاں حاضر ہوکر کورنش و آداب بجالایا کریں اسکے دماغ میں ابتدا ہی سے سلطنت کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ اور چاہتا تھا کہ والد بزرگوار کی زندگی ہی میں تخت نشین ہوجائے اسموقع پر اُسنے صاف طور سے کہدیا کہ اگر میرے سوا کسی دوسرے شہزادہ کو تخت نشین کیا جائے گا تو یاد رہے کہ ہزاروں نعشیں اسی مجمع میں خون میں تڑپتی نظر آئینگی ہرچند کہ امرا نے شہزادہ عباس کو طرح طرح کی نوازشوں اور عنایتوں کا متوقع و امیدوار کیا مگر وہ کسیطرح راضی نہیں ہوا۔ آخرکار جب امرا نے دیکھا کہ شہزادے امر سلطنت میں باہم نزاع رکھتے ہیں تو وہ وہاں سے اُٹھ کر باہر چلے گئے اور ساتھ ہی شہزادہ زماں شاہ بھی اپنے کمرہ میں چلا آیا ان لوگوں کے اُٹھ جانے کے بعد امرا میں سخت رد و قدح کے بعد یہ امر طے ہوگیا کہ شہزادہ عباس کو وارث تخت و تاج قرار دیا جائے تمام شہزادوں کے اتفاق رائے سے امرا و ارکین شہزادۂ عباس کے دیوان خانہ میں تخت نشینی کی خوشخبری سُنانے کی غرض سے دوڑے گئے قاضی فیض اللہ اور امین الملک وغیرہ متقدر سرداروں نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور نہایت عجلت کے ساتھ فوجی بہادروں کا ایک خونخوار اور سفاک دستہ شہزادہ عباس کے مکان پر متعین کردیا۔ جنہوں نے فوراً مکان کا محاصرہ کرلیا اور بڑی استحکامی اور مضبوطی کے ساتھ قلعہ کے دروازہ کو بند کردیا ادہر تو یہ کارروائی ہوئی ادہر تمام معزز و ممتاز سردار زماں شاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور سب نے ملکر آٹھویں شوال المکرم سنہ ۱۲۰۷ ہجری یوم دوشنبہ کو شہزادے کو تخت درانیہ کو زینت دی تمام لوگوں نے اپنی ہمت اور مرتبہ کے لائق نذرانے پیش کئے

اور خلعت فاخرہ اور مناصب معزز زمانہ سے سرافراز ہوئے تخت نشینی کی رسم سے فراغت ہونے کے بعد
حکم ہوا کہ روپیہ اشرفی پر سکہ ضرب کیا جائے۔ بیت۔ طراز یافت بحکم خدائے ہر دو جہاں
رواج سکۂ دولت بنام شاہ زماں + اور نگینۂ مہر پر ذیل کی عبارت کندہ کرائی جائے۔ بیت
قرار داد ز الطاف خویشتن یزداں + نگین حکم جہاں را بنام شاہ زماں +
ارکین دولت کو جب امر سلطنت کیطرف سے پورا اطمینان ہو گیا جو تمام امور کی بہ نسبت مقدم اور اہم۔ اور
عظیم الشان تھا تو اب تیمور شاہ کے جنازہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور نہایت اہتمام و توقیر کے ساتھ
شہر کابل کے قریب ایک عمدہ زمین میں دفن کیا چند روز کے بعد شہزادہ زماں شاہ کے حکم سے
وہاں ایک بڑا عالیشان مقبرہ تعمیر کیا گیا چنانچہ وہ مقبرہ ابتک موجود ہے اور تیمور شاہ کی یادگار رہا ہے
شاہی خاندان کے جو لوگ شہزادہ زماں شاہ کی تخت نشینی کو تسلیم نکرکے بر سر پرخاش تھے
اور شہزادہ عباس کے مکان میں تین روز سے محصور تھے آخرکار کھانے پانی کی طرف سے تنگ
ہوئے اور عاجز آکر شاہ زماں کی اطاعت پر سر تسلیم خم کردیا اور وزیر السلطنۃ کے توسل سے ملازمت
شاہی میں حاضر ہو کر اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ حکم ہوا کہ تمام شہزادوں کو کابل کے اوس قلعہ میں
نہایت حفاظت و نگرانی سے رکھا جائے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور شہزادہ شجاع الملک
جو ہنوز نابالغ اور بانی دولت کا برادر حقیقی ہے ہمرکاب رہے چنانچہ اس حکم کی بڑی سرگرمی سے
تعمیل ہوئی اور شہزادہ شجاع الملک کا خیمہ سراپردۂ خاقانی کے خیمہ کے قریب نصب کیا گیا +
المختصر جب شاہ زماں نے مالی و ملکی امور کے نظم و نسق سے فی الجملہ فراغت حاصل کی تو اس نے
ایک عالیشان جشن کے مرتب ہونیکا حکم دیا۔ اسوقت زماں شاہ نے عمر کے بائیس مرحلے طے کرکے
تئیسویں میں قدم رکھا تھا سامان جشن مہیا ہونے کے بعد بادشاہ رونق افروز مجلس ہوا اور اپنے امرائے
معتمدین سے ہر ایک شخص کو معزز خطاب اور عالی خدمات و مناصب سے ممتاز و سرافراز کیا۔ رحمت اللہ خاں
صدوزئی کامران خیل کو جو نہایت ہوشمند اور صاحب تدبیر شخص تھا معتمد الدولہ اور وفادار خاں بہادر
کے خطاب سے سربلندی و عزت بخشی اور مدار المہام سلطنت اور مشیر تدبیر مملکت کی خدمت نامزد کی
یہ شخص عہد تیمور شاہ میں بڑے اقتدار کا آدمی تھا۔ اور امرائے دربار میں ایک طرح کی خصوصیت خاص

رکھتا تہا۔ لیکن قاضی فیض اللہ خاں کی ناموافقت کیوجہ سے اپنے منصب عالیہ سے علیحدہ کردیا گیا تھا۔ شاہ ولیخاں وزیر سابق کا فرزند حافظ شیر محمد خاں بامی زئی جو اپنے باپکے مارے جانے کے بعد گوشہ نشین ہوکر غربا کی وضع میں زندگی بسر کرتا تہا اشرف الوزرا اور مختار الدولہ کے خطاب سے مشرف ہوکر وزارت کے اعلے درجہ پر پہونچ گیا۔ امین الملک بدستور قدیم دیوان اعلیٰ کے عہدہ پر قایم رہا اور چند روز کے بعد شہزادہ زماں شاہ نے اسکی پیاری اور ہر دلعزیز دختر کو پردہ نشینان حرم کی سلک میں داخل کرکے رشتہ خسری سے ممتاز فرمایا۔ قاضی فیض اللہ خاں کیطرف سے معلوم شہزادہ زماں شاہ کے دلمیں کیا کدورت بیٹھ گئی تھی کہ اسکے پر نظر عنایت اٹھاکر قید کردیا اور تمام مال واسباب ضبط کرلیا چنانچہ ۱۲۱۳ھ ہجری تک بحال تباہ قلعہ کابل میں مقید رہا۔

شہزادہ زماں شاہ جب ان تمام باتوں سے فارغ ہوگیا تو اب اوسنے شہزادہ ہمایوں کیطرف توجہ کی اور ایک فرمان بایںمضمون روانہ کیا "خدا کے فضل وکرم اور اسکی مزید مہربانی سے تخت سلطنت اور تاج شاہی نے مابدولت کے وجود مبارک سے رونق پائی اور سب بہائیوں اور ارکین دولت اور فوجی افسروں نے ہمارے آگے سر تسلیم خم کرکے بندگی واطاعت قبول کی ہے تم کو بہی لازم ہے کہ مرضی الہی سے راضی اور خوشدل ہوکر طوع ورغبت کے ساتہ اطاعت قبول کرو اور قندھار کے نظم ونسق میں بدستور مشغول رہو" شہزادہ ہمایوں کے پاس یہ فرمان پہونچا تو وہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور انتہائے غیظ میں قلم برداشتہ جواب لکہا جسکا مضمون یہ تہا کہ "والد بزرگوار نے قندھار کی صوبداری اور ولیعہدی جو آغاز جلوس سلطنت سے ہماری عالیشان خاندان کا ملک موروثی ہے ہمیں عنایت فرمائی ہے جسمیں کسیکا کوئی حق نہیں علاوہ ازیں سن وسال میں تمام بہائیوں سے میں امتیاز رکہتا ہوں اور فضل وکمال میں سب سے بہتر ہوں تو اس صورت میں ضرور ہے کہ سریر سلطنت میری ذات خاص سے رونق قبول کرے" شاہ زماں کو جب معلوم ہوا کہ برادر کلاں نافرمانی و مخالفت پر آمادہ ہے تو اسنے فوراً قندھار کا عزم مصمم کردیا۔ اور ایک بڑا جرار وخونخوار لشکر لیکر قندھار پر چڑھا۔

ہمایوں شاہ نے جب سنا کہ شاہ زماں لشکر عظیم لیکے چڑھا آرہا ہے تو اوسنے بہی بڑی تیزی کے ساتہ قندھار

حرکت کی اور فوج کثیر کے ساتھ آگے بڑھاتے کہ منزل بانع میں جو قندھار سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے دونوں لشکروں میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ ہمایوں کی طرف سے مہر علیخاں میر آخور سردار مدد خاں اسحاق زئی کا بھتیجا جو خراسان و ترکستان کے بڑے بڑے معرکوں میں فتوحات کا فخر حاصل کر چکا تھا۔ اور شجاعت و بہادری میں بے نظیر تسلیم کیا جاتا فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور شاہ زماں کی جانب سے سردار پائندہ خاں جو جنرل افواج مقرر ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ پائندہ خاں بڑا جانباز و بہادر افسر تھا اور لڑائیوں میں ہمیشہ تنہا حملہ آور ہو کر داد شجاعت دیا کرتا تھا اس معرکہ میں حریف کی فوج گو بیس ہزار سے کم نہ تھی مگر تو بھی اسنے اپنا فطری طریقہ چھوڑنا پسند نہیں کیا اور تنہا اتنے بڑے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ ہمایوں کی فوج سے مہر علیخاں نکلا جسنے پائندہ خاں کے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اور قسم کھائی تھی کہ جب اسے دیکھ پائیگا تنہا اسکے قتل کی عزت حاصل کرے گا غرضکہ ہر ایک نے جان توڑ کر شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونوں کے ایک ساتھ قتل ہونے نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ دونوں برابر کے حریف تھے +

یہ دیکھکر ہمایوں نے فوج کو حکم دیا کہ سب ملکر یکبارگی حملہ کریں اور لشکر حریف پر دفعۃً پل پڑیں۔ قندھاری فوج کے ابھی قدم اُٹھنے ہی نہ پائے تھے کہ کابلی لشکر اُن کے سر پر موجود تھا دونوں فوجوں میں سخت معرکہ ہوا اور ایک خونخوار جنگ کے بعد ہمایوں کے اکثر سرداروں نے حریف کے افسروں سے سازش کر لی اور شاہ زماں کی اطاعت پر سر تسلیم خم کر کے اسکے لشکر میں جا داخل ہوئے۔ ہمایوں نے یہ سنا تو خوف زدہ ہو کر راہ فرار اختیار کی۔ اور بقیۃ السیف لشکر کو ساتھ لیکر کوہستان کی طرف بڑھا اسکے بہت سے سردار اِس خوف سے کہ اب جان کی سلامتی مشکل ہے۔ ہمایوں کی رفاقت سے کنارہ کش ہو کر اُردوئے شاہی میں شامل ہو گئے اور ہر ایک شخص ملازمت پادشاہ سے مشرف ہو کر اپنے حوصلے کے لائق منصب علے پر پہونچا۔

اس فتح نمایاں کے بعد ہمایوں کا تمام مال و اسباب جو فوج کی غارتگری میں آیا تھا بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا حوصلہ مند پادشاہ نے وہ تمام ساز و سامان ہمایوں کے سرداروں کو عنایت کیا اور کہا کہ یہ میں اپنی طرف سے تم کو دیتا ہوں +

جب تمام لشکر ہمایوں سے ٹوٹ کر شاہ زماں کی اطاعت میں آگیا اور بجز اسکے خسرو لدار خاں کے کوئی متنفس اسکے ساتھ نرہا۔ تو مجبور ہوکر بلوچستان کیطرف نکل گیا اور نصیر خاں کی عملداری میں جا پہونچا جو ایک بڑا نامی گرامی سردار اور خاندان شاہان درانیہ کا باج گزار تھا اسنے شاہان درانیہ کے حقوق یاد کرکے ہمایوں کو اپنی پناہ میں لیلیا اور انتہا سے زیادہ عظمت و توقیر کی۔

اور جب شاہ زماں نے میدان صاف پایا تو وہ نصرت و فتح کے شادیانے بجاتا ہوا۔ شہر قندھار میں داخل ہوا۔ اور چند روز تک شاہانہ جلسے ہوا کئے بعد کو باغیوں اور سرکشوں کی جستجو کیگئی اور جنپر بغاوت کا الزام لگایا گیا انہیں بقدر جرائم سیاست و تادیب کیگئی جب ملک میں سب طرف امن و امان پھیل گیا اور بغاوت و سرکشی کے تمام خرخشے مٹ گئے۔ تو شاہ زماں نے اپنے نامور فرزند قیصر کو جو ہنوز صغیر سن تھا اپنی نیابت و ولیعہدی سے ممتاز کرکے قندھار میں چھوڑا اور عبداللہ خاں نورزئی کو شہزادہ کا مختار اور تمام ملکی و مالی امور کا نائب و ذمہ دار مقرر کیا۔ چند جلیل القدر سردار اور مدبران سلطنت شہزادہ کی خدمت میں متعین کیئے اور خود کابل کی طرف مراجعت کی۔

اشرف الوزراء شیر محمد خاں کا ہمایوں کے تعاقب میں روانہ ہونا۔

شاہ زماں کو جب یہ خبر پہونچی کہ ہمایوں شاہ بلوچستان میں نصیر خاں بلوچ کی پناہ میں موجود ہے تو اسکا عزم تھا کہ خود بلوچستان کیطرف فوج کشی کرے اتنے میں نصیر خاں کی ایک عرضداشت جو عجز و انکسار سے بھری ہوئی تھی پہونچی۔ اسکا مضمون یہ تھا خانہ زاد فرمان حضور سے باہر نہیں ہے اور نہ کبھی شاہی اطاعت کے دائرہ سے قدم باہر رکھہ سکتا ہے ان دنوں میں شہزادہ ہمایوں بدکردار مصاحبوں اور اوباش ندیموں کے اغوا کی وجہ سے بندگان عالی کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑ کر اس ملک میں وارد ہوا۔ اور خانہ غریب خانہ پر قیام پذیر ہوا۔ اگرچہ مجرم کو پناہ دینے والا خود مجرم ہوسکتا ہے مگر چونکہ وہ بادشاہ مغفور کا فرزند اور حضور کا برادر ہے اسلئے اسکو گرفتار کرکے حضور کی خدمت میں روانہ کرنا

ریاست کے ننگ ناموس سے بہت بعید ہے۔ جناب والا! میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ بعد ہمایوں شاہ سے کبھی روگردانی اور بغاوت ظہور میں نہ آئے گی۔ اور تادم زندگی کسیطرح کا فتنہ و فساد اسکی طرف سے اشاعت نہیں پائے گا۔ جب تک میں زندہ ہوں خود اس بات کا ذمہ لیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ اپنے وعدہ میں راستباز ثابت ہونگا۔ میں نے ہمایوں شاہ سے بھی ان باتوں کا مضبوط و مستحکم وعدہ لیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا ہے کہ آپ میری زندگی میں بلوچستان سے باہر تشریف نہ لیجائیں اور کھانے پہننے کے متعلق جسقدر ساز و سامان کی ضرورت ہو سب آپکے اقبال و دولت سے غریب خانہ میں موجود و مہیا ہے۔ نیز یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ ممکن ہوا تو شہزادہ ہمایوں کو راہ راست پر لا کر حضور کی خدمت میں روانہ کرونگا اور جہانتک بن پڑے گا اُن کی اصلاح حال میں دریغ نہ کرونگا۔ غرضکہ حضور شاہانہ عنایت فرما کر شہزادہ ہمایوں کو امان جان کا مژدہ دیں کیونکہ یہ غلام کی سرفرازی و فخر کا موجب ہے"۔

شہزادہ زماں شاہ نے نصیر خاں کی خدمت و قدامت پر نظر کرکے اِس مہم سے دست برداری کی اور ایک عرصہ کے بعد جب سلطان محمود کے حالات دریافت کرنے کے لئے جو شہزادہ زماں شاہ کا بڑا بھائی تھا اور خراسان کی حکومت پر متمکن تھا شاہی جھنڈے قندھار سے لشکر خراسان پر سایہ گستر ہوئے تو ہنوز لشکر ہمایوں خراسان کی حدود میں نہ پہونچا تھا کہ سلطان محمود کی عرضداشت بایں مضمون خدمت شاہی میں موصول ہوئی "میں حضرت بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار ہوں اور حضور کو بجائے والد مغفور کے سمجھتا ہوں مجھے آپکے فرمانبری سے سرمو انحراف نہیں ہے اور نہ آپکی حکومت و سلطنت سے کسیطرح کی نزاع کا خیال ہے۔ خراسان و شہر ہرات۔ جو والد مرحوم کے وقت سے میری زیر حکومت ہیں وہ اور نیز میں خود بھی آپکے مملوک ہیں۔ میں بڑی خوشی سے انہیں خدام والا کے سپرد کرنے پر آمادہ ہوں لیکن عاجزانہ اور امیدوارانہ التجا کرتا ہوں کہ اگر بادشاہ اِن دونوں کو بدستور مجھے تفویض کریں تو عنایت مربیانہ سے خالی نہیں میں کبھی احکام شاہی سے سرمو تجاوز نہ کرونگا۔ اور دم واپسین تک اطاعت و فرمانبری سے قدم باہر نہ رکھونگا"۔

ہمایوں شاہ کا قندھار پر حملہ شہزادہ قیصر کا مقابلہ اور گرفتاری

مختار الدولہ حافظ شیر محمد خاں جب سید خداداد خاں سے علیحدگی کرکے شاہ زماں کے حضور میں پہونچ گیا تو بیوفا اور غدار سید نے اس فرصت کو بہت مغتنم جان کر شہزادہ ہمایوں کو فوراً تخت نشین کردیا اور گرد و پیش سے افواج عظیم فراہم کرکے قندھار کیطرف بڑھا اس کا ارادہ تھا کہ اول شہر قندھار کو فتح کرکے اپنے تحت و تصرف میں لانے پھر دوسرے شہروں کی طرف رخ کرے ہمایوں شاہ فوجی تزک و احتشام کے ساتھ قندھار کیطرف بڑھا تو شہزادہ قیصر کے ہمراہی سردار جو ملک کی نگرانی و حفاظت پر مامور تھے سب طرف سے سمٹ سمٹا کر ایک جگہ جمع ہوئے اور باہمی مشورہ اور بحث و گفتگو کے بعد اس امر پر قطعی فیصلہ ہوگیا کہ ہمایوں شاہ سے مقابلہ کرنا چاہیئے اور بڑی سختی اور بیباکی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ فوراً فوج کے مسلح ہونیکا حکم دیا گیا اور بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ شہر قندھار سے نکلکر ایک مسطح اور کھلے میدان میں پڑاؤ ڈالدیا۔ شہزادہ قیصر جو اسوقت صرف سات سال کی عمر رکھتا تھا گھوڑے پر سوار ہوا اور فوج کو ہمراہ لیکر آگے بڑھا۔ جب دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں تو شہزادہ قیصر کے سرداروں نے اپنی فوج کے برابر کے تین حصے کیے ایک حصہ تو شہر کی حفاظت و نگرانی پر تعینات ہوا اور پانسو جرار و خونخوار سوار یار محمد خاں صدوزئی کی ماتحتی میں دیکر شہزادہ بلند اقبال کی احتیاط و محافظت میں مقرر کیا شہزادہ ایک بلند سطح پر کھڑا تھا اور یہ پانسو سوار اسکے گرداگرد نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے مسلح موجود تھے۔ طرفین سے نائرہ قتال نے اشتعال پایا تو شاہی فوج نے بڑی جرأت و دلیری سے مقابلہ کیا اور شجاعت و جانبازی کے جوہر دکھاتی ہوئی فوج ہمایوں میں دلیرانہ گھس گئی تھوڑی دیر تک تو فوج ہمایوں انکے حملوں کو روکتی رہی مگر آخرکار اسکے قدم میدان جنگ سے اٹھ گئے اور لشکر میں راہ فرار کھل گئی ہرچند کہ ہمایوں نے انکے سنبھالنے میں بہت کوشش کی اور تسلی اور دلجوئی کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا مگر میدان جنگ سے قدم اٹھنے کے بعد پھر فوج کا جا رہنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ ہمایوں کی تمام کوشش ضائع ہوئی اور تمام فوج میں ابتری اور بے ترتیبی پھیل گئی دلاوران شاہی نے فوج غنیم کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو بڑے زور شور سے تعاقب کیا اور قتل و غارت کے ہاتھ کھولے اس وقت ہمایوں شاہ چند جانباز سواروں کو ساتھ لیے ہوئے شہزادہ قیصر کے مقابلہ میں کھڑا ہوا تھا۔

اپنے لشکر کی بے سروسامانی اور ہزیمت دیکھکر سخت طیش میں آیا اور غصہ سے بیتاب ہوکر بڑی برہمی اور غضبناکی کے ساتہ بجلی کی طرح چمکتا اور بادل کی طرح گرجتا ہوا شہزادۂ قیصر کے قریب جا پہنچا درانیوں کی جماعت جو شہزادۂ قیصر کی محافظت پر مامور تہی مقابلہ کے لئے تیار ہوئی مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ شہزادہ ہمایوں ہے تو اُس سے جنگ کرنا اور اسپر تلوار و نیزے کا ہاتہ چھوڑنا آداب و آئین کے خلاف جانا اور بالمقابل جنگ کرنے پر فراری ہونے کو ترجیح دی چنانچہ سب لوگ یہ منصوبہ گانٹھکر فرار ہوگئے اور شہزادۂ قیصر تنہا کھڑا رہا۔ اس دار وگیر میں ہمایوں کے ہاتہ سے شہزادہ کے کلہ پر زخم شمشیر پہونچا اور ہاتھ کی اُنگلیاں بہی مجروح ہوئیں کم سن اور خورد سال شہزادہ اسپر بہی گھوڑے پر سوار رہا اور اگرچہ سر سے پاؤں تک خون میں غرق تہا اور کرب و بیچینی سے نڈھال ہوگیا تہا لیکن تو بہی جگہ سے ایک قدم پیچھے ہٹنا اپنی شان کے خلاف سمجہتا تہا اسی اثنا میں ہمایوں شاہ کے فرزند رشید شہزادہ احمد کی نظر قیصر پر پڑی جوں ہی اُسنے شہزادۂ قیصر کو خون میں نہایا ہوا دیکہا بیتابانہ باپ کے پاس دوڑا آیا اور چشم پر نم سے آنسوؤں کی ندیاں بہا کر کہا کہ حضور یہ زخمی بچہ آپکا بہتیجا اور میرا بہائی ہے اور بہتیجا فرزند کی جگہ ہوتا ہے اسے زخمی کرنا حضور کو کسیطرح مناسب نہ تہا ہمایوں نے بیٹے کی یہ تقریر سنکر ایک نہایت ٹہنڈا سانس لیا اور غمناک لہجہ میں بولا فرزند من! یہ نالائق حرکت دانستہ اور عمداً مجھسے ظہور میں نہیں آئی۔ بلکہ شاید حالتِ غضب میں سہواً میری شمشیر اِس تک پہونچ گئی اور اُسے زخمی کر دیا جس کا مجھے اسوقت افسوس ہے اور افسوس کے ساتہ انتہا درجہ کی ندامت ہے یہ کہکر ہمایوں شاہ شہزادۂ قیصر کی طرف بڑھا اور اظہارِ ہمدردی و شفقت کے بعد گھوڑے سے اُتار کر آغوشِ شفقت میں لیلیا۔ اول جوشِ محبت سے پیشانی کو بوسہ دیا اور پہر نہایت نرمی کے ساتہ تسلی و دلدہی میں مصروف ہوا۔ چونکہ شہزادہ والاجاہ کے چہرہ پر زخم کاری لگا تہا اسلئے وہ تکلیف سے بیتاب تہا اور ہمایوں شاہ کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تہا۔ ہمایوں شاہ نے ایک نہایت چابکدست ہوشیار جراح طلب کیا اور اپنے سامنے بڑی احتیاط کے ساتہ زخموں کو دہو دہلا کر صاف کرایا اور مرہم لگا کر پٹی باندہ دی اس سے شہزادے کو فی الجملہ تسکین ہوئی اور اب اُسنے معلوم کیا کہ میں اپنے چچا کے ہاتھ میں گرفتار ہوں تہوڑی دیر کے بعد کہانے کا وقت ہوا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے ہمایوں شاہ نے شہزادہ کے ساتہ کہانا تناول کیا +

شاہی فوج جو بھگیتوں کے تعاقب میں مصروف تھی یہ خبر سنکر کہ شہزادہ قیصر ہمایوں شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا حیران و سراسیمہ ہوکر ایک دوسرے کے چہرے کو تکنے اور باہم کہنے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ہمنے ہمایوں کی کل فوج کو شکست دیکر دشمنوں کو بھگا دیا اور میدان جنگ میں ہماری فتح کا جھنڈا اڑ چکا تھا پھر شہزادہ دشمن کے ہاتھ میں کسطرح گرفتار ہوگیا۔ یہ کہکر تمام فوجی افسروں نے دشمنوں کے قتل و غارت کا خیال چھوڑ دیا اور تعاقب سے دست بردار ہوکر انتقام کے جوش سے لبریز ہوکر بڑی تیزی اور بیتابی کے ساتھ اُلٹے پھرے۔ مگر اتنی دیر میں یہاں سلطنت کا سارا بساط بدل گیا تھا جو فوج شہر قندھار کی حفاظت و نگرانی پر تعینات تھی اُسنے ہمایوں شاہ سے ساز باز کر کے شہر کے دروازے کھولدیئے اور سرداروں نے ہمایوں کی اطاعت پر سر تسلیم خم کر دیئے قندھار والے یہ دیکھکر کہ خود انکے بڑے بڑے نامور اور مشہور افسر غنیم کی تلواروں کے سامنے نہ ٹھہر سکے ہمت ہار گئے۔ ہمایوں شاہ بڑے کروفر سے شہر قندھار میں داخل ہوا۔ اور قلعہ کی چوٹیوں پر فتح کے پھریرے اُڑنے لگے۔ شہر کے نظم ونسق سے فراغت پانے کے بعد فتح کی یادگاری میں ایک عظیم الشان جشن مرتب ہوا اور ہمایوں شاہ نے اپنے نام سکہ خطبہ کا رواج دیا

شاہی افسروں نے جب یہ صورت دیکھی تو اُن کی ہمت ٹوٹ گئی اور عبداللہ خاں نورزئی۔ یحییٰ خاں قشقچی باشی۔ لدو خاں بارک زئی۔ پایندہ خاں کا فرزند فتح خاں بارک زئی جو شاہ زماں کے جانثار اور باوفا سردار تھے یہ سب بالا بالا رادانہ پشاور ہوئے۔ اور زماں شاہ کے حضور میں پہونچکر تمام واقعہ بیان کیا۔ اسی زمانہ میں احمد خاں نورزئی جو اپنی جاگیر سے کچھ خزانہ اور فوج لیکر پشاور جارہا تھا قندھار و ہرات کے درمیان خبر لگی کہ شہزادہ قیصر ہمایوں شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا ہے۔ عبداللہ خاں (جو احمد خاں کا حقیقی بھائی ہے) شکست پاکر پشاور پہونچ چکا ہے۔ تمام شاہی فوج تباہ و برباد ہوگئی ہے اور ہمایوں شاہ قندھار میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہے۔ اِس خبر کے سنتے ہی وہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور انتہائے غیظ میں اسکی زبان سے یہ لفظ نکلے "ہمایوں کون چیز ہے جو ملک شاہی میں اس طرح کے فتور و فساد برپا کرے یہ اِس کی مجال نہیں کہ قندھار میں تخت نشینی کرکے فخر و مباہات کا پھریرا اُڑائے" یہ کہکر احمد خاں تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگیا اور خیالات کے وسیع میدان میں ادھر اُدھر چکر لگاتا رہا آخرکار چونک کر کہنے لگا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں ہوگا میں

پہلے اس مہم سے فارغ ہولوں تو پیر شاہ زماں کے حضور میں جاؤں بلکہ اگر منظور خدا ہے تو ہمایوں کو گرفتار کر کے بادشاہ کی حضور میں لیجاؤں ؟

احمد خاں اس خیال کو اچھی طرح پکا کر اور اپنے ہمراہیوں سے مشورہ لیکر جماعت کثیر کے ساتھ قندھار کیطرف بڑھا اور بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ بڑھا اُدھر ہمایوں نے یہ سنکر کہ احمد خاں جنگ کے ارادے سے بڑھا چلا آرہا ہے اپنی فوج کی ترتیب دیکر قندھار سے نکلا اور مستعد جنگ ہوا چونکہ آجکا دن اخیر ہوگیا تھا اس لئے دونوں فوجیں نہایت خاموشی اور سکوت کے ساتھ صف آرا رہیں اور اسدن کی لڑائی کل کے لئے اُٹھا رکھی گئی احمد خاں اگرچہ بڑا بہادر اور دلیر افسر تھا اور بڑے بڑے مشہور معرکوں میں فتح کا فخر حاصل کر چکا تھا۔ مگر ہمایوں کی فوج کے مقابلہ میں اسکی فوج بالکل ناآزمودہ اور بے سروسامان تھی اسلئے اسنے یہ تدبیر سوچی کہ دشمن کو دھوکا دیکر قندھار پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ رات کے وقت جبکہ مقابل کی اکثر فوج غافل تھی احمد خاں مسلح ہوا اور بڑے بڑے جانباز اور شجاع افسر لیکر ہمایوں کے لشکر کی پشت سے ہوتا ہوا قندھار کے دروازہ آدھمکا تاکہ پہلے شہر پر قبضہ کرے پھر اطمینان سے جنگ ہمایوں میں مصروف ہو مگر رحیم داد خاں بارک زئی کا فرزند عبدالکریم خاں قندھار کے دروازہ پر موجود تھا اوسنے احمد خاں کو شہر کیطرف بڑھتا ہوا دیکھکر دروازہ بند کر لیا اور اگرچہ احمد خاں نے زر نقد اور منصب جاگیر کا بہت کچھ لالچ دیا لیکن اسنے دروازہ نہ کھولا بلکہ دروازہ کے روشندان میں سے بندوق کا فیر کیا۔ خیر ہوئی کہ احمد خاں بندوق کی زد میں نہ تھا۔ ورنہ اسکا جانبر ہونا بہت مشکل تھا۔

الغرض احمد خاں نے جب دیکھا کہ یہاں میری تدبیر کچھ نہیں چل سکتی تو مایوس ہو کر اُلٹا پھرا اُدھر ہمایوں شاہ یہ خبر سنکر لشکر گاہ سے قندھار کیطرف متوجہ ہوا۔ اور مقام کورکان میں دونوں لشکر مقابل ہوئے تھوڑے عرصہ تک تو دور سے لڑائی ہوتی رہی مگر آخر کار بندوق و نیزہ سے تجاوز کر کے دونوں لشکر شمشیر کیطرف ہاتھ پھینکے اور احمد خاں اپنی فطری شجاعت کا جوش ضبط نہ کر سکا۔ دو تین بہادر افسروں کو ساتھ لیکر ہمایوں پر حملہ آور ہوا۔ ہمایوں تو دشمن کی زد سے بچگیا مگر سید خداداد۔ اور ملا خداداد جو ہمایوں کی تخت نشینی کے بانی اور بڑے مشہور و جانباز افسر تھے زخمی ہوئے اور یوسف خاں مہماندار باشی۔ جو احمد خاں کی فوج کا ایک بیشل اور ثانی بہادر تھا زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ ہمایوں شاہ چاہتا تھا کہ اسے

اپنے ہاتھ سے سر اسکے قتل کرے مگر چند سرداروں کی شفاعت نے اسکی جان بچالی۔ اور اسکی ضرب المثل بیجگری اور بے دھڑک شجاعت نے ہمایوں شاہ کو امان جان دینے پر مجبور کر دیا احمد خاں ضرب شمشیر اور طپنچہ سے زخمی ہو کر فرار ہو گیا۔ چونکہ زخم کاری لگے تھے لہذا تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر پہونچکر بیہوش ہو گیا اور انتہائے غشی میں گھوڑے کی پشت سے زمین پر آرہا۔ ملا حسن درویش جو قوم پنج پاؤ سے تھا احمد خاں کو اوٹھا کر اپنے گھر لیگیا اور معالجہ جراحت میں مشغول ہوا۔ ہمایوں شاہ اگرچہ احمد خاں کا تعاقب کرتا ہوا دو میل تک آیا مگر چونکہ وہ بہت دور نکل گیا تھا اسلئے واپس ہونا پڑا۔

غرضکہ ہمایوں شاہ فتح نمایاں اور کامیابی کے ساتھ قندھار میں داخل ہو کر عیش و عشرت میں مشغول ہوا دوسرے روز احمد خاں کے مخفی ہونے اور ملا حسن درویش کے پناہ دینے کی خبر سنی تو غصے سے بیتاب ہو گیا۔ اور فوراً درویش کے حاضر ہونے کا حکم دیا شاہی گارد بڑی تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور درویش کو پا بزنجیر کرکے حضور میں پیش کیا ہمایوں شاہ نے اسکی نسبت قتل کا حکم صادر فرمایا۔ مگر قندھار کے سادات و فقرا اور علما کے ممتاز و پُر فخر گروہ نے متفقہ الفاظ میں درویش کی سفارش کی اور بادشاہ نے بڑے تامل کے بعد انکی درخواست منظور کی۔ اسوقت احمد خاں اپنی زیست سے بالکل مایوس ہو گیا اور جان کے خوف سے اُسے بجز اسکے اور کچھ کرتے دہرتے بن ہی نہ پڑا کہ ہمایوں شاہ سے امان جان کا طالب ہو چنانچہ وہ خود ڈولے میں سوار ہو کر ہمایوں شاہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اسبات پر مستحکم و مضبوط عہد و پیمان کیا کہ میں ہمیشہ حضور کا خیر خواہ رہونگا اور تا بہ زیست وفادار غلام اور بہی خواہ ملازم ثابت ہونگا۔ ہمایوں شاہ کو رحم آگیا اور اُسے جان بخشی کا فرمان دیکر معزز و ممتاز منصب سے سرفراز فرمایا اس اثنا میں بہت سے لوگ آہستہ آہستہ قندھار سے نکل بھاگے اور خفیہ طور پر پشاور پہونچکر شاہ زماں سے جا ملے

زماں شاہ کی ہمایوں پر توجہ اور فتحیابی

خاص قندھار اور اسکے اضلاع میں یہ پُرزور بغاوتیں اور حادثہ ناگہانیاں برپا تھے اور شاہ زماں کی اکثر فوجیں تسخیر ہندوستان اور تادیب سکھوں کی تیاریاں کر رہی تھیں گو اسکا عہد حکومت شروع ہی سے خانہ جنگیوں اور بغاوتوں میں اُلجھا رہا تاہم ممالک شرقیہ میں اسکی عظمت کا اثر کامیابی

کے ساتھ پھیل گیا اور روز بروز پھیلتا جاتا تھا گو اس سے پیشتر بھی احمد شاہ درانی کے زمانہ میں اسلامی فتوحات کا سیلاب ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں اور بلند مقامات سے گذر گیا تھا۔ لیکن یہ فخر شاہ زماں ہی کی قسمت میں تھا کہ اسکے عہد میں مغرور اور سرکش سکھوں کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ انہوں نے پھر کبھی ابھرنے کا نام تک نہیں لیا پنجاب سے بت پرستی قریبًا معدوم ہوگئی اور یہاں کے ممالک ہمیشہ کیلئے علم اسلام کے سایہ میں آگئے سیکڑوں ہزاروں مسجدیں تعمیر ہوگئیں اور توحید خالص کی دلکش صداؤں سے تمام دشت و جنگل گونج پڑے۔ شاہ زماں تسخیر ہندوستان کے ارادہ سے پشاور سے نکلنا ہی چاہتا تھا کہ اسکے کانوں میں قندھار کی وحشتناک صدائیں پہونچیں اور جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی فوج کو ہمایوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور شہزادہ قیصر زخمی ہوکر گرفتار ہوگیا سردار احمد خاں نورزئی زخم کھاکر ہمایوں کی اطاعت میں چلا گیا تو اُسے رنج اور رنج کے ساتھ سخت افسوس ہوا۔ اور اب اُسنے ہندوستان پر فوج کشی کو ملتوی کرکے جرار افواج کے ساتھ پشاور سے نکلکر قندھار کیطرف بڑھا راستہ میں دو تین روز کابل میں قیام پذیر ہوا اور پھر وہاں سے روانہ ہوکر سیدھا قندھار کیطرف رخ کیا جب قندھار تھوڑے فاصلہ پر رہگیا تو پاینده خاں بارک زئی کو فوج کا ایک جرار دستہ دیکر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ہمایوں شاہ کو خبر ہوئی تو وہ بھی اپنی ساری فوج کو جمع کرکے قندھار سے نکلا اور چالیس میل آگے بڑھکر فوج ہراول سے مقابل ہوا۔ احمد خاں نورزئی کو جسکے زخم ہنوز مندمل نہیں ہوئے تھے تھوڑی سی فوج دیکر شاہی لشکر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور خود فوج گراں اور اپنے بھروسے کے آدمی ساتھ لیکر عقب میں کھڑا ہوگیا۔ احمد خاں کی سرگردگی میں وہی فوج تھی جسپر ہمایوں کو بھی اعتماد نہ تھا اور اسمیں اکثر لوگ ایسے تھے جو شاہی فوج سے سازباز رکھتے تھے بلکہ شاہ زماں کے خیر خواہ اور ہمایوں شاہ کے بدخواہ تھے احمد خاں اس شکستہ دل فوج کو ساتھ لیکر مجبورًا آگے بڑھا اور چونکہ یہ دن آخر ہوگیا تھا اسلئے طرفین میں سے کوئی شخص میدان میں نہیں آیا رات ہوئی تو ہمایوں شاہ اپنے معتمد علیہ آدمیوں کو ساتھ لیکر ہرات کی جانب بھاگ کھڑا ہوا اور یلغار کرتا ہوا مقام فراہ میں جو ہرات اور قندھار کے بیچیں واقع ہے جا پہونچا سردار احمد خاں جو جبرًا و قہرًا ہمایوں شاہ کے ہمراہ تھا اور بطریق تقیہ پیش جنگ اور ہراول فوج مقرر ہوا تھا۔ پاینده خاں کے پاس پہونچا اور اسکی سفارش سے ملازمت شاہی میں مستفیض ہوا۔

ہمایوں شاہ کے فرار ہونے کی خبر قندھار میں شایع ہوئی تو پایندہ خاں کی بی بی جو نہایت صالحہ اور عفیفہ عورت تھی اور قطع نظر صلاحیت وعفت کے انتہا سے زیادہ عاقلہ اور مردانہ ستیز تھی فوراً گھر سے نکل کھڑی ہوئی اور افغانی چہرا کر میں اُڑس منہ پر نقاب ڈال گھوڑے پر سوار ہو ہمایوں شاہ کے محل میں پہونچی اور بڑی پھرتی سے شہزادہ قیصر کو جو ہنوز ہمایوں کی قید میں تھا محل سے نکال تخت ولیعہدی پر بٹھا دیا اول خود آداب ومجرا بجالائی اور پھر تمام حاضرین سے تخت نشینی کی رسمیں ادا کرائیں اور ساتھ ہی اسباب کی منادی کرادی کہ اسوقت سے ہمایوں کا حکم مٹگیا اور حضرت شاہ زماں کا دور دورہ ہوگیا۔ اس ہل چل اور ہرج مرج کے وقت میں مرتضےٰ خاں نے جو پایندہ خاں سے رشتۂ دامادی رکھتا تھا غارتگری کا ہاتھ کھولا اور بڑی بیرحمی اور سفاکی سے بازاروں میں تاخت وتاراج اور لوٹ کھسوٹ شروع کردی پایندہ خاں کی بی بی نے یہ بیرحمی پسند نہیں کی اور غارتگری سے بزجر مانع آئی لیکن جب مرتضےٰ خاں اور اسکے اوباش ہمراہیوں نے غارتگری کا ہاتھ بند نہیں کیا تو پایندہ خاں کی بی بی نے کمر سے چہرا کھولا۔ اور مردانہ وار مرتضےٰ خاں پر حملہ کیا مرتضےٰ خاں بھی آمادہ جنگ ہوا مگر ہنوز اُسنے تلوار نہ اُٹھائی تھی کہ عورت کا چھرا اسکے پیٹ کے پار ہوچکا تھا مرتضےٰ خاں زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا۔ تو عورت نے فوراً گرفتار کرلیا عبدالستار شاہ جو ایک نہایت صادق اور نیک نہاد درویش تھا اور مرتضےٰ خاں سے بہت کچھ راہ ورسم رکھتا تھا پایندہ خاں کی بی بی کے پاس گیا اور نرمی کے لہجہ میں کہا کہ جس شخص کو تو نے گھائل کرکے دستگیر کیا ہے حقیقت میں وہ تیرا عزیز اور حبیبا داماد ہے فی الواقع اسنے سخت غلطی کی کہ تیری نصیحت آمیز اور نیک انجام بات کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنا اور تسلیم کرنے والے دل سے قبول نہیں کیا لیکن میں سفارش کرتا ہوں کہ اب تجھے اُسپر رحم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر بادشاہ اُسکی اس بے عنوانی اور نالایق حرکت پر مطلع ہوگا تو جان لیئے بدون نچھوڑیگا۔ بہتر یہ ہے کہ تو اسے خلعت فاخرہ دیکر رخصت کر۔ اور قصور کو معاف فرما۔ عورت چونکہ بڑی ہوشیار اور زیرک تھی درویش کے فرمانے کے بموجب عمل میں لائی اور مرتضےٰ خاں کو خلعت اور کچھ زر نقد دیکر رخصت کیا۔

صبح ہوئی تو شاہ زماں فتح ونصرت کا نقارہ بجاتا ہوا فوجی کروفر کے ساتھ داخل قندھار ہوا اور میرزا خورستم خاں اور پایندہ خاں کے فرزند کو ہمایوں کے تعاقب میں رخصت کیا دونوں سردار مقام کرشک تک

پہنچکے تو معلوم ہوا کہ ہمایوں کا پتہ لگنا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ وہ کوہستان کی طرف چلا گیا ہے اور پہاڑونکی دشوار گذار گہاٹیوں میں مخفی ہے۔ ناچار واپس آئے اور شاہ زماں کے حضور میں ساری کیفیت عرض کی بادشاہ نے ہرات میں سلطان محمود کو بایں مضمون فرمان لکھا کہ اگر ہمایوں تمہارے ہاتھہ لگے تو فوراً گرفتار کرکے مایدولت کے حضور میں روانہ کردو۔" سلطان محمود کے پاس یہ فرمان پہونچا تو اُسنے نہایت سنجیدگی اور متانت سے جواب لکھواکر روانہ کیا جسکا مضمون یہ تہا۔" میں حضور کو والد مغفور سے کسیطرح کم نہیں سمجھتا اور آپکی اطاعت و فرمانبرداری کو بالکل والد کی حکم برداری سمجھتا ہوں۔ مگر چونکہ ہمایوں شاہ میرا بڑا بہائی ہے اور نہ صرف میرا بلکہ حضور کا بہی برادر کلاں ہے اسلئے امیدوار ہوں کہ اسکے سُراغ لگانے اور تلاش کرکے گرفتار کرنے سے معاف رکہا جاؤں۔"

شاہ زماں نے از سرنو قندہار کے نظم و نسق کیطرف توجہ کی اور شہزادہ قیصر کو بدستور سابق ولیعہدی کے معزز منصب سے سرافراز فرمایا اور جب یہاں کا انتظام خاطر خواہ انجام پاگیا تو خود تسخیر ہندوستان کے عزم سے روانہ کابل ہوا۔ مختار الدولہ حافظ شیر محمد خاں وزیر السلطنۃ کو افواج عظیم کے ساتہ بلوچستان کیطرف روانہ کیا تاکہ نصیر خاں بلوچ کے بھتیجے کے شر و فساد کو شہر سے مٹادے جسنے از راہ معذرت پروازی نصیر خاں۔ کے فرزند محمود خاں کو معطل کرکے ملک بلوچستان کو اپنے قبضہ میں کرلیا تہا اور خود تخت نشین ہوکر ملک کے باشندوں پر ظلم کرتا تہا ہر چند کہ ایک عرصے سے باشندگان شہر کی نالشیں بادشاہ کے پاس پہونچ رہی تہیں مگر ہمایوں کی پرزور بغاوت اور ہراتیوں کی سرکشیوں نے اسے اسطرف متوجہ نہیں ہونے دیا اب جو کچہہ فرصت ہوئی تو وزیر السلطنت کو نصیر خاں کے برادرزادہ کی تنبیہ و تادیب کے لئے روانہ کیا اور خود تسخیر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا +

مختار الدولہ بہادر شاہ زماں کا یہ حکم پاتے ہی روانہ بلوچستان ہوا اور وہاں پہونچکر کارہائے نمایاں کیئے طرفین سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور ایک ایسا سخت اور عظیم الشان معرکہ ہوا جسمیں بہت سے درانی اور بلوچ تیغ آبدار کے نذر ہوئے۔ آخر کار بہت جانفشانیوں اور سخت ترددات کے بعد مختار الدولہ وزیر السلطنۃ فتحیابی اور کامیابی کے ساتہ بلوچستان کی مسند حکومت میں داخل ہوگیا اور شہر کے قلعوں پر فتح کے پھریرے اڑادیئے بلوچ خاں کے دار الخلافہ میں پہونچا تو نصیر خاں کے فرزند محمود خاں کو تخت نشین کیا

اور بلوچستان کے تمام کارگزاروں اور سرکشوں کو جدید جانشین نصیر خاں کے مطیع و منقاد کر دیا سب لوگوں نے محمود خاں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور تمام متکبروں کی گردنیں اسکے آگے جھک گئیں +

مختار الدولہ جب بلوچستان کے نظم و نسق سے فراغت پا چکا تو نصیر خاں کے فرزند محمود خاں کو بادشاہ کی قدمبوسی کے لیئے ہمراہ لیکر واپس ہوا۔ اور بہت جلد حضور شاہی میں پہونچکر فتحکا مژدہ سنایا بادشاہ نے نصیر خاں کے نامور فرزند محمود خاں کو چندروز تک اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور اس کے تالیف قلوب اور خاطر و مدارات میں، کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا عیش و عشرت کے شاہانہ جلسے ختم ہوئے تو بادشاہ نے محمود خاں کو عنایات خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے سرافراز فرماکر بلوچستان کیطرف رخصت کیا اور نہایت شان و شوکت اور عزت و توقیر کے ساتھ رخصت کیا۔ محمود خاں نہایت خوشدلی اور مسرت کے ساتھ شاہی عنایتوں اور مہربانیوں سے مالامال ہوکر داخل بلوچستان ہوا اور ۱۲۱۳ھ ہجری تک نہایت کامیابی اور نیکنامی کے ساتھ تخت نشین رہا۔ بلوچستان اور نہ صرف بلوچستان بلکہ اس کے تمام اطراف و جوانب کے باشندے خان مذکور کے حلقۂ اطاعت میں آگئے اور بڑے بڑے مغروروں اور گردنکشوں کی گردنیں اسکی سیاست اور عدل و انصاف کے آگے جھک گئیں۔ محمود خاں کے انتقال کے بعد بھی بہت دنوں تک اسکی اولاد اور سلسلۂ خاندان میں حکومت و سلطنت باقی رہی چنانچہ ۱۲۶۳ھ ہجری تک نصیر خان نامی جو محمود خاں کی اولاد میں ایک بڑا ذی وجاہت اور با حشمت و شوکت اور قطع نظر اسکے بہادر اور شجاع آدمی تھا۔ بالاستقلال بلوچستان کی حکومت پر قابض رہا۔ اور نہایت فارغ البالی اور اطمینان کے ساتھ ایک عرصہ تک حکمرانی کرتا رہا +

شاہ زمان کا ہندوستان کی طرف بڑھنا اور نواحِ ملتان میں محمد خان کے ہاتھ میں ہمایون شاہ کا گرفتار ہونا

شاہ زمان جب ان عظیم الشان خانہ جنگیوں اور ملک کی پرزور بغاوتوں اور آئے دن کے نئے نئے ہنگاموں سے فارغ ہوا تو ہندوستان کی تسخیر اور متکبر گردنکش سکھوں کی تنبیہ و تادیب کے قصد سے ایک بڑی خونخوار اور آراستہ فوج کے ساتھ ۱۲۱۰ھ ہجری میں کابل سے روانہ ہوکر

سندھ کی جانب بڑھا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ بڑھا۔ پچاس ہزار سوار جو نہایت جرّار و بیباک تھے۔ طلاکار وردیوں سے آراستہ تھے اور سر سے پانو تک فولادی ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ قلب فوج میں شاہ زماں نہایت تکلف پوشاک زیب جسم کیے ہوئے تھا۔ اور ایک نہایت خوبصورت عربی النسل گھوڑے پر سوار تھا۔ جو طلائی ساز و یراق سے پیراستہ تھا۔ تمام فوج چاروں طرف سے اِسطرح حلقہ کیے ہوئے تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے۔ الغرض یہ فوج ایسی شان و شوکت اور آن بان سے کابل سے نکلی کہ بڑے بڑے معمر اور مسن لوگ جنہوں نے ہزاروں فوجی تماشے دیکھے تھے اِس نظارہ کو دیکھکر عشعش کرتے تھے اور محو حیرت ہوکر تعجب کرتے تھے۔ یہ آراستہ فوج نہایت ترتیب کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور شاہ زماں نہایت استقلال اور آہستگی کے ساتھ اسکی آہستگی و ترتیب میں کوشش کرتا ہوا قدم اوٹھا رہا تھا۔ چندروز میں یہ فوج اسی ترتیب و آراستگی کے ساتھ نواح سندھ میں پہونچی اور بادشاہ نے لب دریائے نزول اجلال فرمایا۔ دو ایک روز قیام کرکے اور لشکر کو قدرے آرام دیکر قلعہ اٹک سے دریا کو عبور کیا اور موضع حسن ابدال۔ اور نواح رہتاس کو اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ تفریح طبع کے لیے کئی روز تک مصروف سیر و شکار رہا۔ اور جب اسکی طبیعت بالکل سیر ہوگئی تو اُسنے احمد خاں بارک زئی اور بہادر خاں محمد زئی وغیرہ چند مشہور اور ممتاز فوجی افسروں کو جو بہت سے خطرناک معرکوں میں فتح کا فخر حاصل کرچکے تھے سات ہزار جرار و خونخوار سوار و نکی سرکردگی میں تسخیر و لایہ کے لیے جو دریائے جہلم اور چناب کے درمیان نہایت سرسبز و شاداب مقام تھا روانہ کیا۔ اودھر بدقسمت ہمایوں شاہ افواج شاہی سے شکست پاکر اور ناموافق ایام کے تلخ و زہریلے گھونٹ پیکر نواح قصبہ لیّہ میں جو ملتان سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی جانب واقع اور دریائے سندھ و جہلم کے بیچمیں پڑتا ہے آپہونچا اور اس کا بخت بد فرجام اور اتفاق نا ملائم کشاں کشاں یہاں لے آیا۔ اسوقت اسکے ہمراہی میں کل سو سوار تھے جو سب کے سب سردار یا سردار زادے تھے اور وہ بھی بے ساز و سامان اور نہایت شکستہ حال سلطان احمد جو ہمایوں شاہ کا نامور فرزند تھا اور حسن خوبصورتی زیبائی و رعنائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا باپ کے ہمرکاب تھا۔ ہمایوں شاہ راستہ کی تکان سے عاجز ہوکر ایک نہایت گنجان اور سایہ دار درخت کے نیچے گرمی بھر آرام لینے کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا۔

اور اسکے ہمراہی گھوڑوں کے آب و دانہ کی تدبیر میں مصروف تھے اسنے اپنا شاہانہ لباس اُتار کر فقروں کا
بھیس بھر لیا تھا اور ارادہ تھا کہ جس طرح بن پڑے کشمیر میں پہونچکر اُسے اپنے قبضے میں لے آئے۔ اور
سامان جنگ جمع کرکے بنائے فساد کو محکم و مضبوط کرے +

چونکہ اس سے پیشتر شاہ زماں کی جانب سے ممالک محروسہ کے تمام حکام و امرا کو اطلاع عام دی جا چکی تھی۔ اور
چاروں طرف یہ حکم عام نافذ کر دیا گیا تھا " کہ ہمایوں جس موقع پر پہونچے فوراً گرفتار کر لیا جائے اور خیر خواہان
سلطنت کو لازم ہے کہ جس جگہ اسکا سراغ لگے موجودہ جمعیت کو ساتھ لیکر اسکی گرفتاری میں نہایت
مستعدی او سرگرمی کے ساتھ کوشش کرے اور گرفتار ہو جائے تو فوراً حضور بدولت میں روانہ
کیا جائے " اس منادی عام کا مضمون تمام جاگیرداروں اور صوبداروں کے کانوں میں پہونچ چکا تھا
اور نہایت دہشتناکی کے ساتھ پہونچ چکا تھا۔ ہر شخص ہمایوں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ اور اپنی عزت
افزائی کے لیئے ہر چہار طرف اسکا متلاشی اور جویاں تھا۔ محمد خاں صدوزئی جو قصبہ لیّہ کا حاکم اور بڑا
وجیہ دولا اور جوان تھا۔ یہ خبر پاکر کہ ہمایوں شاہ مع چند سواروں کے فلاں درخت کے نیچے موجود ہے
فوراً مسلح ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور پانسو مسلح اور معرکہ آرا سواروں کو ساتھ لیکر ہمایوں کے سر پر جا دھمکا
بدقسمت ہمایوں چونکہ کئی روز کا تھکا ماندا تھا درخت کے سایہ کو آسایش کی جگہ خیال کرکے تھوڑی دیر کیلئے
سو گیا تھا۔ مگر اسکی بدقسمتی نے اس تھوڑے سی دیر کے آرام کو بھی اس کے لیئے تجویز نہیں کیا گھوڑوں کی
ٹاپوں کی خطرناک آواز اوس کے کان میں پہونچی تو فوراً چونک پڑا اور آنکھیں کھولکر دیکھا تو دشمن کو
سر پر کھڑا پایا اس سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ہمایوں جھٹ اُٹھ بیٹھا اور تلوار کا قبضہ پکڑکر کھڑا
ہو گیا۔ محمد خاں نے اول نہایت لجاجت و سماجت کے ساتھ اپنی ہمدردی و ہوا خواہی کا اظہار کیا اور
نہایت عاجزی کے لہجہ میں عرض کیا کہ حضور شہر میں قدم رنجہ فرماکر نیازمند قدیم کی عزت افزائی
فرمائیں۔ اور غریب خانہ پر رونق افروز ہو کر بندہ کو ممنون و مشکور کریں۔ میں حضور کی بشرط
خدمت کماحقہ بجا لاؤں گا اور کبھی غدار بیوفا ثابت نہو نگا لیکن جب ہمایوں شاہ اسپر راضی نہیں ہوا
اور محمد خاں نے سمجھ لیا کہ میری لجاجت آمیز باتوں کا جادو ہمایوں پر نہ چل سکے گا تو وہ ایک
اور تدبیر بلا۔ یعنے ہمایوں کو باتوں میں لگاکر آسانی سے گرفتار کر لینا چاہا +

ہمایوں شاہ اصل میں بڑا مدبر عالی فکر اور دور اندیش آدمی تھا اور اگرچہ بخت و اتفاق کی ناسازگاری کیوجہ سے اسکی تمام تدبیریں اُلٹی اور کوششیں ضایع ہوتی چلی جاتی تہیں۔ تاہم وہ فکر و تدبیر سے غافل نہ تھا۔ محمد خاں کے طرز کلام اور مسلح سواروں کے ہجوم ہی سے تاڑ گیا تھا کہ دال میں کالا ضرور ہے اور اب اس ظالم کے پنجے سے نجات پانا بہت مشکل ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنی تدبیر اور جوش شجاعت کے ظاہر کرنے سے نہ چوکا۔ فوراً اپنے ہمراہیوں کو مسلح ہو جانیکا اشارہ کیا اور خود تلوار پکڑ کر دلیرانہ کہڑا ہوگیا۔ سلطان احمد باپ کا اشارہ پاتے ہی اپنے ہمراہیوں سمیت حملہ آور سواروں پر ٹوٹ پڑا۔ اور سخت معرکہ ہوا۔ چونکہ محمد خاں کے مقابلہ میں ہمایوں شاہ کے ہمراہی کچہ بھی نہ تھے اور باوجود اسکے نہایت بے سروسامان اور سخت پریشان تہے لہذا اُن میں سے اکثر لوگ تو قتل ہو گئے اور کچہ زخمی۔ شہزادہ احمد یہ دیکھکر اپنی فطری شجاعت کا جوش ضبط نہ کر سکا اور تنہا دشمن کی جماعت میں گہس گیا حملہ آور فوج کے ایک سوار نے بندوق فیر کیا۔ اور گولی شہزادے کے سینہ پر لگی اور ایسی کاری لگی کہ وہ مجروح ہوکر گھوڑے کی پشت سے زمین پر آرہا۔ اور فوراً جان دیدی۔ ہمایوں شاہ جو اپنے نامور اور بہادر فرزند کا عاشق و شیدا تھا یہ دیکھکر بیتاب ہوگیا اور ایک بے اختیارانہ اور مضطربانہ حالت میں تڑپکر گھوڑے کی پشت پر سے گر پڑا۔ شہزادہ احمد کی مردہ لاش سینہ سے لگائی اور بے اختیارانہ جوش کے ساتہ بہت دیر تک روتا رہا۔ اور اس رقت و گریہ کی نوبت یہانتک پہنچی کہ وہ بیطاقت ہوکر بیہوش ہوگیا ہوش میں آیا تو اپنے تئیں دشمن کی حراست میں دیکھا +

ہمایوں شاہ اگرچہ دشمن کی حراست میں آچکا تھا تاہم محمد خاں کو اسکی طرف سے بہت کچہ اندیشہ تھا وہ فوراً آگے بڑھا۔ اور ہمایوں شاہ کے قدموں میں گرکر اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ شہزادے کی مردہ لاش کو اس سے علیحدہ کیا اور نہایت خوشامد سے گھوڑے پر سوار کرکے شہر میں لایا پیچھے محمد خاں کے ہمراہیوں نے ہمایوں کے تمام رفقا کو گرفتار کر لیا۔ اور مقتولوں کی لاشیں دفن کرکے شہر کی طرف لوٹے اسوقت تک ہمایوں کے ہوش بجا نہ تہے اور نہ اُسے اُس ذلت اور شاہ زمان کی بدسلوکی کا علم تھا۔ آیندہ پیش آئی ورنہ وہ ضرور اس ذلت

و بے عزتی پر موت کو ترجیح دیتا اور اگر دشمن کے ہاتھ سے نہیں مارا جاتا تو فوراً خودکشی کر لیتا اُسے یقین تھا کہ اگر میں شاہ زماں تک پہونچ جاؤنگا تو اسکی رحمدلی اور برادرانہ الفت کا جوش پھر بھی شفیع ہوگا۔ اور اگر تخت نشینی کی عزت نہ ملے گی تو کم سے کم جان ضرور بچ جائے گی۔ مگر افسوس شاہ زماں کی عدالت سے جو حکم اسکی نسبت صادر ہوا۔ وہ اسکی امید و توقع کے سراسر خلاف تھا۔ اور سچ پوچھیئے تو نہایت وحشیانہ اور ظالمانہ حکم تھا +

محمد خاں قصبہ لیہ میں پہونچا تو اسنے نہایت عجلت کے ساتھ شاہ زماں کی خدمت میں ہمایوں کی گرفتاری کی کیفیت لکھ بھیجی بادشاہ نے حسن خاں قزلباش کو جو شاہی خدمتگاروں کا افسر اور نہایت بیباک و سفاک شخص تھا حکم دیا۔ کہ قصبہ لیہ میں پہونچکر ہمایوں کی دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔ اور پالکی میں سوار کرکے روانہ کابل کرے۔ بیرحم حسن خاں بادشاہ کا حکم پاتے ہی قصبہ لیہ میں پہونچا اور بڑی بے رحمی اور بے دردی سے ہمایوں کی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں پھر پالکی میں سوار کرکے بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔ حکم ہوا کہ ہمایوں کو اسیحالت میں کابل پہونچا دیا جائے اور جہاں اور شہزادے قید ہیں وہیں اسکو بھی مقید کرنا چاہیئے +

جس روز ہمایوں کی گرفتاری اور شہزادہ احمد کے قتل کی خبر مقام رہتاس یا حسن ابدال میں پہونچی وہ دن بھی عجب تماشے کا دن تھا کہ ایکطرف سے امراء عظام اور ارکین دربار کی صف سے تہنیت و مبارکی کے نعرے اٹھ اٹھ کر گونج رہے تھے اور ایک جانب سے تعزیت کی جگر خراش اور جانگزا صدائیں پیدا ہوکر لوگوں کے دلوں میں رقت پیدا کرتی اور شاہی حرمسرا کی مستورات میں شور محشر برپا کرتی تھیں +

اسی اثنا میں قندھار و ہرات کے حکام اور صوبہ داروں کی متواتر عرضیاں بادشاہ کے حضور میں پہونچیں جنکا مضمون یہ تھا کہ "سلطان محمود نے خاص شہر ہرات میں علم بغاوت اونچا کیا ہے اور سرکشی و بغاوت کی نہ بجھنے والی آگ تمام ملک میں بھڑکانا چاہتا ہے۔ ہمایوں شاہ کے انتقام کے پرجوش ولولے اسکے دل و دماغ میں متمکن ہو گئے ہیں اور ہرات کے تمام باشندے اِس بارے میں اسکے ہم خیال ہیں۔ شاہ زماں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ غصہ سے جل بھن گیا

اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے ازسرنو تازہ ہو گئے۔ اسنے مہم پنجاب سے دست کشی کرکے اور گردنکشان ہندوستان کی تادیب کو کسی دوسرے موقع پر ملتوی رکھکر خراسان کیطرف بڑہنے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا کہ سلطان محمود کی آتش نزاع کو تیغ آبدار کی تحریک سے بجھاوے۔ چنانچہ تمام افواج شاہی حسن ابدال سے لوٹ کر خراسان کی طرف بڑہی اور بڑی تیزی اور خونخواری کے ساتھ بڑہی +

سات ہزار جرار سوار اور کچھ پیادہ فوج جو احمد خاں بارک زئی۔ اور بہادر خاں محمد زئی کی سرکردگی میں تسخیر دولابہ کے تئے روانہ کی گئی تھی اسکی کیفیت یہ ہوئی کہ احمد خاں بارک زئی نے بادشاہ سے رخصت ہو کر دریائے جہلم کو عبور کیا اور جہلم کے اُس پار جاکر سکھوں سے مقابل ہوا۔ اگرچہ کئی بار سکھوں نے شکست کھائی لیکن آخرکار بہت سے مغرور اور متکبر افسروں نے ایک جماعت کثیر جمع کرکے گجرات کے متصل دولہ مقام میں جنگ عظیم کی اور جانبین سے سخت معرکہ ہوا۔ سردار احمد خاں نے گو اس معرکہ میں اپنی فطری شجاعت کے بہت کچھ جوہر دکھائے اور بڑے کارنمایاں ظاہر کیے لیکن جب دیکھا کہ سرداروں میں نااتفاقی کا عام مرض پھیل گیا ہے اور فوج درانیہ بیدل ہو کر جنگ سے اُکتا گئی ہے تو اوسے یقین ہو گیا کہ اب میرا کامیاب ہونا اور دشمنوں کو شکست دیکر فتحیاب ہونا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ لہذا اُسنے نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے مع اسباب و سامان کے اُردوے شاہی کی جانب رخ کیا اور جنگ کرتا ہوا دریائے جہلم کو دوبارہ عبور کرکے جس راستہ سے آیا تھا اسی راہ سے لوٹ کر شاہی لشکر میں جا داخل ہوا +

ہرات و خراسان میں بغاوت کی شعلہ انگیز آگ اسقدر بھڑک اُٹھی تھی اور سلطان محمود کا فساد و فتنہ ملک میں اسقدر پھیل گیا تھا کہ شاہ زماں کی تدابیر کا پانی بالفعل اسکے بجھانے کے لیئے ناکافی تھا۔ اسلیئے اُسنے چند روز تک اُس مہم کو ملتوی رکھا اور فوجی سامان کی درستی میں نہایت سرگرمی کے ساتھ مشغول ہوا۔ خود کابل میں جلوہ آرا ہوا۔ اور افغانی سرداروں کو فوج کی ترتیب و آراستگی میں کوشش بلیغ کرنے کا حکم دیا۔ اس اثنا میں میرزا غلام محمد خاں۔ شاہ عالم عالی گوہر بادشاہ ہندوستان کا نامہ نامی لیکر زماں شاہ۔ کے حضور میں پہنچا۔ جسکا خلاصہ مضمون یہ تھا۔

"ناعاقبت اندیش اور گردنکش سکھوں نے چاروں طرف فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے اور قتل۔

غارتگری کا ہاتھ کھول رکھا ہے۔ ہندوستان کے باشندے بڑی خطرناک حالت میں زندگی بسر کرتے اور جان و مال سے دل برداشتہ ہیں اگر حضور تشریف لائیں تو اس خونخوار قوم کا فتنہ فرو ہو۔ اور ہندوستانیوں کو امن و اطمینان نصیب ہو۔" جب شاہ عالم بادشاہ ہند کا یہ نامہ شاہ زمان کے پاس پہونچا تو وہ تھوڑی دیر اسکے مضمون پر غور کرتا رہا۔ اور پھر یہ مضمون جواب لکھا کہ "چونکہ موسم گرما سر پر ہے اسلئے بالفعل ہندوستان کے عزم سے معذور ہوں افواج درّانیہ ہندوستان کی گرمی کی متحمل نہیں ہے اور وہ ایسے موسم میں لشکر کشی کو ناپسند جانتی ہے لہذا موسم گرما کے منقضی ہونے کے بعد آپکے ارشاد کی تعمیل ہو سکے گی۔ باقی والسلام۔" جواب مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گرمی کے موسم کا صرف بہانہ تھا ورنہ حقیقت میں جو بات بادشاہ کو ہندوستان کے عزم سے باز رکھنے والی تھی وہ سلطان محمود کی فتنہ انگیزی تھی ؞

زمان شاہ کی دار السلطنتہ ہرات کی طرف توجہ اور سلطان محمود سے جنگ

سلطان محمود کے شر و فساد جب انتہا سے گزر گئے اور اسکی فتنہ انگیزی و سرکشی کی خبریں جستہ جستہ لوگوں میں پھیل گئیں تو زمان شاہ کابل سے روانہ ہو کر اشرف البلاد قندھار میں پہونچا اور وہاں خدم و حشم اور لشکروں کے جمع کرنے اور انکے ساز و سامان فراہم کرنے میں چند روز تک مصروف رہا۔ اور جب سامان جنگ خاطر خواہ بہم پہونچ گیا تو بادشاہ ایک عظیم الشان اور خونخوار فوج لیکر ہرات کی طرف بڑھا۔ اس سفر میں تقریباً کل افسران فوج اور سرداران جان نثار اور ارکین سلطنت امراء دولت بادشاہ کے ہمرکاب تھے اور ہر شخص جوش انتقام سے بھرا ہوا نظر آتا تھا۔ لشکر شاہی نہایت تیزی سے بڑھا ہوا چلا جاتا تھا اور اپنے دلیری و شجاعت کے جوہر دکھانے کے شوق میں دنیا و مافیہا سے بیخبر تھا۔ مقام میون میں شاہی خیمے تنگئے اور یہیں لشکر نے اپنا پڑاؤ ڈالدیا۔ ادھر سلطان محمود کو بادشاہ کے بڑھنے کی خبر ہوئی تو لڑائی کی طیاریوں میں مصروف ہوا اور فوج گراں لیکر دریائے ہیرمند سے عبور کر آیا جو گرمسیر سے قندھار کی جانب مائل ہے یہاں پہونچکر اُسنے اپنی تمام فوج کو نظر انتخاب سے دیکھا اور میر ہزار خاں کے نامور اور بہادر فرزند محمد عظیم خاں الکوزئی کو

جو نہایت مشہور سپہ سالار اور سلطان محمود کا جنرل افواج تھا پیش خیمۂ جنگ مقرر کیا۔ اور چالیس ہزار سفاک سواروں کی سرگردی میں شاہ زمان کے مقابلہ کو بھیجا۔ شاہ زماں نے محمد خاں درانی کے بھتیجے سردار مہر علیخاں میر آخور کو ہراولی فوج کا سردار مقرر کر کے آگے بڑھنے اور دشمن کو روکنے کی اجازت دی۔ محمد عظیم خاں بے روک ٹوک بڑھا چلا آیا اور میدان خاکریز میں مقام کیا ادہر سے سردار مہر علیخاں بادشاہ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور دونوں فوجیں صف آرا ہو کر آمادۂ جنگ ہوگئیں۔ طبلِ جنگ کی مہیب آوازوں نے سب کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔ اور آتشی آلات نہایت تیزی کے ساتھ داغے جانے لگے۔ قریباً دوپہر تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ اور جانبین سے آگ کے گولے برستے رہے آخر کار محمد عظیم خاں کی فوج نے چند ایسے متواتر اور تابڑ توڑ حملے کئے جنہیں مہر علیخاں باوجود کمال تجربہ کاری اور بہادری کے روک نہ سکا۔ سلطان محمود کی فوج اپنی دلاوری اور چیرہ دستی سے شاہی توپخانوں میں داخل ہوگئی اور تمام توپیں اپنے قبضہ میں کر کے آتش بار گولے برسانے لگی مہر علیخاں کے لئے یہ موقع نہایت نازک اور خطرناک تھا فوج کی صفوں میں بالکل ابتری پھیل گئی ایک کو سنبھالا تو دوسری بگڑ گئی اور اُسکی درستی کی تو یہ ابتر ہوگئی۔ مجبور ہو کر اُسے پس پا ہونا پڑا اور میدانِ جنگ چھوڑ کر پیچھے ہٹا +

اتنے میں خود بادشاہ فوج ہراول کے قریب پہونچگیا اور ہزیمت خوردہ فوج کی ابتری مشاہدہ کر کے سب کو تسلی دی تاج شاہی جو بیش قیمت جواہرات اور گرانبہا موتیوں سے مرصع اور چار جیغوں سے مرتب تھا جنمیں سبز زمرد اور انمول الماس بدخشانی لعل رمانی یاقوت لگے ہوئے تھے سر سے اُتار ڈالا اور سادی ٹوپی پہنکر انتہا درجہ کے خضوع خشوع کے ساتھ خدائے توانا و قادر کی درگاہ میں فتح و فیروزی کی درخواست کی امراء عظام اور ہوا خواہان دولت نے خیال کیا کہ شاید خود بدولت کا ارادہ فرار کا ہے جبھی تو یہ صورت اختیار کی ہے۔ لہذا سب نے ملکر عرض کیا کہ حضور! یہ کیا بات ہے جسکی وجہ سے تاج شاہی سر مبارک سے اُتار کر سادہ ٹوپی زیب فرق فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ وقت ہماری سپہگری اور جنگ آزمائی کا وقت ہے آج ہم معرکۂ جنگ میں اپنی شجاعت و جوانمردی کے نمونے دکہا کر ثابت کر دینگے کہ سپہگری کے فن میں ہم کیسے ہوشیار اور قابل تعریف ہیں۔ ہم نے

مصلحت وقت کی بنا پر سپاہیانہ ٹوپی سر پر رکھی ہے۔ تاکہ فوج غنیم ہکو بالکل نہ پہچان سکے تم لوگ چونکہ ہمیشہ جان نثاران دولت اور بہی خواہان سلطنت ثابت ہوئے ہو اسلیے آج بھی تم سے استدعا کیجاتی ہے کہ نہایت اطمینان اور دلجمعی سے مستعد جنگ رہو +

یہ کہکر بادشاہ نے کمان کا چلہ چڑھایا اور تیروں کا بھرا ہوا ترکش ہاتھ میں لیکر مستعد جنگ ہوا۔ محمد عظیم خاں نے اپنی تمام فوج کو یکبارگی حملہ کر دینے کا حکم کیا اور وہ سب طرف سے سمٹ سمٹا کر آفتِ ناگہاں کی طرح شاہی فوج پر ٹوٹ پڑے ادہر سے شاہی فوج نے اپنے بادشاہ کا حکم پاتے ہی جنبش کی اور سخت معرکہ ہوا۔

زماں شاہ نے جب دیکھا کہ معرکہ کارزار گرم ہے اور مخالف فوج ہر طرف سے ہجوم کرکے شاہی لشکر کو پامال کئے دیتی ہے تو اس نے اپنی فوج کی طرف متوجہ ہوکر کہا "کوئی ہے" یہ سنکر نواب خاں ایشک آقاسی فوراً آداب بجالا۔ اور نہایت عاجزی کے لہجہ میں عرض کیا "غلام حاضر ہے" اتنے میں توکل خاں اور کشن خاں جو ان جرار غلاموں کے نامور سردار تھے جو تیمور شاہ کے زمانہ میں دولت ایمان سے مشرف ہوکر مسلمان ہو گئے تھے حاضر ہوکر عرض کیا کہ "غلام بھی حاضر ہیں۔ جیسا ارشاد ہو تعمیل کیجائے" توکل خاں نے یہ بھی عرض کیا کہ حضور کا تاج شاہی فرقِ مبارک سے اُتار لینا ہم غلاموں کی شکستگی خاطر کا موجب ہے۔ ارشاد ہوا کہ توکل خاں! یہ سپہگری کا وقت ہے۔ اور جب یہ ہے تو اسوقت سپاہیانہ ٹوپی تاج شاہی سے اولےٰ ہے انشاء اللہ فتح و نصرت کے بعد جب میں تختِ سلطنت پر جلوس کرونگا تاج خسروی سر پر رکھونگا +

القصہ بادشاہ نے نواب خاں ایشک آقاسی کو رخصت کیا کہ اخلاص و ارادات کا طریقہ ادا کرے اور اپنی جان نثاری اور بہو اخواہی کا ثبوت دے اور جب وہ مسلح ہو کر رخصت ہوا تو فرمایا جا خدا کو سونپا خدا پر بھروسہ کرکے دشمنوں سے معرکہ آرا ہو اور کارہائے نمایاں ظاہر کر نواب خاں اور کشن خاں آداب بجالاکر جنگ کے لئے رخصت ہوئے اور میدانِ جنگ میں وہ رستمانہ حملے اور مردانہ جنگیں کیں کہ دشمنوں کی صفوں کو اُلٹ دیا اور ادہر سے اُدہر تک تمام لشکر غنیم میں ہل چل ڈالدی۔ محمد عظیم خاں شکست کھاکر بھاگا اور ایسا مضطربانہ بھاگا کہ ہرات کا راستہ بھول کر قندھار کی جانب منہ اُٹھائے چلا گیا۔ قریہ ذکر میں جو قندھار سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے پہونچا اور عبد الحمید درویش کے گھر میں پناہ گزیں ہوا۔ لیکن درویش موصوف نے فوراً برہنہ شمشیر اسکے ہاتھ میں دیکر اور گردن میں کفن باندھکر زماں شاہ کے حضور میں روانہ کیا اور اپنے فرزند ملا جان محمد کو اسکی سفارش کرنے کی غرض سے ہمراہ بھیجا محمد عظیم خاں بادشاہ کے حضور میں پہونچا تو قدموں میں گر پڑا اور دست بستہ عرض کیا کہ گنہگار نمکحرام غلام حاضر ہے

اور اسباب کا امیدوار ہے کہ حضور کا کوئی ادنیٰ ملازم اس شمشیر سے مجھے قتل کرے اور اس کفن میں لپیٹکر دفن کر دیگے۔

بادشاہ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ محمد عظیم خاں! میں نے تیرے ساتھ کسیطرح کی برائی نہیں کی اور جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے میں کہہ سکتا ہوں اور نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ تیرے ساتھ رعایت و مہربانی کا برتاؤ کیا۔ بلکہ اکثر موقعوں پر خلعت فاخرہ اور ساز و یراق سے آراستہ گھوڑے اور بیش قیمت و عمدہ تلواریں عطا کر کے اقران و امثال میں تیری عزت افزائی کی اور ممتاز عہدہ سے سرفرازی بخشی کیا اس کی تلافی یہی تھی جو تجھسے ظہور میں آئی۔ یہ سنکر محمد عظیم خاں دوبارہ بادشاہ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور زار و قطار روتے ہوئے عرض کیا "حضور! غلاموں سے ہمیشہ خطا اور آقا سے عطا ہوا کرتی ہے"۔ ساتھ ہی ملا جان محمد نے آگے بڑھکر بادشاہ کو دعا دی۔ اور محمد عظیم خاں کی سفارش کے بارے میں یہانتک کوشش کی کہ بادشاہ کو درویش کی شفاعت اور محمد عظیم خاں کی ندامت و پشیمانی پر رحم آ گیا چنانچہ بہت سی رد و کد کے بعد بادشاہ امیر مذکور کے جرائم سے درگزرا اور اسکے جریدۂ اعمال پر قلم عفو کھینچکر جدید عہد و پیمان کر کے جان بخشی کا مژدہ سنایا۔

اس شکست اور عظیم الشان شکست نے سلطان محمود کو بیچین کر دیا معرکۂ جنگ سے قدم اکھڑ گئے اور بے انتہا خوف و ہراس اس کے دل میں بیٹھ گیا۔ اسنے گھبرا کر محمد خاں ہزارہ کو طلب کیا جو ایک معزز اور با اقتدار پارٹی کا ممتاز ممبر تھا۔ اور شتابانہ لہجے میں بولا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ اسنے استقلال کی آواز میں عرض کیا کہ حضور خاطر جمع رکھیں جبتک میرے قالب میں جان باقی ہے آپ کو سر مو ضرر نہیں پہونچ سکتا۔ یہکر محمد خاں ہزارہ لشکر کیطرف متوجہ ہوا اور معتمد علیہ فوجی افسروں کو جمع کر سلطان محمود کو ساتھ لے روانۂ ہرات ہو گیا دیگر سرداران خراسان جو ظاہر میں سلطان محمود کی دوستی اور ہمدردی کا دم بھرتے تھے مگر باطن میں شاہی امراسے ساز و باز رکھتے تھے۔ میدان جنگ میں بحس و حرکت کھڑے ہوئے لڑائی کا رخ دیکھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں النتوس جمشیدی جو خراسان کے سرداران میں ایک باعزت اور بڑی شان و شوکت کا افسر تھا۔ اور خراسانی افسروں کی سازش سے ناواقف محض تھا آیا اور ان لوگوں کو معرکۂ جنگ میں کھڑے دیکھکر بولا۔ کہ تم یہاں کیوں کھڑے ہو سلطان محمود کبھی کا روانۂ ہرات ہو گیا تم بھی اگر سلامتی جان چاہتے ہو تو میدان جنگ سے ہٹ کر ہرات کی جانب رخ کرو کیونکہ بدون بادشاہ کے آتش جنگ بھڑکانا اور مخالف کی تیغ بے دریغ سے قتل ہونا مردانگی نہیں ہے لہذا مناسب اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم فوراً

کوچ کرجاؤں عقب سے جنگ کرتا ہوا اور مال ومتاع کو سمیٹتا ہوا خراسان پہونچ رہوں گا اور انشاء اللہ سلامتی وبہبودی کے ساتھ پہونچوں گا۔ النتوس جمشیدی کی یہ تقریر سنکر سرداران خراسان بولے کہ تو امور سلطنت اور بادشاہوں کے طرز وروش سے واقف نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ سکوت اور خاموشی کے ساتھ ہمارے رفاقت میں کھڑا رہ اور دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا چیز نمودار ہوتی ہے +

یہاں یہ گفتگو ہوہی رہی تھی کہ امین الملک نور محمد خاں باتر بادشاہ کے حکم سے فوج کا ایک بڑا زبردست دستہ ساتھ لیئے ہوئے دور سے نمودار ہوا اور سرداران خراسان کی طرف بڑھا چلا آیا قریب پہونچا۔ تو ایک سرخ شال برچھے پر رکھکر ہلائی جس سے خراسانیوں کو معلوم ہوگیا کہ لڑنے کے لیئے نہیں بلکہ صلح کی غرض سے آرہا ہے۔ الغرض امین الملک جب بہت ہی قریب ہوا تو گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور سلام علیک کے بعد ایک ایک سردار کو جدا جدا آغوش میں لے کر بڑی گرمجوشی سے معانقہ کیا۔ معمولی مزاج پرسی اور تسلی و دلدہی کے قواعد ادا کرکے کہا کہ تم سب لوگ میرے ہمراہ چلے آؤ۔ میں تمہیں ابھی بادشاہ کے حضور میں لیجاکر آداب و کورنش کی شناخت سے مشرف کرتا اور شاہی انعام واکرام سے ممتاز و سرفرازی بخشتا ہوں۔ امین الملک کا یہ کہنا تھا کہ زماں خاں اور دیگر سرداران خراسان اُسکے پیچھے ہولیئے اور جوش مسرت میں بھرے ہوئے شاہی خیمے تک پہونچ گئے امین الملک نے آگے بڑھکر باریابی کی اجازت حاصل کی اور تمام خراسانی افسروں کو پیشگاہ بادشاہی میں حاضر کرکے اُن کے قصوروں کی معافی کی درخواست کی۔ خراسانی سردار جو امین الملک کے پیچھے دست بستہ کھڑے تھے اس کا اشارہ پاتے ہی سعادت کورنش سے مشرف ہوئے اور بادشاہ کے گرد حلقہ ویکر کھڑے ہوگئے زماں شاہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرنے کو طیار ہوں بشرطیکہ تم مضبوط عہد اور پکا اقرار کرو کہ اسکے بعد کبھی مجھسے دغا نہ کروگے۔ خراسانی افسروں نے موکد و مغلظ قسمیں کھاتے ہوئے اتفاقیہ لفظوں میں عرض کیا کہ جبتک حیات مستعار باقی ہے ہم سے بجز خیرخواہی حضور پرنور قبلۂ عالم کے اور کوئی بات ظہور میں نہیں آئیگی اور ہم ہمیشہ خدام والا کے بہی خواہ اور وفادار غلام ثابت ہوں گے +

اتنے میں بادشاہ کی نظر ان لوگوں کے سروں سے تجاوز کرکے النتوس جمشیدی پر جاپڑی جو سب کے پیچھے سینہ پر ہاتھ رکھے گردن زمین کیطرف جھکائے نہایت سکوت و خاموشی کے عالم میں کھڑا تھا۔ امین الملک نے بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی النتوس کو تخت کے برابر لاکھڑا کیا اور اوسنے نہایت ادب سے

سلام کرکے تخت کو بوسہ دیا۔ اور عندالاستفسار عرض کیا کہ جس بات پر میرے بھائیوں نے عہد کیا ہے اسی پر میں بھی عہد و پیمان کرتا ہوں لیکن قسم نہیں کھاتا اور استدعا عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ میں اپنے قول و قرار میں جھوٹا نہیں ہوں اور میرے بھائی جو حضور کے سامنے کھڑے ہیں محض جھوٹے اور دروغگو ہیں۔ زماں خاں جو خراسان کے سرداروں میں ایک بڑا ذی وجاہت اور باآبرو سردار تسلیم کیا جاتا تھا النتوس جمشیدی کی یہ تلوار سے زیادہ گھائل کردینے والی بات سنکر غصہ سے بیتاب ہوگیا۔ اور کپکپاتی ہوئی آواز میں النتوس کو برسرِ دربار برا بھلا کہنے لگا۔ مگر دیگر سرداروں نے فوراً روک دیا۔ اور سب نے متفق ہوکر عرض کیا کہ قبلۂ عالم ہم نے جو عہد و پیمان حضور اقدس کے سامنے کیے ہیں ہم اقرار کرتے ہیں اور دلی اقرار کرتے ہیں کہ کبھی اُن کے برخلاف نہ کرینگے۔ اور النتوس جمشیدی بھی جو ہمارا ہمدرد بھائی ہے ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے عہد و پیمان کے خلاف نہ کرے گا۔

الغرض بادشاہ زماں شاہ نے تمام رؤسائے خراسان کی جان بخشی کی اور عفو جرائم کی خوشخبری دیکر سبکو خلعت فاخرہ اور طلائی غلاف کے بیش قیمت چھرے عطا کرکے فرمایا کہ اب تم اپنے بلاد و اوطان کیطرف روانہ ہوجاؤ کیونکہ تمہارے اہل و عیال خرابی و اضطراب میں ہونگے۔ لیکن تمہیں اپنے عہد و پیمان کو یاد رکھنا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیے کہ جسوقت طلب کیا جائے فوراً حضور میں حاضر ہوجاؤ۔ تمام خراسانی افسر بادشاہ سے رخصت ہوکر باطمینان تمام اپنے شہروں اور وطنوں کی جانب روانہ ہوگئے اول چشت میں پہونچے اور حضرات خواجگانِ چشت قدس اللہ سرہم کی زیارت سے مشرف ہوکر ایک رات وہاں قیام کیا کھانے کی دیگیں چولہوں پر چڑھادیں اور حضرات خواجگان چشت کی زیارت سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھروں میں جا داخل ہوئے۔

جس شب کو یہ سب لوگ چشت میں تھے باہمی مشورے سے ایک شخص کو مع چند عرضیوں کے سلطان محمود کیخدمت میں روانہ کرچکے تھے جنکا مضمون یہ تھا کہ "ہم افسرانِ خراسان۔ شاہی فوج کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئے تھے اور بہت سے حیلے حوالوں سے جان بچاکر یہاں تک پہنچے ہیں۔ اگر حکم ہو تو حاضر خدمت ہوجائیں۔ ورنہ اپنے مکانوں کی چاردیواری کے اندر بیٹھکر زندگی کا باقی حصہ بسر کردیں"۔ سلطان محمود اصل میں بڑا ہوشیار اور جہاندیدہ آدمی تھا اُسنے اِن کی عرائض کے جواب میں فوراً کہلا بھیجا کہ معرکۂ جنگ میں فتح و شکست کا حصہ لینا سپاہیوں کا کام ہے تم بے کھٹکے حضور میں حاضر ہوجاؤ اور میں وعدہ کرتا ہوں

کہ پھر کسی قسم کی سرزنش وملامت نہ کرونگا۔ خراسانی سرداروں نے اِس مضمون پر اطلاع پائی تو اپنے گھروں سے نکلکر سلطان محمود کی ملازمت میں پہونچے اور نہایت گہری گہری قسمیں کہا کر ظاہر کیا کہ ہم نے صرف جان کے خوف اور حفظِ ننگ وناموس کیوجہ سے زماں شاہ کے ساتہ عہد وپیمان کیئے ہیں اور موکد وشدید قسمیں کہائی ہیں اور اِس حیلے سے شاہی غضب سے نجات پاکر حضور تک پہونچے ہیں۔ لیکن دل سے حضور کی غلام اور وفا غلام ہیں ہم بدستور قدیم حضور کی خیرخواہی اور جان نثاری میں حاضر ہیں اور خدا کو شاہد کرتے ہیں کہ ہمیشہ اسی جان نثاری اور بہی خواہی کا ثبوت دیں گے یہ کہکر تمام سرداروں نے عہد وپیمان کی تجدید کی اور دوبارہ قول وقرار کو قسموں سے موکد کیا۔ مگر القوس خاں جمشیدی نے جسطرح زماں شاہ کے روبرو قسم کہانے سے انکار کیا تہا یہاں بہی قسم نہیں کہائی۔ سلطان محمود ہرات میں آیا اور چند روز اطمینان سے بیٹھا تو اُسے اپنی اِن حرکات ناشایستہ پر سخت ندامت ہوئی اور آخر کار اُس نے اپنی والدہ محترمہ کو مع ایک عرضداشت کے زماں شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جسکا مضمون یہ تہا کہ میں اپنی اُن غلط کاریوں اور بیجا حرکتوں پر افسوس در افسوس کے ساتہ سخت ندامت پاتا ہوں جو مجہسے جہالت اور ناوابستگی کی حالت میں وحشی اور کم ظرف مشیروں کے مشورے سے ظہور میں آئیں۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ حضور میرے جرائم کی گندگی کو عفو کے پانی سے دہودیں اور مجہے اپنا مخلص بہائی تصور فرمائیں"۔ جب وہ پردہ نشین حجاب عصمت یعنے سلطان محمود کی ماں داخل قندہار ہوئی اور زماں شاہ کی اجازت سے محل خاص میں رونق افزا ہوئی تو آداب نیاز اور اظہار حقوق مادری کے بعد اپنے فرزند کی عرضداشت شاہ زماں کے حضور میں پیش کی بادشاہ نے اپنے سوتیلی ماں کی اِس تکلیف اور حقوق سابقہ پر نظر کر کے برادر عالیمقدار کے جرائم پر قلم عفو کھینچدیا اور ایک نہایت تسلی ودلجوئی سے بہرا ہوا فرمان سلطان محمود کے نام جاری فرمایا۔ سلطان محمود کی ماں نے بادشاہ کو خوش وخرم پایا تو تخلیہ کے موقع پر گذارش کی کہ اگر بادشاہ سلطان محمود کی دختر کو اپنے فرزند کے لیئے اور اپنی صاحبزادی کو اُسکے فرزند کے لیئے پسند کریں تو بہت ہی انسب ہو۔ اوسے شاہ زماں نے تہوڑی دیر سکوت کیا اور پہر فرمایا مادر من! آپ کی یہ دونوں درخواستیں بہی منظور ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اول سلطان محمود کا فرزند کتخدائی کے لیئے یہاں آئے اور جب شادی کا سرانجام تکمیل پاچکے تو میرا فرزند ہرات جا کر دولہن کو ساتہ لے آئے۔ سلطان محمود کی والدہ نے اِس بات کو قبول کیا اور اپنے فرزند کے مزید اطمینان کے لیئے ہرات کی جانب متوجہ ہوئی +

چونکہ زماں شاہ کو یقینی اور نہایت معتبر ذریعے سے معلوم ہو چکا تھا کہ سلطان محمود کی بغاوت اور سرکشی محمد خاں قاچار والی ایران کی امداد اور استظہار کی وجہ سے تھی اور اسنے اس امید پر کہ خراسان و ہرات میرے مقبوضات میں داخل ہوجائیں۔ سلطان محمود کو اس بغاوت پر آمادہ کیا تھا لہذا اسنے محمد خاں قاچار کی تنبیہ و تادیب کا عزم بالجزم کرکے لشکر کے مسلح ہونے کا حکم دیا اسی اثنا رمیں دفعتاً والی ایران کا ایلچی ایک عرضداشت جو اظہار ارادت وعقیدتمندی کو شامل تھی۔ اور ایران کے طرح طرح کے بیش بہا تحفے اور انواع واقسام کے ہدیے اور ساز وسامان سے آراستہ و پیراستہ گھوڑے لیکر اردوے معلے میں داخل ہوا۔ اور باریابی کی اجازت کے بعد بادشاہ کی شرف آداب سے مشرف ہوکر عرضی اور تحفے تحائف پیش کیے بادشاہ نے ایلچی کے دربار میں داخل ہونے سے پیشتر تمام فوجی افسروں کو حکم دیا تھا کہ اسلاح جنگ سے آراستہ ہوکر منتظر حکم رہیں اور اس میں ایک غرض یہ بھی مضمر تھی کہ سفیر ایران بہادران لشکر شاہی کی شوکت وحشمت چشم عبرت سے دیکھے اور واپس ہونے پر اپنے آقا سے تمام کیفیت بیان کرے۔ الغرض بادشاہ نے محمد خاں قاچار والی ایران کے تحائف وہدایا نظر قبول سے دیکھے اور ایلچی کو رخصت کرتے وقت کدو خاں بارکزئی کو حکم ہوا جو نہایت دانشمند اور خدا پرست اور صادق القول اور تجربہ کار آدمی تھا کہ مع اطمینانی فرمان اور تحائف وخلعت کے ایلچی کے ہمراہ جائے اور محمد خاں قاچار کے دربار میں حاضر ہوکر پیش کرے۔ چنانچہ کدو خاں بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی طیار ہوگیا۔ چلتے وقت بادشاہ نے کدو خاں کو اپنے اصطبل خاص کا ایک نہایت عمدہ گھوڑا اور خلعت فاخرہ عطا فرمایا اور خلوت میں ارشاد کیا کہ شاہ ایران کے لشکر کو اچھی طرح سے معاینہ کیجیو اور جو کیفیت معلوم ہو بے کم وکاست ہمارے حضور میں عرض کیجیو۔ کدو خاں آداب بجالایا اور ایلچی کے ہمراہ روانہ ایران ہوا۔ اسکے بعد بادشاہ قندھار سے روانہ ہوکر رونق افروز کابل ہوا۔

سلطان محمود کی ماں ہرات میں پہونچی تو اسنے فرزند ارجمند کے آگے عبرت آمیز نصائح اور دلپسند نصیحت کے بہت سے اوراق الٹے اور طرح طرح سے سمجھایا بجھایا کہ بیٹا اس مرتبہ میں نے شاہی لشکر کے صدمے سے تجھے بچالیا ہے دیکھ خبردار اسکے بعد کوئی ایسی بات تجھ سے ظہور میں نہ آئے جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو جو روٹی پیٹ بھر خدا نے تجھے دے رکھا ہے اسپر قناعت کر اور میدان حرص میں بھول کر بھی قدم نہ ڈال۔ سلطان محمود نے ماں کے سامنے قسم کھائی اور عہد کیا کہ اسکے بعد سے جبتک دم میں دم باقی ہے مجھسے کوئی ایسی حرکت ہرگز صادر نہوگی جو بادشاہ کے خلاف مرضی ہو۔ الغرض زماں شاہ کو سلطان محمود کیطرف سے خاطر خواہ اطمینان ہوگیا تو

اُسنے تسخیر ہندوستان کا عزم کیا اور بڑی تزک و احتشام سے عزم کیا +

زماں شاہ نے ملک ہندوستان کی تسخیر کا عزم کیا تو امرا دولت اور ارکین دربار نے حاضر خدمت ہوکر متفقہ الفاظ میں گزارش کی کہ ہنوز سلطان محمود طریق اطاعت پر راسخ دم ثابت قدم نہیں ہے اور ہمیں اس کی اس ظاہری اطاعت اور تملقانہ مدارات پر کسی طرح بھروسہ نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ حضور ہندوستان کی طرف تشریف لیجائیں اور وہ مایۂ فساد موقع پاکر عَلَم بغاوت اونچا کرے اور فتنہ و فساد کی آگ ہر طرف بھڑکا دے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور سفر ہندوستان کو جو خراساں سے بہت دور ہے بالفعل ملتوی کرکے کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھیں اور مخالف کو کامیاب ہونے کا موقع ندیں بادشاہ نے فرمایا کہ اگرچہ سلطان محمود کے عہد و پیمان پر مجھے بھی اعتماد نہیں ہے۔ لیکن اس کی والدہ کے قول و قرار مجھے ضرور تسلی دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اُسنے میرے سامنے ایسے مضبوط و محکم پیمان کیے ہیں جنھیں میں نہایت اطمینان و بھروسے کے قابل سمجھتا ہوں اسصورت میں مجھے امید نہیں ہے کہ اس کی طرف سے بغاوت و سرکشی ظہور میں آسکے یا وہ ہماری مرضی کے خلاف کوئی بات اُٹھا سکے +

ملک ہندوستان کی تسخیر اور گردنکش سکھوں کی تنبیہ کے لیئے زماں شاہ کا عزم

زماں شاہ جس تاریخ سے تخت نشین ہوا ہمیشہ ملک پنجاب اور ہندوستان کا دلفریب منظر اسکے زیر نظر رہا وہ اپنی تمام دلی مسرتوں اور پرجوش ولولوں کا اسی خاتمہ سمجھتا تھا کہ جس طرح بن پڑے پنجاب و ہندوستان کے صاف اور وسیع میدانوں کو سرکشوں اور متمردوں بالخصوص سکھوں کے خار و خس اور گندگی سے پاک صاف کردیا جائے لیکن ابھی تک اُسکی یہ آرزو دل ہی دل میں پھر رہی ہے کیونکہ اُس کا عہد حکومت شروع ہی سے باہمی خانہ جنگیوں اور پُرزور بغاوتوں میں اُلجھا رہا۔ اور ایک دن بھی خونریزیوں سے خالی نہیں گیا ۱۲۰۷ھ ہجری سے لیکر جو اُسکی حکومت کا ابتدائی زمانہ ہے ۱۲۱۱ھ ہجری تک تمام ملک بغاوتوں کا دنگل بنا رہا اور آئے دن ایک نہ ایک نیا جھگڑا کھڑا ہوتا رہا۔ لیکن اب وہ تمام ہنگامے فرو ہوگئے اور مخالفوں کی بغاوتوں کے عَلَم یک بیک جھک گئے

اِس تہوڑے سے اطمینان کے حاصل ہوتے ہی زمان شاہ نے تسخیر ہندوستان کے عزم کا اشتہار دیدیا اور کابل سے کوچ کرکے پشاور میں آ دہمکا یہاں چند روز قیام کرکے جنگ کا ساز و سامان مہیا کیا اور جب سامانِ جنگ حسبِ دلخواہ طیار و آمادہ ہوگیا تو جمادی الاخری سنہ ۱۲۱۱ہجری میں پشاور سے نکلا اور نہایت تزک و احتشام سے نکلا۔ مختار الدولہ حافظ شیر محمد خاں بہادر اشرف الوزرا کو سپہ سالار فوج مقرر کیا۔ اور دو لاکھ روپے انعام میں دلوائے اور چار ہزار مغرق خلعتیں بعض جان نثار افسروں کو تقسیم کیں۔ کوچ کے روز افغانی فوج اِس سر و سامان اور جاہ و حشم کے ساتہ آراستہ ہوکر نکلی کہ پشاور کے بڑے بڑے جہاندیدہ اور معمر لوگ جو فوجی جاہ و حشم کے ہزاروں تماشے دیکھہ چکے تہے حیرت زدہ رہگئے +

یہ فوجی سلسلہ پشاور سے چلکر دریائے سندہ پر ٹھیرا اور گذرگاہ اٹک سے کشتیوں کے پل کو عبور کرتا ہوا حسن ابدال میں پہونچا پھر یہاں سے سرائے کالی اور راولپنڈی اور رہتاس کوطے کرتا ہوا دریائے جہلم پر آدہمکا یہاں بادشاہ نے نزول اجلال فرماکر ایک دو روز قیام کیا۔ ان بعد دریائے جہلم کو عبور کرکے گجرات کے رستہ پر پڑیا اور شاہ دولہ سے ہوتا ہوا دریائے چناب کے کنارہ پر پہونچا جو پنجاب کے تمام دریاؤں میں نہایت وسیع اور عظیم الشان دریا ہے۔ جبوقت چناب کے ساحل پر لشکر پہونچا ہے شام ہوگئی تھی اور مشرقی افق سے سیاہی پھیلتی ہوئی چلی آتی تھی۔ لہذا بادشاہ نے حکم دیا کہ شب اسی کنارے بسر کردیجائے اور علی الصباح دریا پایاب ہوکر اوس کنارہ پہونچنا چاہیئے صبح ہوئی تو لشکر طیار ہوا۔ اور دریائے چناب کو عبور کرکے گوجرانوالہ اور امین آباد کی راہ سے لاہور کے قریب پہونچگیا اور شاہدرے میں۔ جو لاہور سے مغرب کیجانب تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا چونکہ اب دریائے راوی بیچ میں حائل تھا اسلیئے بادشاہ نے اسی موقع پر پڑاو ڈالنے کا حکم دیا +

اِس سفر میں پشاور سے لاہور تک لشکر کی کمک مختار الدولہ حافظ شیر محمد خاں کے ہاتہ میں تہی اور وہ سپہ سالار فوج مقرر کیا گیا تہا۔ بادشاہ کا حکم تہا کہ خیمگاہ شاہی سے ہمیشہ بارہ کوس آگے رہے اور اوس کے معلے مدکے لیئے راستہ صاف کرتا جائے اسوقت مختار الدولہ کی سرگردگی میں بیس ہزار سوار جرار موجود تہے جنمیں سے اکثر درانی اور بعض دیگر اقوام کے لوگ تہے ان میں سے ہر ایک شخص بہادری و شجاعت میں بے نظیر تھا اور ہر وقت جان نثاری کے لیئے آمادہ۔ بادشاہ نے کوچ کے وقت مختار الدولہ کو تاکیدی حکم دیا تہا کہ پشاور سے لاہور تک کوئی شخص دہقانوں کی کھیتی اور رعایا کے مال و اسباب سے

تعرض نہ کرے اور ان پر غارتگری کے ہاتھ نہ کھولے +

تھوڑے اور نامرد سکھ شاہی فوج کے اسطرف بڑھنے کی خبر سنکر سرائے کالی اور دریائے جہلم وچناب اور راوی سے بھاگ کر امرتسر کے پہلو موضع بانجھہ میں پناہ گزیں ہوئے اور کچھ لوگ بیاہ وستلج کے دوآبوں اور لکھی کے جنگلوں میں جا چھپے اور اپنے اہل وعیال اور اموال واثقال شمالی کوہستان میں جنبو کی جانب روانہ کر دیئے الغرض افواج شاہی کے خوف سے ہر گوشہ واطراف میں جا گھسے اور دشوار گذار کوہستانوں اور سنگلاخوں میں پناہ گزیں ہوگئے +

القصہ جب مختار الدولہ بہادر دریائے راوی کو کشتیوں کے پل کے ذریعہ سے عبور کرکے قلعہ لاہور کے نیچے پہونچا تو فوج کو آراستہ کرکے اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ترتیب دے کر بڑی کروفر اور حشمت و شوکت کے ساتھ داخلِ شہر ہوا بادشاہ کے حکم سے سارے شہر میں عام منادی کرادی گئی تین روز تک تمام اہل شہر روشنی کریں اور بادشاہ کے جلوہ آرا ہونے کی خوشی میں لاہور کے باشندے رسم چراغاں تازہ کریں۔

لہنا سنگھ حاکم لاہور شاہی فوج کی آمد آمد کی خبر سے نہایت مضطرب وبیقرار تھا اور اُسنے اس وقت بجز اسکے اور کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہیں پڑتا تھا کہ لاہور کو چھوڑ کر کسی اور طرف روانہ ہوجاوے چنانچہ اُسنے مختار الدولہ کے لاہور میں پہونچنے سے پیشتر ہی قلعہ کی کنجی میاں شاہ چراغ الدین کے حوالہ کردی جو شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی سلسلۂ اولاد میں ایک نہایت معزز اور ممتاز شخص تھے اور مشائخ پنجاب میں بڑی قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

غرض کہ بادشاہ زماں شاہ غرہ رجب سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو داخلِ قلعہ لاہور ہوا اور اردوئے شاہی قلعہ کے نیچے سے کنار شہر اور دریائے راوی کے ساحل تک برابر پھیل گیا +

بادشاہ نے شہر میں داخل ہوکر اور قدرے اطمینان سے کر اپنی فوجی افسروں کو بلا کر حکم دیا اور تاکیدی حکم دیا کہ دس پندرہ ہزار جنگی سوار شہر لاہور کے قریب سے دس دس میل کے فاصلے پر بطریق طلایہ رات دن پہرے پر کھڑے رہیں اور نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کھڑے رہیں لوگوں کا بیان ہے کہ بادشاہ کو لاہور میں داخل ہوئے دوسرا یا تیسرا دن تھا کہ چند باشندگانِ لاہور نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ لاہور کے ہندو مسلمان دونوں قوموں کے تاجروں اور دوکان داروں نے تمام دوکانیں بند کرکے سارے لاہور کو اندوہ وغم کا ماتمکدہ بنا رکھا ہے بادشاہ

یہ سنکر غصہ سے بیتاب ہوگیا اور طیش میں آکر ارشاد فرمایا کہ اگرچہ یہ گستاخ اور بے ادب گروہ سزاوار قتل اور مستوجب عذاب و سیاست ہے لیکن بالفعل انکے لیئے اتنی ہی سزا بس کرتی ہے کہ انسے جزیہ لیا جائے اس حکم کے نافذ ہونے کی دیر تھی کہ شاہی محصل تعمیل حکم پر نہایت مستعدی اور سرگرمی سے آمادہ ہوگئے تحصیلدار ہر ایک شخص کے دروازے پر بیٹھ گیا اور مقررہ جزیہ جبراً وصول کرنے لگا گو ابتدا میں لاہور کے عام مسلمان بھی اس جزیہ سے بری نہو سکے۔ لیکن بعد کو اُنسے یہ تاوان معاف کردیا گیا طامع اور حریص ہندوؤں نے جنکی نس نس میں بخل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ضرب و شلاق پر بھی جزیہ دینے سے انکار کیا اور جب سیاست تک کی نوبت پہونچی تو انمیں سے بہت سے لوگ کنوؤں میں گر گر کر ہلاک ہوگئے اور اس وجہ سے تمام شہر لاہور میں ایک عظیم الشان اضطراب اور انتہا درجہ کا آشوب عام طور پر پھیلگیا متعصب مورخین اس واقعہ کی نسبت زمان شاہ کی طرف کرکے اسکے بے لوث اور پاکدامن پر ظلم کا نجس اور بہت گندہ دھبہ لگا کر اسے سفاک بیرحم ظالم اور نامعلوم کیا کیا کہکر یاد کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قوانین سیاست اور قواعد سلطنت کی مصلحت کو نظرانداز نکریگا وہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر بادشاہوں اور حکمرانوں کو ان برے اور گندے القاب سے یاد کرتے ہوئے سخت نادم ہوگا سچ پوچھیئے تو اس ظلم و ستم کو لاہور کے باشندوں نے عمداً اور دیدہ و دانستہ آپ اپنے لیئے مول لیا کہ رسم چراغاں کو جو ایک نہایت سہل اور آسان امر تھا باوجود سلطانی حکم کے سننے اور امن وامان کی خوشخبری پانے کے یکلخت موقوف کردیا اور قطع نظر اسکے دکانوں کو بند کرکے گھروں میں بیٹھ گئے اس پر قاعدہ سیاست کا تقاضا تھا کہ بادشاہ انہیں حکم عدولی اور بغاوت کی سزا دے اور سخت سزا دے۔ مگر پھر بھی رحمدل بادشاہ نے تحمل اور عالی حوصلگی سے کام لیا کہ صرف جزیہ اور وہ بھی ہر شخص کی وسعت کے موافق اکتفا کیا ورنہ چاہتا تو سب کو ایک سرے سے قتل کرا دیتا اور اسپر بھی کوئی شخص اسے ظالم اور بیرحم اور سفاک کہنے کی جرأت نکرتا۔ کیونکہ شاہی حکم سے عدول کرکے بغاوت کا جھنڈا اونچا کرنا ایسا سخت اور سنگین جرم ہے جسکی تلافی بجز قتل عام کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی +

الغرض جب سلطانی جھنڈوں کے نزول اجلال کی خبر نے ملک پنجاب میں اشاعت پائی اور زمان شاہ کے لاہور میں جلوہ آرا ہونے کی بشارت شدہ شدہ اہل پنجاب کے کانوں میں پہونچی تو اسطرف کے اکثر مسلمان سردار جیسے جمال ہیٹی اور نظام الدین خاں رئیس قصور اور دیگر زمیندار ملازمت والا میں

مستفید ہوتے اور پیاروں طرف سے جوق جوق لوگ آنے لگے ہراول فوج کے افسر کو حکم ہوا کہ ان لوگوں کو اپنی ہمراہی میں رکھے اور کمال احتیاط و ہوشیاری سے آگے بڑھے۔ اگرچہ فوج ہراول کو کوچ کئے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا مگر صرف ایک مرتبہ سے زیادہ سکھوں سے مقابلہ کی نوبت نہیں آئی اس مقابلہ میں صرف چالیس سکھ سزائے قتل کو پہونچے جنکے سر بادشاہ کے حضور میں حاضر کئے گئے اسی اثنا میں سلطان محمود کے فساد برپا کرنے کی متواتر خبریں پہونچیں اور بڑی تیزی اور وحشتناکی کے ساتھ پہونچیں۔ شاہ زمان نے یہ وحشتناک خبریں سنکر سکھوں کی مہم اور انتظام پنجاب اور ویرانی امرتسر کو جسکا وہ عہد کر چکا تھا موقوف کر کے واقعی عند النفس الامری خبر کے انتظار میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ خبر پہونچی کہ تین ہزار سکھ قلعہ شیخوپورہ میں جو لاہور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر شمال کیجانب واقع ہے موجود ہیں چنانچہ مختار الدولہ بہادر بادشاہ کے حکم سے چند توپ خانے اور ایک جرار اور سفاک فوج لیکر اسطرف روانہ ہوا شیخوپورہ کے قریب پہونچا تو قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ملا عبد الغفار زمان کی سفارش کیوجہ سے جو پیشتر سکھوں کی قوم میں ایک نہایت معزز اور برآوردہ شخص تھا اور مرحوم احمد شاہ درانی کے عہد میں اسلام سے مشرف ہو کر علوم دینیہ حاصل کر کے ملا کے لقب سے مشہور و معروف تھا اور شاہی دربار میں وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بادشاہ نے ان کی جان بخشی کر دی اور مختار الدولہ کو محاصرہ اوٹھا کر واپس آنے کا حکم ہوا۔ یہ لوگ بادشاہ کے خراج گذار اور رعیت قرار دیئے گئے اور ایک عرصہ تک شاہی حکم پر سر تسلیم خم کئے رہے۔ بادشاہ کا عزم تھا کہ ملک پنجاب کے انتظام اور بندوبست کے بعد شاہجہان آباد کے دار الخلافہ اور ہندوستان کی مستقر حکومت میں پہونچکر وہاں کا نظم و نسق عمدہ طور پر کر دے اور مرہٹوں کو انکی بغاوت اور سرکشی کی قرار واقعی سزا دے لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت میں نہ تھا کہ متمرد مرہٹوں اور سرکش جاٹوں اور دیگر امور سلطنت کے مفسدوں کے پنجہ ظلم سے نجات پائے۔ لہذا اس زمانہ میں زمان شاہ سلطان محمود کے فساد و بغاوت کی خبر سنکر لاہور سے دار الخلافہ خراسان کو واپس ہو گیا ٭

زمان شاہ کی لاہور سے خراسان کیجانب مراجعت اور سلطان محمود کی تباہی

زمان شاہ کی لاہور سے مراجعت کرنیکی وجہ یہ ہوئی کہ عطار محمد خان علی زئی بادشاہ سے بغاوت کر کے

پانچ ہزار فوج کے ساتھ معہ اہل و عیال قندہار سے کوچ کر گیا اور ہرات میں پہونچکر سلطان محمود کو بہکایا کہ قندہار اصل میں تمہارا حصہ ہے اور زمان شاہ نے ظلماً اُسے اپنے قبضے میں لے لیا ہے اگر تم اپنے آبائی حصہ کو لینا چاہتے اور مالک سلطنت بننا چاہتے ہو تو یہی وقت ہے جسمیں تمہیں کامیابی کی پوری پوری امید ہو سکتی ہے۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں اور نہ صرف مشورہ دیتا ہوں بلکہ تمہاری امداد پر بہ ہزار جان مستعد ہوں کہ تم فوراً علم جنگ اونچا کرو اور مردانہ ہمت صرف کرکے اپنا حق حاصل کرو اسوقت دُرانی فوج کا فراہم ہونا اور شاہی فوج کو متفرق و پریشان کر دینا اور قندھار و کابل دونوں کو شاہی قبضہ سے نکال لینا نہایت آسان اور سہل بات ہے بلکہ یہ سب باتیں میرے ذمہ ہیں۔ سلطان محمود بمقتضائے ایام جوانی سلطنت و حکمرانی کی خواہش میں شورش و بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اور فوراً جدید فوج کی فراہمی میں کوشش کی تھوڑے ہی عرصہ میں بہت لوگ اسکے ساتھ ہو گئے اور وہ قریباً بیس ہزار فوج ساتھ لیکر جسمیں اکثر خراسانی اور کچھ دُرانی تھے خراسان کی مستقر حکومت سے نکلکر قندھار کی طرف بڑھا۔ حاجی کریمداد خاں کے نامور فرزند زمان خاں اور دیگر بہی خواہان سلطنت نے زمان شاہ کے حضور میں پے درپے عرضیاں روانہ کیں جنکا مضمون یہ تھا کہ سلطان محمود نے پھر علم بغاوت بلند کیا ہے اور ملک میں شورش عام مچا رکھی ہے اُسکا ارادہ ہے کہ ایک فوج عظیم لیکر قندھار کیطرف بڑھے اور بادشاہ کی غیبت میں تخت و تاج کا مالک بن بیٹھے۔

زمان شاہ اس وحشت ناک خبر کے سنتے ہی ۱۲۱۱ھ ہجری غرہ شعبان کو لاہور سے چل کھڑا ہوا اور دریائے راوی کو کشتیوں کے پل کے ذریعے سے عبور کیا اور دریائے چناب کو جو پنجاب میں سب سے بڑا دریا ہے سودہرہ کی راہ سے جو وزیر آباد سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے طے کرکے گجرات میں پہونچا یہاں ایک دن قیام کیا اور دُرانیوں میں سے چار جفاکار اور بد اطوار آدمیوں کے جنہوں نے قوم سادات کی بستی کو تاراج کیا تھا پیٹ چاک کرکے قتل کرا دیا۔ دوسرے روز دریائے جہلم کو عبور کرکے اُس پار پہونچا یہاں تین روز قیام کیا اور احمد خاں بارک زئی کو جہلم اور سندہ کی درمیانی حکومت عنایت فرمائی۔ بہادر خاں محمد زئی کو معہ پانسو سواروں کے اور دوستان خان دُرانی کو ہزار سوار دیکر رخصت کیا۔ نور اللہ خاں نشانک کو پانسو اور شنگش کو ہانی کو تین سو سوار یوسف زئی کو دو سو سوار دیکر روانہ فرمایا علیٰ ہذا القیاس ہر ایک سردار کی اُسکی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے گودی لبریز کر دی حسن خاں قزلباش کو جسکی ماتحتی میں چار ہزار

سفاک و خونخوار غلام تھے احمد خاں بارک زئی کے ماتحت کر کے حکم فرمایا کہ ملک دوآبہ کے انتظام کرنے اور قلعہ پنڈ دادنخاں کے خالی کرنیکے بعد مع فوج و حشم حضور بادولت میں پہونچے +

غرضکہ شاہی لشکر کوچ بہ کوچ دہتاس اور راولپنڈی اور سرائے کالی اور حسن ابدال کی صعب اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کرتا ہوا دریائے سندہ تک پہونچگیا اور گذرگاہ اٹک سے کشتیوں کا پل بنا کر دریائے سندہ کو عبور کر کے سترھویں شعبان ۱۲۱۱ھ ہجری کو داخل پشاور ہوا۔ یہاں متواتر چار روز تک قیام فرمایا اور اٹھارھویں تاریخ کو رونق افزائے کابل ہوا +

کابل پہونچکر معلوم ہوا کہ سلطان محمود کی آتش فساد جو چند روز سے اطراف قندھار میں بڑے زور شور سے بھڑک رہی تھی شاہی جھنڈوں کے اس طرف بڑھنے کی خبر سے سرد ہوگئی اور وہ مایۂ فساد قندھار سے دست کشی کر کے ہرات کی جانب واپس ہوگیا۔ بادشاہ نے چند روز کابل میں قیام فرمایا اور لشکر کو حکم ہوا کہ احمال و اثقال کھولکر کچھ آرام کرلیں اسنتے میں چند دولتخواہوں کی عرائض سے دریافت ہوا کہ سلطان محمود لڑائی کے قصد سے سامان حرب اور آلات جنگ کی فراہمی و ترتیب میں مشغول ہے اور نہایت مستعدی اور سرگرمی سے مشغول ہے۔ شہر ہرات کے باہر ایک وسیع اور پُر فضا میدان میں خیمے تنے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے دُرّانی اور خراسانی فوج جوق جوق چلی آتی ہے۔ بادشاہ نے یہ خبر معلوم کر کے فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور جسقدر لشکر موجود تھا ہمراہ لیکر روانہ ہوا۔ قندھار میں پہونچکر دوبارہ لشکر کی ترتیب دی اور فوجی افسروں کو فرق خلعتیں اور انعام و اکرام دیکر مالا مال کر دیا شاہی فوج سامان جنگ سے تیار ہوچکی تو ہرات کیطرف بڑھنے کا حکم ہوا۔ یہ فوج ابھی قندھار کی چاردیواری ہی میں تھی کہ افغانوں کی ایک جماعت نے عطا محمد خاں المخاطب بہ حافظ خاں کو قتل کر دیا۔ جو اس شورش و فساد کا بانی اور سلطان محمود کی بغاوت و سرکشی کا محرک تھا اس مایۂ فساد کا قتل خود بادشاہ کے حکم سے ظہور میں اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ محمد زماں خاں جو بادشاہ کا محرم راز اور واقف اسرار تھا اطراف ہرات میں اسی غرض سے بھیجا گیا تھا اور اسنے مخفی طور پر عطا محمد خاں کا کام تمام کر دیا اسوقت عطا محمد خاں ایک محفوظ مکان میں مست خواب تھا اور رات کی تاریکی کی وجہ سے کوئی شخص کسی شخص کو پہچان نہ سکتا تھا محمد زماں خاں ایک جری اور دلچلے بہادر افغانی کو جو دولک کے نام سے مشہور تھا ساتھ لیکر اسکے خوابگاہ میں پہونچا اور گلولہ تفنچگہ کی ضرب سے قتل کر ڈالا۔ مفسد اور باغی

عطا محمد خاں کے قتل کی خبر جب عام لوگوں میں شائع ہوئی تو سلطان محمود اور اسکے لشکر کے دلمیں شاہی رعب و دابنے بہت کچھ اثر کیا اور اسنے مجبور ہوکر ایک عرضداشت جو عجز و انکسار۔ اور اظہار انقیاد و فرمانبرداری سے پُر تھی۔ اور ساتھ ہی جرایم اور تقامیر کی معذرت کو مشعر تھی۔ روانہ خدمت شاہی کی جسکا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ "مبلغ دو لاکھ روپیہ نقد جو ہر سال خرچ و اخراجات کے لیئے حضور مغفور شاہ بابا کیطرف سے معین تھا حضور کی عہد سلطنت میں مجھ تک نہیں پہونچا امید ہے کہ بادشاہ حساب کرکے جسقدر رقم واجب الادا ہو مرحمت فرمائیں اور آیندہ سال بسال عنایت ہوتی رہے"۔ زماں شاہ نے اس عریضے کے جواب میں ذیل کے فقرے ارقام فرمائے "گذشتہ ایام کی رقم کی ادائی پہنچنا مشکل ہے لیکن آیندہ حضرت شاہ بابا کے عہد کے موافق مقررہ رقم بھیجنے میں دریغ نہوگا"۔ سلطان محمود اسپر راضی نہیں ہوا۔ اور فوراً آمادۂ جنگ ہوگیا کیونکہ درانیوں کی ایک بہت بڑی جماعت شاہی لشکر سے علیحدہ ہوکر سلطان محمود کے ساتھ متفق ہوگئی تھی اور وہ ہی اُسے شب و روز زماں شاہ سے جنگ کرنے پر اُبھارتی اُکساتی رہتی تھی۔ ادہر بادشاہ سلطان محمود کی حرکات ناشایستہ اور اصرار بیجا سے تنگ ہوگیا تو اپنے نامور فرزند سلطان قیصر کو سردار احمد خاں۔ اور میر آخور یعنے داروغۂ اصطبل کی معیت میں بطریق ہراول روانہ فرمایا اور عقب سے چند فوجی افسر جنکو فتوحات پنجاب کا فخر حاصل تھا اور جنکے ہاتھ میں ایک بڑے خونخوار لشکر کی کمان تھی قندھار کے نامور اور مشہور سرداروں میں سے منتخب کرکے روانہ کئے اور ارشاد فرمایا کہ موضع فراہ میں پہونچکر جو قندھار و ہرات کے درمیان ایک سو بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے ٹہر جائیں اور اُسجگہ کو اپنا صدر مقام اور ہیڈ کوارٹر مقرر کریں +

سلطان قیصر فراہ میں پہونچکر ٹھہر گیا اور اُدہر سلطان محمود کی طرف سے ایک عظیم الشان فوج شاہی لشکر کے مقابلہ میں روانہ ہوئی۔ جانبین سے دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور کئی روز تک سخت معرکہ رہا اتنے میں خود بادشاہ مع افواج جرار کے مقام فراہ میں جلوہ آرا ہوا لیکن جو دشواریاں اور سختیاں اس سفر میں بادشاہ کو پیش آئیں بیان میں نہیں آسکتیں غلے کی کمیابی ایک طرف تھی اور گھاس وچارے کا قحط ایکطرف بہت سی مویشیاں اور اکثر سواریاں تلف ہوگئیں اور لشکری لوگ امراض مختلفہ میں مبتلا ہوگئے سب سے بڑی خرابی اور تکلیف وہ بات جو اسوقت تمام لشکر کو پیش آئی

وہ جو روپے کی کمی تھی کہ شاہی خزانے میں برائے نام ایک پیسہ نہ تھا۔ اور فوجی لوگ عسرت اور تنگ حالی میں بُری طرح زندگی بسر کرتے تھے لیکن اسے زماں شاہ کی خوش قسمتی اور فضل الٰہی شامل حال کرنا چاہیے کہ باوجود ان تکالیف اور مصائب کے وفادار افسروں اور جان نثار فوجیوں نے بادشاہ کی اطاعت سے مُنہ موڑا۔ اور جان بازی کے جوہر دکھانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہے +

سُلطان محمُود کا شکست کھا کر کوہستان کی طرف بھاگنا

زماں شاہ فراہ میں پہونچا تو سلطان محمود کی والدہ حضور شاہی میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ بادشاہ اس آتش نزاع کو صلح اور مدارا کے پانی سے بجھا دے لیکن ابھی یہ مسئلہ چھڑا ہی تھا اور جانبین سے بڑے زور شور سے اسپر بحث ہو رہی تھی کہ دفعتاً خبر پہونچی کہ سلطان محمود اپنے برادر حقیقی شہزادہ فیروزالدین اور اہل وعیال سمیت دو سو سواروں کو لیکر ہرات سے فرار ہو کر آوارہ دشت غربت ہوگیا اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ معتمد الدولہ مدار المہام نے قلیج خاں قلعدار ہرات کو بادشاہ کیطرف سے صلے کی اُمیدیں اور قہر کا خوف دلا کر اپنے موافق کر لیا قلعدار نے بغاوت کا علم اونچا کر کے سلطان محمود کو قلعہ میں بند کر دیا۔ اور سپہ سالار افواج صادق خاں اور میرزا ابراہیم خاں کو جو سلطان محمود کا مختار اور بااختیار تھا فریب سے قلعہ میں بلا کر قید کر لیا۔ لشکر نے جب دیکھا کہ قلعہ ہاتھ سے جا چکا اور دونوں سردار لشکر قلعدار کے ہاتھ میں گرفتار ہو چکے ادھر بادشاہ افواج کثیر کے ساتھ یلغار کرتا آرہا ہے تو مجبوراً رات کیوقت ہر ایک نے اپنے وطن اور گھر کی راہ لی اور سلطان محمود کو تنہا چھوڑ گئے اسوقت سلطان محمود اپنی تنہائی اور بیکسی پر رو دیا۔ اور جسطرح بن پڑا شہزادہ فیروزالدین اور اہل وعیال کو ساتھ لیکر دو سو سواروں کی ہمراہی میں ترکستان کے کوہستان کی جانب نکل بھاگا۔ زماں شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے چند فوجی افسروں کو ہمراہ لیکر فتح و فیروزی کے نقارے بجاتا ہوا شہر ہرات میں داخل ہوا جو تمام خراسان کے شہروں میں نہایت آباد اور پُر فضا شہر تھا۔ قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ نے چندے دم لیا۔ اور حافظ شیر محمد خاں بہادر کو سلطان محمود کے گرفتار کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ وزیر السلطنت فوراً ہرات سے روانہ ہوا اور چند منزلیں سلطان محمود کے تعاقب میں طے کیں۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ سلطان محمود

ترکستان کے دشوار گذار کوہستان میں پناہ گزیں ہے تو اسکی گرفتاری سے مایوس ہوکر مراجعت کی اور بادشاہ کے حضور میں پہونچکر تمام واقعہ بیان کیا اس فتح کی خوشی میں بادشاہ نے ایک عظیم الشان جشن کا حکم دیا اور جب سامان جشن مہیا ہوگیا تو تمام اراکین دربار اور افسران فوج کی موجودگی میں سلطان قیصر کو ولیعہدی کے ممتاز عہدے سے سرفراز فرمایا۔ مشکی خاں خواجہ سرا کو شہزادہ کے تمام کارخانجات کے اہتمام کی خدمت حوالہ کی اور سردار احمد خاں نورزئی۔ اور زماں خاں کو ہرات کی صوبہ داری پر مقرر کرکے ایک شایستہ فوج اُن کی ماتحتی میں سپرد کی اور قلیچ خاں کو ہرات کی قلعداری مرحمت کی۔ خراسان کے سرداروں اور سلطان محمود کے ہمراہیوں میں سے جن لوگوں نے شاہی اطاعت پر گردن تسلیم خم کردی تھی اُنہیں کشمیر کے بیش قیمت کمربند اور شملے اور طلا کار غلافوں میں چھپائے ہوئے عمدہ چہرے عنایت کرکے سرفراز فرمایا +

بادشاہ زماں شاہ قلعہ ہرات میں مصروف جشن تھا کہ وفاں خاں جسکا ذکر ابھی میں مجملاً ذکر ہوچکا ہے اور جو محمد خاں قاچار والی ایران کے ایلچی کے ساتھ بادشاہ کے حکم سے قاصد بنکر گیا تھا ایران سے مراجعت کرکے حضور میں پہونچا اور عرض کیا۔ خدا و رسول اور قبلۂ عالم کے جیغۂ تاج کی قسم میں نے جہانتک دیکھا اور غور سے دیکھا فوج قاچار کو نہایت آرام طلب اور کاہل ضعیف و کمزور پایا۔ اگر شاہی فوج کا ایک دستہ بھی جس میں صرف دس بارہ ہزار سواروں سے زیادہ نہوں ایران کیطرف روانہ کیا جائے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ محمد خاں قاچار اُسکے مقابلہ کی ہرگز جرأت نہ کرسکے اور فی الفور راہ فرار اختیار کرے۔ اگر غلام کی نسبت حکم عالی صادر ہو تو ابھی تھوڑی سی فوج ہمراہ لیکر لشکر کشی پر آمادہ ہوجائے۔ بادشاہ نے اسکے جواب میں ابھی کچھ ارشاد نفرمایا تھا۔ اور کدو خاں کے بیان پر غور کررہا تھا۔ کہ محرم ۱۲۱۲ھ کو محمد خاں قاچار کے قتل ہونے کی خبر پہونچی اور معلوم ہوا کہ قاچار مذکور ایک غلام کے ہاتھ سے سرحد روس میں قلعہ شیشہ کے قریب قتل ہوا اور اپنے ہی بھتیجے باباخاں کے اشارے سے قتل ہوا۔ اوّل اوّل بادشاہ اس خبر کے سننے سے سخت متاثر ہوا مگر پھر کچھ سوچکر ارشاد فرمایا کہ حافظ شیر محمد خاں بہادر شاہ رخ مرزا کے دونوں نامور فرزند کو عباس مرزا اور نادر مرزا کو ہمراہ لیجائے اور مشہد مقدس میں پہونچکر ان دونوں کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ دیکر کمال استقلال اور استحکام کے ساتھ

انتظام کرے اور جب مشہد مقدس کا پورا پورا انتظام ہو جائے تو حضور بادولت میں حاضر ہو عباس میرزا اور نادر میرزا دونوں شاہ رخ میرزا کے فرزند اور رضا قلی میرزا ابن نادر شاہ کے پوتے تھے کچھ عرصہ ہوا تھا کہ یہ دونوں محمد خاں قاچار کے دست تظلم سے عاجز ہو کر اور مشہد مقدس کو خدا حافظ کہکر زمان شاہ کی پناہ میں آگئے تھے بادشاہ نے یہ موقعہ انکے حق میں بہت ہی مناسب خیال کر کے انکی مستقر حکومت پر باطمینان تمام پہونچا دیا اور وزیر السلطنت حافظ شیر محمد خاں کو وہاں کے انتظام کے لئے مقرر کیا جسنے اس مہم کو نہایت سچائی اور دیانت داری سے اپنا فرض منصبی سمجھکر ادا کیا اور جب دونوں شاہزادوں کے خاطر خواہ مشہد مقدس کا انتظام ہو گیا تو وزیر السلطنت وہاں سے رخصت ہو کر خدمت شاہی میں آ حاضر ہوا

ان سب باتوں سے فراغت ہونیکے بعد زمان شاہ نے سلطان محمود کے ہمراہیوں کو جو قریباً دس ہزار جرار سوار تھے ساتھ لیکر کابل کیطرف مراجعت کرنے کا ارادہ کیا نواح خراسان کے سرداروں نے بادشاہ سے مستحکم عہد کیا اور حلفاً معاہدہ لکھا کہ اگر سلطان محمود اس ملک میں دوبارہ آئے اور شورش و بغاوت کا مقصد ہو تو اسکی جواب دہی ہمارے ذمے ہے اور اگر خدانخواستہ اس معاہدہ کے خلاف کوئی بات ہمسے ظہور میں آئے تو بیشک ہم سیاست سلطانی اور عقوبت شاہی کے متوجب و سزاوار ہیں۔ بادشاہ نے ان لوگوں کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا اور خراسان کے اطراف وجوانب کو ممالک محروسہ کی فہرست میں شامل کر کے دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ روانہ کابل ہوا۔ رجب کی ابتدائی تاریخوں میں بڑے کر و فر اور شان و شوکت سے کابل میں پہونچا اور فتح ہرات کی خوشی میں ایک عظیم الشان جشن مرتب کیا +

اسی مہینے میں فیض اللہ خاں کا نامور فرزند اور علی محمد خاں روہیلہ رام پوری کا سعادتمند پوتا نواب غلام محمد خاں جو اہل فرنگ کے جور و ستم سے مجبور ہو کر اور کسی حیلہ سے نجات پا کر حرمین محترمین کی زیارت کی غرض سے حجاز کو جاتا تھا دکن اور جے نگر اور کوہاٹ اور پشاور ہوتا ہوا اور فادار خاں بہادر کی وساطت سے معہ دو سو پیادوں اور پچاس اونٹوں کے جو اسباب سے لدے بھرے تھے کابل میں پہونچا۔ اور بادشاہ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوا۔ عنایت خسروانہ اسکے حال پر بہند دل ہوئی اور خلعت و افزونی مراتب سے سرفراز ہو کر دربار شاہی میں باریابی کی اجازت حاصل ہوئی نواب غلام محمد خاں نے جب بادشاہ کو اپنے حال پر متوجہ دیکھا تو اپنی ریاست کی تباہی و بربادی کا تمام واقعہ بکم و کاست

عرض کیا اور حضور شاہی سے استمداد و کمک کی درخواست کی بادشاہ نے اطمینان بخش کلمات سے اسکی تسلی کی اور نوید امداد سے خورسند فرماکر سو روپیے روزانہ بطریق مہمان نوازی مقرر کیئے وکیل الرعایا کی وسیع اور پر فضا حویلی اسکے قیام کے لیئے نامزد فرمائی اور تمام ضروریات کے مہیا کرنے میں خاص توجہ مبذول کی ان باتوں کو ایک مہینہ کا عرصہ گزر گیا تو بادشاہ نے وزیر السلطنت حافظ شیر محمد خاں کو طلب کر کے حکم دیا کہ پیش خیمہ مبارک پشاور کیطرف روانہ کرو کہ بدولت ملک پنجاب اور ہندوستان کی تسخیر کی جانب متوجہ ہونگے امرائے دربار اور فوجی افسروں نے عرض کیا کہ ہم کمترین اور خاکسار غلاموں نے ابھی دو ہزار میل کی مسافت طے کی ہے جسکی وجہ سے خود ہم اور ہمارے گھوڑے انتہا درجہ کے ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں تفضلات سلطانی سے امید ہے کہ عزم مبارک کو کم از کم دو مہینے کیلئے ملتوی رکھا جائے کہ اسمیں ہمارے گھوڑے بھی فربہ اور تیار ہو جائیں گے اور ہم میں کچھ سکت آجائیگی راستے کی کوفت جو اسوقت ہمکو پہونچی ہے سب نسیاً منسیاً ہو جائیگی اور ہم تازہ دم ہو کر جان نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھانیکی جرأت کر سکینگے بادشاہ نے فوجی افسروں کی اس التماس کو طوعاً و کرہاً قبول کیا اور دو مہینے تک آرام کرنے اور سامان سفر مہیا کرنیکی اجازت دی اور محصلوں کو وصول مالیت یعنی رقم خراج وصول کرنیکے لیئے کشمیر و سندھ کیجانب روانہ کیا اور ایک جماعت کو بعجلت خیمہ و خرگاہ اور زنبورکوں کے تیار کرنے پر تعینات فرمایا۔ زمان شاہ کے متعلق جسقدر واقعات سابق میں قلمبند ہوئے وہ واقعات چودہویں شعبان ۱۲۱۲ھ تک وقوع میں آئے اسکے بعد حالات اگرچہ بعض تاریخوں میں قدرے توضیح کے ساتھ درج ہیں مگر چونکہ وہ کچھ ایسے دلچسپ اور دلآویز نہ تھے اسلیئے ہم نے انکو عمداً قلم انداز کر دیا+

اس سفر ہندوستان میں جو امرائے دربار اور ارکان دولت زمان شاہ کے ہمرکاب تھے ہم اون کے اسماء کی فہرست مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں کیونکہ ہر حکومت میں بعض اہل دربار اور عہدہ داران ملک اپنی زور لیاقت اور حسن تدبیر سے وہ اقتدار حاصل کر لیتے ہیں کہ ان کے واقعات زندگی اور کارنامے سلطنت کی تاریخ کا ایک ضروری حصہ بنجاتے ہیں اور اس بنا پر انکے عام حالات زندگی پر بھی ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالنا تاریخ نویس کا فرض ہو جاتا ہے۔ لہذا ہم نہایت مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ جس زمانہ میں زمان شاہ دارالخلافہ قندھار سے ہندوستان کا سفر کر رہا تھا اوس وقت اوسکے ساتھ کون کون امرا اور عہدہ دار تھے+

(۱) رحمت اللہ خاں صدوزئی کامران خیل المخاطب بہ معتمد الدولہ وفادار خاں بہادر یہ شخص زمان شاہ کی شہزادگی کے زمانے میں اسکا ندیم خواص رہا۔ اور چونکہ ابتدا میں اسی کے پر زور ہاتھوں نے سلطنت کی ڈوبتی کشتی بچائی تھی اسلیئے زمان شاہ کے نزدیک اسکا اقتدار بہت کچھ بڑھ گیا تھا اور دربار میں کسی شخص کو اسکی مخالفت کا یارا نہ تھا تمام امرائے عالیشان اسے اپنا سرتاج سمجھتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں اسکی طرف رجوع کرتے تھے اسکا باپ فتح اللہ خاں بھی مرحوم احمد شاہ کے عہد میں وفادار خاں کے خطاب سے ممتاز تھا اور دربار شاہی میں ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ رحمت اللہ خاں کی دختر شجاع الملک کے عقد نکاح میں تھی جو زمان شاہ کا حقیقی بھائی تھا۔ یہ شخص نہایت عیش پسند خوشامد دوست ذوفنون بظاہر خوش خلق شیریں گفتار تھا اور اسوقت کم و بیش چھپن ۵۶

سال کی عمر رکھتا تھا +

(۲) اشرف الوزرا مختار الدولہ حافظ شیر محمد خان بہادر۔ یہ شخص نہایت فصیح و بلیغ اور نکتہ شناس تھا اسکے عام اخلاق اور شریفانہ عادات اور بلند حوصلگی اور عالی دماغی سب لوگوں میں مشہور تھی عام لوگوں کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آنا اور دادخواہوں کے حال پر ازبس توجہ کرنا اس کا پہلا کام تھا۔ لوگوں کی سفارش کرنے پر اور تقصیرات کے معاف کرانے میں خاصکر دلچسپی تھی۔ اس کا باپ اشرف الوزرا شاہ ولی خان بامی زئی تیمور شاہ کے دربار کا معتمد علیہ اور اعلیٰ درجے کا وزیر السلطنت تھا حافظ شیر محمد خان اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد غربا کی طرح معمولی طور پر زندگی بسر کرتا تھا اور عزلت گزینی کو تمام تعلقات پر ترجیح دیتا تھا جب زمان شاہ سریر سلطنت پر جلوس فرما ہوا تو اُسنے اِسے مختار الدولہ کا خطاب دیکر وزارت کے عالی منصب سے سرفراز فرمایا اور تمام ایلات درانیہ کا سردار مقرر کیا فارسی مورخوں نے اسکی بابت یہ الفاظ بیان کیے ہیں کہ "اشرف الوزرا مختار الدولہ نہایت خدا ترس رعایا پرور کریم النفس شریف العادت شخص تھا"

(۳) امین الملک نور محمد خان بابر جو تیمور شاہ کے عہد سے لیکر اسوقت تک تمام ممالک محروسہ کی دیوانی خدمت سے معزز و سرفراز تھا اور جسکی ماتحتی میں ہمیشہ چار ہزار سفاک و خونخوار غلاموں کا دستہ رہا کرتا تھا نہایت خلیق و بامروت آدمی تھا چونکہ بادشاہ نے اسکی لیاقت اور حسن تدبیر کا اندازہ کر لیا تھا اسلئے ہر بات میں اسپر اعتماد کرتا تھا اور وزارت مالی مغز کا منصب عطا فرمایا تھا اسکی ایک لڑکی جو حسن و خوبصورتی میں بے نظیر اور عقل و دانش میں بے مثال تھی بادشاہ کے عقد میں تھی اسوجہ سے بادشاہ اسکی اور بھی عزت کرتا اور گاہ بگاہ اپنے مشورے میں شریک کر لیا کرتا تھا اس کا سارا چال چلن بالکل مہذبانہ اور عادات و اخلاق شریفانہ تھے اور قطع نظر اسکے رتقابر و اشراف دوست عالی حوصلہ رحمدل پرلے درجے کا تھا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اقوام درانیہ کے نزدیک چنداں وقعت نہیں رکھتا تھا۔

یہ تینوں امرا جنکا اوپر ذکر ہوا سلطنت کے مضبوط و مستحکم رکن اور بادشاہ کے بازو سمجھے جاتے تھے باقی اور لوگ جو برائے نام وزیر کہلائے اُن کی گمنام اور چند روزہ وزارت کوئی تاریخی اثر نہیں رکھتی اور اسلیئے اگر اُن کے حالات ہم قلم انداز کر دیں تو شاید نامناسب نہوگا +

عہدۂ وزارت کے علاوہ زماں شاہ کے دربار میں جو لوگ دیگر مناصب پر مقرر تھے اپنے فن میں بیمثیل اور یگانۂ روزگار تسلیم کیئے جاتے تھے اور سلطنت کیطرف سے بھی انکی بہت کچھ عظمت وعزت ہوتی تھی۔ جیسے مرزا رضا علیخاں مستوفی الممالک جو مرحوم احمد شاہ کے زمانے سے اسوقت تک اپنی خدمت پر قائم تھا اور نہایت راستبازی اور دیانتداری سے اپنا فرض منصبی ادا کرتا تھا۔ میرزا ابراہیم خاں موسوی جو بہت سے کارخانجات سلطانی کی خدمتوں سے مشرف وممتاز تھا میرزا محمد علیخاں موسوی المخاطب بہ کفایت خاں اسکا باپ میرزا ہادی خاں لاری احمد شاہ اور اسکے نامور فرزند تیمور شاہ کے عہد میں پیشی کا منشی تھا لیکن جب اسکا انتقال ہوگیا تو خود میرزا محمد علیخاں اس معزز منصب سے ممتاز ہوا اور کفایت خاں کا خطاب حاصل کیا زماں شاہ کے زمانے میں کشمیر و پشاور کے صوبے کی نیابت ملی اور اپنی حسن لیاقت سے دونوں صوبوں کو راضی اور خوش رکھا۔ یہ شخص اگرچہ عیش پسند اور عیاش مزاج تھا لیکن زبان آوری۔ اور فصاحت وبلاغت اور فیاضی وسخاوت اور اہل دربار سے رسائی پیدا کرلینے میں لاثانی اور ضرب المثل تھا اور ساتھ ہی ماہر علوم اور واقف فنون بھی تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ زماں شاہ کے عہد میں وفادار خاں کی نسبت زبان درازی کرنے کی سزا میں پایۂ اقتدار سے گرادیا گیا تھا جسکی وجہ سے بہت روز تک نہایت تنگ حال اور عاجز رہا لیکن ۱۲۱۳ھ ہجری میں بادشاہ کی والدہ محترمہ کی سفارش اور وفادار خاں نے اسکے قصور سے درگزر کرنے اور اسکے جرائم پر قلم عفو کھینچدینے کیوجہ سے پھر اسکا بازار پُر رونق ہوگیا اور خاں زادہ کا خطاب حاصل کرکے اپنے پہلے منصب پر قائم ہوگیا۔ اسکا بھائی میرزا احمد خاں بھی بڑا دانا اور ہوشیار آدمی تھا اور فیاضی وسخاوت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔

میرزا شریف خاں منشی بہ بڑا نامور فاضل تھا اور بڑے سے بڑے مضمون کو مختصر لفظوں میں اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا میر ہوتک خاں یہ زماں خاں کا نامور فرزند اور سردار جہاں خاں کا بھتیجا تھا جو ممالک محروسہ کی داروغگی دفتر واخبار اور ہرکارہ باشی کے منصب سے معزز تھا۔ اسکی خوش اخلاقی اور حسن قابلیت کی ہر جگہ تعریف ہوتی تھی اور انتظام وتدبیر کی ہر موقع پر داد دی جاتی تھی علٰی ہذا القیاس خواجہ سرا ؤں کی ایک کثیر جماعت بھی اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی جنہیں سب سے معزز اور باوقار التفات خاں نامی خواجہ سرا تھا یہ ابتدا میں زکریا خاں صوبدار لاہور کی خاندان میں زندگی بسر کرتا تھا جو سلاطین تیموریہ کے امرا میں ایک بڑا باشان وشوکت اور مقتدر امیر تسلیم کیا جاتا تھا مگر

احمد شاہ درانی کے زمانے میں اسنے وہ رسائی پیدا کی کہ امرا دربار سے ملکر بادشاہ کا معتمد علیہ قرار دیا اور عہد زماں شاہ میں تو وہ سرخروئی حاصل کی کہ جواہر خانہ اور مطبخ اور خزانہ کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں لیلیں اور خزانہ کے ممتاز لقب سے پکارا گیا اصلیں یہ شخص نہایت سلیم الطبع اور صادق القول تھا اور امانت و دیانت داری میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ دوسرا خواجہ سرا یوسف علیخاں نامی تھا جو التفات خاں کا نائب اور اسکا آوردہ تھا اگرچہ اسکے متعلق کوئی خدمت شاہی نہ تھی۔ مگر دربار میں اوسکی ویسی ہی عزت کیجاتی تھی جیسے ایک بڑے معزز منصبدار کی اسکی ماتحتی میں ہمیشہ دوسو سوار رہتے تھے اور بادشاہ کا حکم تھا کہ جسوقت چاہے بغیر اجازت دربار میں چلا آئے یہ اصل میں نواب شجاع الدولہ بہادر کے سلسلۂ خاندان میں سے تھا اور اپنے تئیں سادات کی طرف نسبت کرتا تھا فوجی افسروں اور عہدے داروں کی فہرست نہایت طول طویل ہے مختصر یہ کہ اس سفر میں امین الملک نور محمد خاں بامزئی سپہ سالار فوج اور شاہی لشکر کا کمانڈر انچیف تھا اور کمانڈر انچیف بھی اول درجے کا اسکی ماتحتی میں بارہ ہزار فوج تھی جو ہر وقت اسکے ہمراہ رہتی تھی۔ صادق خاں اور حسن خان دوسرے درجے کے سپہ سالار تھے جنکی اطاعت میں تین سو حبشی سواروں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور تین ہزار دیگر سوار ہمرکاب تھے مشکی خاں جو شہزادہ قیصر کی حفاظت پر متعین تھا تیسرے درجے کا کمانڈر انچیف تھا جسکے حکم میں بارہ ہزار شاہی غلام ہر وقت کمربستہ رہتے تھے انکے علاوہ اور بھی فوجی افسر تھے جنکے نام میں نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر دیئے ہیں ⁂

فوج کی ٹھیک تعداد بتانی بہت مشکل ہے مگر تاریخ سے جسقدر ثبوت ملتا ہے صرف یہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھ جو فوج قندھار سے چلی تھی شتر سواروں اور پیادوں کے علاوہ چھیاسی ۸۶ ہزار تھی اور اگر پیادوں کو شمار کیا جاوے تو نوے ہزار تعداد تھی جنمیں سے اکثر لوگ بندوق اور نیزہ اور شمشیر سے مقابلہ کرنے والے اور بعض آتش فشاں آلات سے لڑنے والے تھے ان کے علاوہ پندرہ ہزار سوار اور تھے جو بہاولپور اور ملتان اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں وغیرہ سے آآکر فوج شاہی میں شریک ہوئے تھے الغرض ملک پنجاب تک پہونچتے پہونچتے بادشاہ کی سرکردگی میں باستثنائے فوج پنجاب اور رؤسا اور صوبہ داران ممالک محروسۂ درانیہ ایک لاکھ سفاک و خونخوار سوار جمع ہو گئے اور اس تزک و احتشام کے ساتھ بادشاہ ہندوستان کی

جانب متوجہ ہوا +

شاہ زماں کے ممالک محروسہ کے جو صوبدار اِس سفر میں بادشاہ کے ساتہ تہے اُنکے نام ذیل میں درج ہوتے ہیں

(۱) مخلص الدولہ عبد اللہ خاں صوبدار کشمیر جو ملازموں اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے بعد علاوہ نفائس پشمینہ وشال وغیرہ کے سات لاکہہ روپیہ نقد سال بسال حضور شاہی میں روانہ کیا کرتا تہا یہ شخص نہایت خوش ہمت منصف مزاج اور متحمل تہا اور اپنی حسن تدبیر اور ذاتی قابلیت سے قریباً چالیس لاکہہ روپیہ سالانہ کشمیر سے وصول کیا کرتا تھا جسمیں سے سات لاکہہ روپیہ بادشاہ کو اور کچہہ وفادار خاں کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر روانہ کرتا اور باقی کشمیر کے انتظام میں فوجی ملازموں اور دیگر عہدہ داروں کو دیا کرتا تھا +

(۲) مظفر خاں بہادر صفدر جنگ صدوزئی صوبدار ملتان جو اباً عن جدٍ رئیس ملتان اور باشندہ ملتان تھا اِس کا باپ شجاع خاں عہد تیمور شاہ میں اسی منصب صوبداری پر تعینات تہا اور نہایت سچائی اور دیانتداری سے اپنا فرض منصبی ادا کرتا تہا اِس ملک کی آمدنی بہت کم تھی کیونکہ اس کے بہت سے حصے اور شاخیں علیحدہ ہوکر دوسروں کے قبضے میں چلی گئی تھیں۔ اکثر علاقوں پر تو بہاول خاں قابض تھا اور کچہہ علاقے سکہوں کے قبضے میں چلے گئے تہے اور ملک جہنگ میں قوم سیال کی ریاست و زمینداری تہی چنانچہ یہ سارا ملک اسی قوم کے نام سے مشہور تہا اور اب بالکل ملتان سے علیحدہ اور خارج ہوگیا تہا اسکی کل آمدنی اور تمام محاصل سکہہ لیتے اور باہم خورد برد کرتے تہے۔ ملتان کا باقی حصہ قوم صدوزئی کی جاگیر میں تھا۔ جو سلاطین درانیہ کی ہمقوم و رشتہ دار تھی۔ الغرض اس کشمکش میں مظفر خاں کو ملتان سے کوئی معقول رقم حاصل نہیں ہوتی تہی اور وہ صرف تین لاکہہ روپیہ نقد علاوہ نفائس تحفوں اور ہدیوں کے بادشاہ کی خدمتمیں سال بسال روانہ کیا کرتا تہا۔ یہ شخص خوش دیانت منصف مزاج صاحب تمکین عالی منش تہا اور اسقدر ہیبت و رعب رکہتا تہا کہ فوج صدوزئی کے بڑے بڑے جانباز اور شجاع لوگ اسکے سامنے نقش دیوار کی طرح بےحس و حرکت کہڑے رہتے تہے اور تمام رؤسا اور فوجی افسر اسکی محفل میں اسطرح بیٹہتے کہ گویا بے روح کے جسم ہیں اسکی عملداری میں کسیکو اتنی طاقت و جرأت نہ تہی کہ کسی پر کسی قسم کی تعدی و زیادتی کرسکے اسنے ملتان کے قریب بڑے بڑے مضبوط و مستحکم قلعے تعمیر کرلئے تہے اور انہیں مختلف اقسام کے غلوں اور ذخیروں سے معمور کر رکہا تہا۔ شجاع گڈہ جو ایک نہایت آباد اور مشہور مقام ہے ابتک اسکی یادگاری ہے

(۱) عبدالرحیم خاں ہوتکی صوبہدار ڈیرہ اسمٰعیل خاں یہ شخص زماں شاہ کا خسر تھا اور چونکہ اسکی لڑکی حسن وجمال میں لاثانی اور بے نظیر تھی اسلئے بادشاہ کو بہت محبوب تھی اور اسی سلسلۂ محبت کیوجہ سے بادشاہ اپنے خسر کی بھی عزت وحرمت قائم کرنے میں کوشش کرتا تھا مگر چونکہ وہ اصل میں رعیت آزار اور سخت غصیلا تھا ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے بہت سے باشندے اسکے نہ صرف مخالف ہی تھے بلکہ جانی دشمن ہوگئے تھے اور اسیوجہ سے وہ حسب دلخواہ وہاں کی حکومت پر قابض نہ تھا چنانچہ اتنے بڑے ملک سے صرف چار لاکھ روپیہ سالانہ اور وہ بھی بمشکل وصول ہوتا تھا جسمیں سے کچھ تو بادشاہ کی خدمت میں پہونچتا تھا اور کچھ ملازموں کی تنخواہ میں صرف ہوجاتا تھا +

(۴) میر فتح علیخاں سندھی ٹھٹہ اور بھکر کا حاکم تھا یہ شخص اگرچہ ان شہروں پر بالاستقلال حکمرانی کرتا تھا اور خاص شہر حیدر آباد اسکا مستقر الحکومت اور دار الخلافہ تھا مگر ان شہروں اور نیز ملک بلوچستان میں سلاطین درانیہ کا خطبہ وسکہ جاری تھا اور یہ تمام بلاد زماں شاہ کے باجگذار کہلائے جاتے تھے میر فتح علیخاں سال بسال ایک معقول رقم حضور شاہی میں بطور خراج روانہ کیا کرتا تھا اور چھ ہزار مسلح سوار ہمیشہ اسکی طرف سے بادشاہ کے ہمرکاب رہا کرتے تھے +

(۵) زرداد خاں پوپل زئی جو پشاور کا صوبدار اور وہاں کا حاکم تھا اس سفر میں بادشاہ کے ہمرکاب تھا یہ شخص سات لاکھ روپیہ سالانہ جو پشاور اور اسکے اضلاع کے محاصل سے بچتا تھا بادشاہ کے نذر کیا کرتا تھا +

عبداللہ خاں کابلی المخاطب بہ جان نثار خاں جو اسوقت بھی کابل میں حکومت کرتا تھا پرلے درجے کا متقی اور پرہیزگار اور متشرع تھا اسنے کابل سے تمام نامشروع باتیں جو ایک عرصہ سے رائج ہوگئی تھیں نہایت قابلیت اور حسن تدبیر سے یکلخت موقوف کردیں اور جتنے غیر مہذب اور بے نتیجہ امور اخلاق انسانی پر برا اثر ڈالنے والے تھے سب کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ دیا اسوجہ سے بادشاہ اس نیک نیت اور بہی خواہ ملک وقوم صوبہ سے بہت خوش تھا اور اکثر موقعوں پر انعام واکرام سے مالامال کرکے اپنا جوش ولی ومسرت ظاہر کیا کرتا تھا +

(۶) امین الدولہ محمد خاں صدوزئی حاکم لیہ بڑا بہادر اور دلیر شخص تھا اسنے شہزادہ ہمایوں کو گرفتار کرکے بادشاہ کے حوالہ کیا تھا اور چونکہ اقوام درانیہ اس وجہ سے اسکی مخالف اور دشمن تھی لہذا وہ انکے خوف سے بادشاہ کے حضور میں باریابی کی طاقت نہ رکھتا تھا جس زمانہ میں ہمایوں شاہ برسر پرخاش تھا اور زماں شاہ سے سخت معرکہ آرائیاں ہورہی تھیں تو بیشتر درانیوں کے سردار زادے جو ہمایوں شاہ کے رفیق تھے امین الدولہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے اس بنا پر درانی چاہتے تھے کہ جسطرح ممکن ہو اسے سزائے قتل دینی چاہیئے لیکن وہ اپنی خداداد قابلیت اور پولٹیکل لیاقت سے ہمیشہ ان لوگوں سے بچتا رہا اور آخر تک درانیوں کے قابو میں نہ آیا اسوجہ سے بادشاہ نے بھی اسکو اپنے حضور میں حاضر ہونے سے منع کردیا تھا.

سلطان حیدر اور سلطان قیصر جو زماں شاہ کے نامور فرزند تھے قندھار کی صوبداری پر متعین تھے یہاں کی ساری آمدنی درانیوں کی تنخواہوں اور جاگیروں میں صرف ہوتی تھی۔ الغرض عہد زماں شاہ میں اسکے تمام ممالک محروسہ کی

آمدنی ایک کروڑ سے متجاوز تھی اور امرا شاہی کا مواجب سالانہ اگرچہ بہ نسبت ہندوستانی امیروں کے بہت کم تھا اور اس بنا پر
چاہیئے تھا کہ شاہی خزانہ بہت معمور اور لبریز ہوتا۔ مگر باہمی خانہ جنگیوں اور پرزور بغاوتوں کا کچھ ایسا تار بندھا
کہ ہمیشہ آمدنی سے زیادہ اور بہت زیادہ خرچ ہوتا رہا یہانتک کہ اس سفر میں جب بادشاہ نے خزانے کی پڑتال کی تو
کچھ بھی نقد روپیہ برآمد نہیں ہوا۔ مجبوراً جواہرات وغیرہ فروخت کرکے کچھ روپیہ بہم پہونچایا اور اسی سفر ہندوستان میں خرچ کیا
زماں شاہ اصل میں نہایت منصف رحمدل متواضع رقیق القلب خداشناس خوش خلق بادشاہ تھا لیکن افغان مغرور مغول
اور ازبک کی جاہل و سفاک قوموں نے اسے نہایت تنگ مزاج بنا دیا تھا یہ دونوں سرکش متمرد قومیں اپنی خودسری و بغاوت
سے اسے ہمیشہ برہم کرتی رہتی اور اسکے اشتعال طبع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی تہیں مجبوراً اسے سیاست کا
کوڑا ہاتھ میں لینا پڑا۔ اور سرکش مغول و افغانوں کی گردنِ غرور توڑنے کے لیئے سیاست کے سخت قانون ایجاد کرنے
پڑے اور باوجودیکہ پیٹ چاک کرنے ناک کاٹنے آنکھیں نکلوا ڈالنے کی سزائیں مقرر ہیں مگر تو بھی وہ بدکردار اور ظالم
و بیرحم قومیں اپنی بیجا حرکات اور خلق خدا پر ظلم و تعدی کرنے سے باز نہ آئیں +

سنہ ۱۲۱۳ ہجری کے آغاز تک زماں شاہ بادشاہ کی عمر تقریباً تیس سال کی تھی اسوقت اسکی ڈاڑھی بالکل سیاہ تھی اور
مدور اب تک چار نامور فرزند ہوچکے تھے سب سے عمر میں بڑا سلطان حیدر تھا۔ دوسرا سلطان قیصر جو لحاظ عمر سلطان
حیدر سے چھوٹا لیکن عقل و دانش میں اُس سے افضل اور بڑا تھا تیسرا سلطان ناصر چوتھا سلطان منصور۔ زماں شاہ کی والدہ
محترمہ جو اسوقت تک زندہ تھی اسکی نگیں مہر اس سجع سے منقش و آراستہ تھی۔ بیت

سپہر رشک برواز بلندی جاہم — کنیز فاطمہ و مادرِ زمان شاہم

آمدم برسرِ مطلب جب زماں شاہ سلطان محمود کو ہزیمت دے چکا اور وہ اپنی اہل و عیال اور حاجی فیروزالدین خاں برادر حقیقی
سمیت افواج شاہی کے مقابلہ سے مفرور ہوکر آوارہ جبال ترکستان ہوا۔ تو زماں شاہ باطمینان تمام ہندوستان کی تسخیر کے
قصد سے کابل میں جلوہ آرا ہوا اور وہاں سے سامان حرب مہیا کرکے نہایت تیزی کے ساتھ متوجہ ہندوستان ہوا لاہور میں نزول
اجلال فرماکر پنجاب کا از سرِ نو بندوبست کیا اور دوبارہ فوج کی ترتیب و آراستگی میں مشغول ہوا علی محمد خاں روہیلہ کا نامور
پوتا غلام محمد خاں جو اس سفر میں اردوئے شاہی کے ہمراہ تھا زماں شاہ بادشاہ کا رہبر اور بدرقہ مقرر ہوا تھا اور
چاہتا تھا کہ جہانتک جلد ممکن ہو بادشاہ ملک پنجاب کے انتظام کرنے کے بعد فوج جرار کے ساتھ دارالخلافہ شاہجہاں آباد
کی جانب روانہ ہو مگر اسی اثنا میں دولت خواہوں کی وقائع و عرائض سے دریافت ہوا کہ سلطان محمود نے ہرات کیجانب
پھر سر نکالا اور قندھار کے بعض سرداروں کی سازش کیوجہ سے دوبارہ علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ کو یہ بھی معلوم
ہوا کہ قندھار کے بعض نامور اور مشہور رئیس چاہتے ہیں کہ سلطان محمود کو پھر ہرات میں طلب کریں بلکہ
ہرات کے ساتھ قندھار کو بھی اسکے حوالے کردیں +

یہ متوحش اور شعلہ انگیز خبریں جب بادشاہ کو پہونچیں تو وہ غصہ سے بیتاب ہو گیا اور نہایت عجلت کے ساتھ قندھار پہونچا تحقیق کے بعد اُن دو تین سرداروں کو سزائے قتل دی جو حقیقت میں سلطان محمود کے ساتھ متفق ہو گئے تھے مگر سردار پایندہ خاں کے غلط اُکسانے اور تحریک دینے سے بہت سے امن امرا اور روسا کو بھی بیگناہ تہ تیغ کیا گیا جو سلطان محمود سے علیحدہ اور بالکل علیحدہ تھے اس سے باقی امراء دربار اور اراکین دولت میں سخت تشویش پھیل گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہم پایندہ خاں کے ہاتھوں سے زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ اسکا دلی منشا ہے کہ ہم لوگوں کے اعدام و افنا کے بعد اپنے فرزندوں کو جو تعداد میں کثیر ہیں دخیل امور سلطنت کر دے یہ مشورہ کر کے سب باہم متفق ہو گئے اور حضور زمان شاہ میں پایندہ خاں کی طرف سے جھوٹی سچی باتیں اور چغلیاں کھانے لگیں یہانتک کہ بادشاہ کا مزاج اسکی طرف سے منحرف ہو گیا اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ سلام مجرے سب یکلخت موقوف ہو گئے اور دربار میں آمد و رفت کی سخت ممانعت کر دی۔ بادشاہ کی اس برہم مزاجی اور ناخوشی کے آثار جب پایندہ خاں کے نامور فرزندوں پر ظاہر ہوئے جو اٹھارہ بھائی نہایت جوان و ہلیتن اور بہادر و دلیر تھے اور مختلف عورتوں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ تفصیلاً عنقریب ذکر ہوگا تو انہوں نے اپنے محترم و بزرگ باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمیں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کا مزاج آپ کی طرف سے بگڑ گیا ہے بہتر اور انسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل اسکے کہ بادشاہ آپکی نسبت حکم قتل صادر فرمائے ہم سب قندھار سے بھاگ کر شہر کرشک میں جو ہمارا وطن اور ملک ہے چلے جائیں اور اس وجہ سے بادشاہ کے پنجۂ غضب سے رہائی پائیں پایندہ خاں نے بیٹوں کی یہ تقریر سنکر جو سراسر دلسوزی اور خیر خواہی پر مبنی تھی کہا فرزندان من! جو کچھ تم نے کہا بہت ٹھیک اور درست کہا حقیقت میں بادشاہ کا رخ میری جانب سے پھرا ہوا ہے اور میں کسی وقت اسکے قہر و سیاست سے مطمئن نہیں ہوں قندھار کو چھوڑ کر کسی امن و پناہ کی جگہ نکل جانا نہ صرف قرین مصلحت ہے بلکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بچانے اور ننگ و ناموس محفوظ رکھنے کے لیے ضروری اور لابدی امر ہے لیکن قندھار سے بھاگنے اور کسی جگہ پناہ لینے میں ایک تھوڑی سی خرابی نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم یہاں سے بھاگے تو ضرور ہے کہ اثناء راہ میں کسی امیر یا افغانی کے مکان میں مخفی ہونگے اور جس شخص کے مکان میں پناہ گزیں ہونگے وہ ہمیشہ تمہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیگا اور کہے گا کہ سردار پایندہ خاں تمہارا باپ جان بچانے کے خوف سے بھاگ کر ہمارے گھر میں پناہ گزیں ہوا تھا یہ ایک ایسی عار و شرم کی بات ہے جسے میں تمہارے لئے ہرگز پسند نہیں کرتا اور بھاگ جانے پر بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہو جانیکو ترجیح دیتا ہوں یہ بہتر ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کر ڈالے اور میرے گوشت پوست کو جو مٹھی بھر سے زیادہ نہیں ہے آگ میں جلا کر پانی میں بہاوے لیکن اے فرزندان من! میں اس گریز اور فرار کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو تمہارے لئے موجب طعن اور دوامی عار کا باعث ہو +

آخر الامر زمان شاہ نے پایندہ خاں کو سرداروں کی بد اندازی کی وجہ سے قتل کرا دیا اسکا فرزند فتح خاں جو سب بھائیوں سے جرأت اور ہمت میں بڑھا ہوا تھا تمام بھائیوں اور انکی اہل و عیال کو ساتھ لیکر قندھار سے نکل کھڑا ہوا اور دشمنوں سے

بچتا بچاتا دشوار گذار راہیں اور غیر معروف رستہ طے کرتا ہوا اپنے اصلی وطن میں پہونچ گیا۔ وطن میں پہونچکر اہل و عیال کو اطمینان و امن سے ساتھ رکھا اور خود مع دیگر برادروں کے سلطان محمود کی خدمت میں پہونچکر سب نے دست بستہ عرض کیا کہ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں اور اسلیئے حاضر ہوئے ہیں کہ تم بادشاہ کے بڑے بھائی ہو اور حق سلطنت رکھتے ہو لہذا آپ ہم تمہیں بادشاہ بنائیں اور تخت قندھار پر جلوہ آرا کرینگے سلطان محمود نے ان کی یہ اجنبی اور نامانوس باتیں اوّل اوّل نہایت بے پروائی سے سنیں لیکن جب اسنے ان بہادروں اور جان بازوں کو اس بارے میں نہایت سرگرم اور مستعد پایا تو تہوڑی دیر کی خاموشی کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ میں سلطنت کا دعویدار کس طرح بن سکتا ہوں؟ اسکے لیے چاہئے بے شمار فوج انتہا سے زیادہ خزانہ، رسد اپنا حال یہ ہے کہ نہ تو خزانہ ہی پاس رکھتا ہوں نہ فوج و حشم ہی پھر کس بل پر مدعی سلطنت بن سکتا ہوں فتح خان نے عرض کیا کہ حضور خزانے اور فوج کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں ان دونوں کا بہم پہونچانا اور حضور کی مرضی کے موافق بہم پہونچانا میرے ذمہ ہے سلطان محمود خدا سے چاہتا تھا کہ کسی طرح بن پڑے ایک دفعہ تو حکومت کی باگ ہاتھ میں لیلے اور بادشاہ بن بیٹھے فتح خاں کی اس امداد کو تائید غیبی سمجھا اور اسے اپنا وزیر قرار دیکر دونوں سامان فوج کی درستی میں نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ مشغول ہوئے ادھر زمان شاہ بادشاہ پایندہ خاں اور دوسرے بڑے بڑے سرداروں کے قتل و استیصال سے خلق کی نسبت سے اپنی مخالفت کا گمان تھا مطمئن ہوا تو شہزادہ حیدر کو قندھار کی ولیعہدی سے سرفراز فرماکر اور ایک فوج عظیم بعض معتمد علیہ سرداروں کی ہمراہی میں دیکر دوبارہ متوجہ ہندوستان ہوا۔ قندھار سے برآمد ہوکر کوچ بکوچ ملک پنجاب میں پہونچا اور یہاں کچھ روز قیام پذیر ہوکر از سر نو درستی فوج اور اصلاح ساز و سامان میں مشغول ہوا فتح خان کے حق میں یہ موقع بہت اچھا تھا اسنے اپنی قوم کے بہت سے لوگ جنکے کارنمایاں عالم میں مشہور تھے منتخب کیے اور ہتیار فاخرہ ملازم رکھکر ایک نہایت آراستہ اور شایستہ فوج بہم پہنچائی اور جب حسب دلخواہ تمام سامان مہیا ہوگئے تو فتح خاں وزیر سلطان محمود کو ہمراہ لیکر قندھار پر چڑھ گیا رات کا وقت تھا اور ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی سلطان حیدر جو قندھار کا ولیعہد تھا میٹھی نیند میں پاؤں پھیلا سوتا تھا اوسے مطلق خبر نہ تھی کہ فتح خاں اور سلطان محمود قندھار پر یورش کرنے والے ہیں اتنے میں فتح محمد خاں قندھار میں پہنچ گیا اور نہایت جرأت و دلیری سے چند بہادران فوج کو ہمراہ لیکر نوبت خانہ شاہی پر کمند کے ذریعے سے چڑھ گیا اور پاؤں میں سے جوتی نکال کر نہایت زور سے نقارہ پر ماری اور ساتھ ہی باواز بلند یہ الفاظ زبان سے نکالے "دور دور محمود شاہ بادشاہ درانی ست" یہ الفاظ ایسے وحشتناکی کے ساتھ لوگوں کے کانوں میں پہونچے کہ سب کے ہوش و حواس جاتے رہے اور نہایت سراسیمگی اور اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے کو تکنے لگے ادھر فتح خاں نے بڑی تیزی کے ساتھ نوبت خانہ سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھولا اور محمود شاہ مع فوج کے داخل قلعہ ہوا شہزادہ حیدر کی طرف سے جو فوج دروازے پر متعین و محافظ تھی سلطان محمود کا غلبہ اور تسلط دیکھکر مطیع و منقاد ہوگئی اور تمام اہل شہر مجبوراً اسکی اطاعت میں آگئی اب سلطان محمود کے لیے رستہ بالکل صاف تھا اور وہ نہایت اطمینان سے آگے بڑھا چلا جاتا تھا فتح خاں نے شہزادہ حیدر اور اوسکے وزرا کو قید کرلیا اور سلطان محمود کو تخت سلطنت پر متمکن کردیا +

سلطان محمود تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہوا تو اسنے اپنے نام کا خطبہ پڑہے جانے اور سکہ جاری ہونے کا حکم دیا اور شہر قندھار اور اسکے اطراف و جوانب میں اپنے نام کی عام منادی کرائی فتح خاں نے تمام خزانہ شاہی جو قندھار میں موجود تھا اپنے قبضے میں کر لیا اور قریباً پچاس ہزار جرار و خونخوار سوار نوکر رکھکر تسخیر کابل کے عزم سے مع سلطان محمود او دہر روانہ ہوا۔ زماں شاہ نے یہ کیفیت سنی تو لاہور سے واپس ہوا۔ اور سلطان محمود سے جنگ کرنے اور اسکی ان پندوربغاوتوں کی بھڑکتی ہوئی آگ بجھانے کی غرض سے مضطرب و سراسیمہ متوجہ کابل ہوا لاہور سے روانہ ہوتے وقت اپنے ہمراہی سرداروں سے مشورہ لیا کہ تم میں سے جو شخص لاہور میں رہنا منظور کرے میں اسے یہاں کا حاکم مقرر کر جاؤں لیکن کسی سردار نے لاہور کی حکومت نظر قبول سے نہیں دیکھی اور کوئی شخص یہاں رہنے پر راضی نہیں ہوا۔ آخر کار زماں شاہ نے مجبور ہو کر سکھوں کے سردار رنجیت سنگھ کو جو اس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر تہا اور نہایت مطیع و منقاد تہا لاہور کا حاکم مقرر کر کے روانہ کابل ہوا اور آندھی مینہ کیطرح جھپٹا ہوا کابل کے متصل پہونچگیا اس اثنا میں سلطان محمود تخت کابل پر جلوس فرما ہو چکا تہا اسنے زماں شاہ کے ادہر آنے کی خبر سنکر جو کچھہ کہ اسنے الوقت کابل کا انتظام کرتے بن پڑا کیا اور نہایت شایستہ و آراستہ فوج کے ساتہ زماں شاہ کے مقابلہ کے لئے پشاور کیطرف بڑھا درہ خیبر کے قریب دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور سخت معرکہ ہوا انجام کار سلطان محمود غالب آیا اور زماں شاہ اسکے ہاتہ میں قید ہو گیا چونکہ اس سے پیشتر ہمایوں شاہ جو سلطان محمود کا حقیقی بہائی تہا زماں شاہ کے حکم سے نابینا کر دیا گیا تہا اسلیئے سلطان محمود نے اپنے بہائی کے عوض میں زماں شاہ کو نابینا کر دیا شجاع الملک جو زماں شاہ کا برادر عینی تھا۔ اس معرکہ میں زماں شاہ کے ہمراہ ہو کر داد شجاعت دے رہا تہا جب اسنے دیکھا کہ لڑائی بگڑ گئی تو میدان سے بہاگ کر اپنے خسر کے گہر میں جو خیبر یوں کا نامی سردار تہا پناہ گزین ہو گیا۔ اور سلطان محمود نے مظفر و منصور ہو کر ملک خراسان کے نظم و نسق اور وہاں کے سرکشوں کی تنبیہ و تادیب کیلئے دوبارہ قندھار کیطرف مراجعت کی ❊

حافظ شیر محمد خاں بامی زئی ابن اشرف الوزرا شاہ ولیخاں وزیر احمد شاہ درانی نے جو انتہا درجے کا شجاع و دلاور آدمی تہا یہ واقعہ دیکہا تو مقام خیبر میں خیبریوں اور بامی زئی کی قوم کو جمع کیا اور ایک عظیم الشان فوج تیار کر کے شجاع الملک کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور بڑی تزک و احتشام کیساتہ سلطان محمود پر فوج کشی کی بہت سی لڑائیوں اور معرکوں کے بعد آخر کار سلطان محمود مغلوب ہوا اور شجاع الملک نے اسے گرفتار کر کے چاہا کہ زماں شاہ کے عوض آنکھیں نکال کر اندھا کر دے مگر زماں شاہ نے منع کر دیا کہ سلطان محمود کو نابینا نہ کرو کیونکہ اسنے اپنے بہائی ہمایوں شاہ کے قصاص میں مجھے نابینا کیا ہے اور جب معاوضہ طرفین سے تمام ہو گیا تو اب میں نہیں چاہتا کہ اسکا سلسلہ آگے کو بہی جاری رہے اور تمام سلاطین درانیہ کور نابینا ہو جائیں الغرض شجاع الملک زماں شاہ کو فرمانے کی بموجب سلطان محمود کے نابینا کرنے سے دست کش ہوا اور اسکو نہایت حفاظت سے نظر بند کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ زماں شاہ نے جس وقت ہمایوں شاہ سلطان محمود کے حقیقی بہائی کو گرفتار کیا تو اسکی دونوں آنکھیں حلقہ چشم سے باہر نکال لی تہیں سلطان محمود نے بہی اگرچہ بہائی کے قصاص میں زماں شاہ کو اندھا کر دیا تہا مگر اتنی رعایت

پھر یہی کی کہ صرف سیسے کی سلائی آگ میں لال کرکے آنکھوں میں پھیری جسکی وجہ سے زماں شاہ کی بینائی تو بالکل معطل و بیکار ہوگئی مگر آنکھیں بدستور قائم رہیں یہی وجہ تھی کہ گو اسکی آنکھوں میں بصارت مطلق نہ تھی مگر لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ زماں شاہ کی آنکھیں بالکل صحیح اور قایم ہیں +

الغرض شجاع الملک نے چار سال اور چند مہینے بالاستقلال بادشاہی کی لیکن اسکے بعد جب وہ ملک کشمیر کی تسخیر کے لیئے اٹھا اور عطاء اللہ خاں اور فتح خاں وزیر کے فرزند سے جو اس زمانہ میں کشمیر کا صوبدار تھا لڑا تو وہ سخت معرکہ کے بعد سیر غالب آیا شجاع الملک کی فوج شکست کھا کر بھاگی اور وہ خود قلعہ کشمیر میں نظر بند ہوگیا۔ سلطان محمود نے فوراً قید سے رہائی پاکر ... اپنا زور بڑھایا اور کابل و قندھار میں اپنا عملہ و خلہ پورے طور پر کرلیا ہرات کی حکومت حاجی فیروز الدین کو جو اس کا حقیقی بھائی تھا عطا ہوئی اور تمام خراسان اپنے زیر حکومت لاکر قندھار میں قیام پذیر ہوا۔ جو قدیم سے سلاطین درانیہ کا مستقر الحکومت اور دار الخلافہ چلا آتا تھا۔ تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد سلطان محمود کے فرزند شہزادہ کامران نے جو قندھار میں باپ کے ساتھ تھا بار بار خدمت شاہی میں عرض کرنا شروع کیا کہ شہر ہرات حاجی فیروز الدین کی ماتحتی سے نکالکر میرے حوالے کردیا جائے۔ لیکن سلطان محمود اسکی یہ درخواست بعجب کے کانوں سے نہیں سنتا تھا اور ہمیشہ ٹالدیا کرتا تھا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اکثر قبائل شاہی ہرات میں موجود ہیں جو حاجی فیروز الدین کو صرف زبانی ساز باز رکھتے ہیں بلکہ دل سے موافق ہیں اور اس صورت میں بغیر جنگ کیئے اور فیروز الدین کے بدون مغلوب کیئے ہرات کو اپنے قبضہ میں لانا محال ہی نہیں بلکہ محض ناممکن ہے بایں لحاظ وہ شہزادہ کامران کی درخواست پر چنداں توجہ نہیں کرتا تھا اور جب کبھی زیادہ زور دیکر کہا جاتا تو دنوں اور گھنٹوں اسپر غور و تامل کیا کرتا تھا یہانتک کہ فتح خاں جو اب وزیر سلطنت کے معزز و ممتاز لقب سے پکارا جاتا تھا صوبہ کشمیر وغیرہ ممالک محروسہ کا انتظام کرکے قندھار میں پہونچا اور سلطان محمود کے حضور میں حاضر ہوا تو اسنے شہزادہ کامران کی خواہش و درخواست کا اظہار کیا وزیر سلطنت نے عرض کیا کہ بغیر فیروز الدین کے مغلوب کیئے ہرات پر قبضہ کرنا مشکل ہے اور فیروز الدین کے مغلوب کرنے اور باشندگان ہرات سے جنگ کرنے میں جسقدر دقتیں پیش آنے والی ہیں انکا صحیح اندازہ آپ کرسکتے ہیں اگر مرضی مبارک ہو تو میں حکمت عملی سے قلعہ ہرات کے خالی کرانے کی کوشش کرسکتا ہوں امید ہے کہ کامیاب ہونگا اور بغیر جنگ و جدل آپکا مطلب نکل آئیگا۔ سلطان محمود نے فتح خاں کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور اجازت دی کہ جسطرح بن پڑے اس مہم کا سر انجام دنیا چاہیئے اور بہت جلد دنیا چاہیئے چنانچہ فتح خاں نے از راہ مکر و فریب سلطان محمود سے بغاوت ظاہر کی اور بطریق جنگ زرگری نواح قندھار میں بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ متواتر دس پندرہ روز تک طرفین سے مصنوعی جنگ ہوتی رہی اور جانبین سے توپ و تفنگ سر ہوتی رہیں یہانتک کہ قریب و بعید کے سب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ فتح خاں وزیر سلطان محمود سے باغی ہوگیا اور قندھار کے میدان میں سخت معرکہ آرا ہوا جب یہ جعلی خبر جو سراسر فتنہ و فساد سے لبریز تھی تمام اطراف و جوانب میں منتشر ہوگئی تو فتح خاں دفعۃً فوج شاہی کے مقابلہ سے بھاگا۔ اور

پناہ لینے کے لئے شہر ہرات کی جانب متوجہ ہوا +

شہزادہ فیروز الدین کو قرائن سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ فتح خاں وزیر مجھے دھوکا اور فریب دیکر قلعہ اور شہر ہرات کو لینا چاہتا ہے چنانچہ اسنے یہ خبر سنکر کہ وزیر السلطنة مع فوج عظیم ہرات کی طرف بڑھا چلا آتا ہے اپنے تمام لشکر کو مسلح ہونیکا حکم دیا اور شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں صف آرا ہو کر آمادہ جنگ ہو گیا فتح خاں نے اپنی فوج کے تین حصے کئے ایک حصہ تو اپنے بھائی دوست محمد خاں کی سرکردگی میں دیگر شہر ہرات کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اور دوسرا حصہ دوسرے بھائی کی تعیناتی میں مقرر کرکے قلعہ ہرات کی طرف بھیجا جو شہزادہ فیروز الدین کے مقابلہ میں بیرون شہر اتر پڑا۔ دوست محمد خاں جو انتہا درجہ کا دلیر اور سفاک شخص تھا بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ خاص شہر ہرات پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی لڑائی کے بعد اس فوج پر غالب آگیا جو حفاظت شہر پر تعینات تھی شہر کے فتح ہوتے ہی دوست محمد خاں کے ہمراہیوں نے غارتگری کا ہاتھ کھولا اور عام لوگوں کے مال و اسباب کی تاراجی کی علاوہ حرمسرائے شاہی کا سارا مال و اسباب جو وہاں موجود تھا بڑی بیرحمی کے ساتھ لوٹ کھسوٹ لیا اور سب سے زیادہ بیرحمی یہ کی گئی کہ شہزادہ کامران کی بہن کا ازاربند جو دو لاکھ روپے کی قیمت رکھتا تھا اس شلوار میں سے جبراً کھینچ لیا گیا جو اسکے جسم کو چھپائے ہوئے تھا +

قلعہ و شہر میں غارتگری و تاراجی کا بازار گرم تھا کہ دفعتہً فتح علیخاں قاچار والی ایران فیروز الدین کی کمک پر تین لاکھ جرار فوج لیکر آپہونچا یہ موقع فتح خاں وزیر کے لئے نہایت نازک اور اندیشناک تھا کیونکہ اسکے پاس کل تین لاکھ ایرانی فوج کے مقابلہ کیلئے لشکر نہ تھا اور جو تھا اسکے دو حصے پہلے ہی سے شہر و قلعہ کی حفاظت میں مصروف تھے صرف ایک حصہ تھا جو ایرانی فوج کے مقابلہ میں صف آرا تھا لیکن واہ رے شجاعت کہ اسنے صرف اسی ایک حصہ کو ترتیب دیکر ایرانی لشکر پر حملہ کیا اور اس سختی اور تیزی کے ساتھ کیا کہ پہلے ہی حملے میں علم برداروں کی صف تک پہنچ گیا اور لشکر کی صفیں کی صفیں الٹ دیں فتح خاں وزیر اور اسکے ساتھ حاجی خاں کاکر نے اس معرکہ پر جو کارنمایاں کئے ہیں اور بے مثال شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں اوسے بہت عرصہ تک زمانہ بھول نہیں سکتا اور رات دن کا اختلاف زمانہ کا انقلاب تاریخی صفحات پر سے مٹا نہیں سکتا غرضکہ بہادر اور نامور شہسوار فتح خاں نے قاچار والی ایران کو شکست دی اور مشہد مقدس تک جنگ کرتا ہوا فوج کا تعاقب کیا فتح علیخاں قاچار وہاں سے پلٹ کر ایران پہونچا اور انتہا درجہ کی رسوائی و ناکامی کے ساتھ پہونچا

شہزادہ کامران نے حرمسرائے شاہی کے مال و اسباب غارت کئے جانے خاصکر اپنے ہمشیرہ کے ازاربند اور وہ بھی اس بےعزتی اور بیحرمتی کے ساتھ تاراج ہونے کی خبر سنی تو غصہ سے بیتاب ہو گیا اور خود شہر ہرات میں پہونچکر جو اس وقت خالی اور تاراج کیا ہوا پڑا تھا [illegible] کر رہا تھا بندوبست کیا فتح خاں وزیر کو بھی دوست محمد خاں کی یہ گستاخی و بےادبی جو عصمت سرائے شاہی کی نسبت اس سے ظہور میں آئی نہایت ناگوار اور شاق گزری اسنے فوراً اپنے بھائی کو تہدید و تخویف سے بھرا ہوا ایک خط لکھا تھا جسکا مضمون یہ تھا کہ "تونے یہ ایک ایسی بیجا حرکت کی ہے جسکی وجہ سے مجھے اور میرے ساتھ میرے تمام خاندان کو بدنام اور روسیاہ کیا ہے اور میرے بے لوث دامن پر ایسا بدنما اور ناپاک دھبا لگایا ہے جسے میں قیامت تک ہزار تدبیروں کی تیز چھریوں سے بھی نہیں کھرچ سکتا۔ اگر میں شاہ ایران اور حاجی فیروز الدین کی مہم سے زندہ و سلامت واپس آیا تو اس گستاخی اور سوء ادبی کی پاداش میں ضرور تیری جان لونگا" دوست محمد خاں اس

مضمون پر مطلع ہوتے ہی ہرات سے بھاگ کھڑا ہوا اور کشمیر کو پناہ کی جگہ خیال کرکے وہاں مخفی ہو گیا۔ مگر صوبہ دار کشمیر نے فتح خاں کے ایما سے اسے گرفتار کر لیا اور عرصہ تک نہایت احتیاط و حفاظت کے ساتھ ایک مکان میں بند رکھا +

فتح خاں وزیر السلطنت فوج ایران پر فتحیاب ہو کر اور شہزادہ فیروز الدین کی فوج کو شکست دیکر شاداں و فرحاں ہرات میں آیا اور دوسرے روز شہزادہ کامران کی حضور میں حاضر ہو کر فتح کی نذر گذرانی۔ شہزادہ کامران ہرات کے عموماً باشندوں کی طعن و تشنیع خاص کر اپنی ہمشیرہ کی بے عزتی اور دیگر بیگمات حرمسرا شاہی کی بے عصمتی پہلے سے خار کھائے بیٹھا تھا اور اس کا گمان تھا کہ فتح خاں وزیر کے اشارہ سے اسکا بھائی اس ناشائستہ اور بیجا حرکات کا مرتکب ہوا اور اسی کے کہنے کے بموجب محل بادشاہی میں غارتگری کی گئی چنانچہ جب فتح خاں شہزادہ کامران کے حضور میں سلام کرنے کو پہونچا تو اسنے فوراً حکمت عملی سے قید کر لیا اور نہایت بیرحمی اور سنگدلی سے اسکی آنکھیں نکلوا ڈالیں۔ دوسرا روز ہوا تو فتح خاں کو مع اسکے اہل و عیال کے قندھار روانہ کر دیا گیا اور ساتھ ہی تمام واقعہ سلطان محمود کے گوش گذار کیا گیا۔ بادشاہ نے یہ واقعہ معلوم کرکے نہایت افسوس کیا اور انتہائے قلق و اضطراب میں شہزادہ کامران کو حد سے زیادہ ملامت کی اور لکھ بھیجا کہ فتح خاں جیسے بہادر اور شجاع اور نمک حلال وزیر کو جو تو نے بیگناہ بے قصور اندھا کر دیا ہے اسکی سزا میں اگر میں تجھے نابینا کر دوں تو مناسب ہوگا بہتر یہ ہے کہ اسکے بعد تو مجھے اپنا منہ نہ دکھا ورنہ میں اسکا قصاص لینے کو ہمہ وقت تیار ہوں

اسکے بعد جب فتح خاں حضور شاہی میں حاضر ہوتا بادشاہ اسکی تسلی و دلجوئی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتا اور بار بار درخواست کرتا کہ بدستور سابق منصب وزارت بحال و برقرار رہے۔ چنانچہ ایکدن کا ذکر ہے کہ فتح خاں معمولاً دربار میں حاضر ہوا بادشاہ نے اسکی بہت تشفی کی اور عہدہ وزارت سے سرفراز کرنا چاہا۔ مگر فتح خاں نے اس بار گراں کے اٹھانے سے انکار کیا اور نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ حضور والا! اب میں اس بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ نابینا اور اندھا آدمی سلطنت کے مہمات کو کسی طرح انجام نہیں دے سکتا مجھے اس خدمت سے معاف فرما کر اپنے دعاگوؤں کے سلسلہ میں داخل فرمائیں البتہ میرے بھائیوں میں سے جس کو لائق اور قابل تصور فرمائیں اسے اس معزز منصب سے ممتاز فرمائیں اور اس صورت میں اسکا منصب وزارت سے سرفراز ہونا گویا میرا ہی سرفراز ہونا ہے +

الغرض امیر دوست محمد اور اسکے بھائیوں کے عناد و عداوت کا سلسلہ جو خاندان درانیہ کے ساتھ قائم ہوا اسکی دو وجہیں تھیں ایک زمان شاہ کا اسکے باپ سردار پایندہ خاں کو بیگناہ قتل کرنا دوسرا اسکے بھائی اور شجاع بھائی فتح خاں کو بغیر کسی جرم کے نابینا کرنا جو شہزادہ کامران کی جہالت و ناتجربہ کاری سے وقوع میں آیا یہی بڑی وجہیں تھیں جنکے سبب سے فتح خاں کے سترہ بھائی سلاطین درانیہ کی خاندان سے برہم ہو کر اسکے تباہ و برباد کرنے میں کوشاں ہوئے چنانچہ فتح خاں کے نابینا ہونے کے بعد سب نے بیٹھکر باہم مشورہ کیا کہ شجاع الملک سے سلطنت چھین لیجائے اور بجائے اسکے میر واعظ کو جو صحیح النسب سید ہے اور بڑا جاہ و جلال اور رعب و داب کا آدمی ہے ملک خراسان میں بادشاہ بنایا جائے اور زمانہ زندگی تک ہمیں اسکا معین و مددگار رہنا چاہیئے تاکہ خاندان درانیہ میں سے کوئی شخص بادشاہ نہونے پائے +

شجاع الملک جو اس زمانہ میں کشمیر سے رہائی پاکر پشاور میں سلطنت کرتا تھا فتح خاں کے بھائیوں کی اس مصلحت سے آگاہ ہو

کابل میں چلا گیا اور سید واعظ کو بے قصور نہایت بیرحمی کیساتھ قتل کرڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محترم سید کے سینہ پر جب ظالم شجاع الملک نے
[چھری رکھی تو اُ]سنے نہایت عاجزانہ اور تملقانہ لہجے میں کہا کہ شجاع الملک مجھے قتل نہ کر کیونکہ میں محض بے قصور ہوں اور اگر تجھے یہ خیال گزرا
[ہے کہ میں تیرا د]شمن ہوں تو سن لے میں ہرگز اسکا آرزومند اور متمنی نہیں ہوں لیکن باوجود اسکے اگر تو ناحق ناروا میرے خون سے
اپنا خنجر رنگین کریگا اور [مجھ] مظلوم و بیگناہ پر بیرحمی کریگا تو سنلے اور غور سے سنلے کہ تیری اور تیرے ساتھ تمام درانیوں کی سلطنت و
حکومت تباہ و برباد ہو جائیگی۔ بزرگ سید کی یہ تقریر اگرچہ نہایت موثر اور نتیجہ بخش تھی مگر شجاع الملک پر اسکا اثر کچھ نہیں ہوا
[اور اُ]سنے فوراً مظلوم سید کو خون میں نہلا دیا مگر مظلوم کی آہ بے اثر نہیں گئی اور جیسا اسنے فرمایا تھا عنقریب ظہور میں آیا۔
بزرگ سید کی شہادت کی خبر سنکر خاص شہر کابل اور اسکے نواح کے باشندے اور افاغنہ جو محترم شہید کے معتقد تھے دفعۃً شجاع الملک سے
بگڑ بیٹھے اور سارے ملک میں عام شورش پیدا ہو گئی یہانتک کہ شجاع الملک کو کابل میں ٹھیرنا بن نہ پڑا اور بہزار دقت کابل سے نکلکر لاہور پہونچا
یہاں رنجیت سنگھ نے جو تمام ملک پنجاب پر قابض تھا شجاع الملک کا بڑی جوش مسرت کے ساتھ استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام کیساتھ
شہر میں لیجاکر ایک آراستہ و پیراستہ مکان میں اتارا اور انتہا درجے کی تعظیم و توقیر سے پیش آیا اکثر اوقات خود اسکے پاس حاضر ہوتا
اور ضروری مصارف کے لئے لاکھ دو لاکھ روپیہ مہینے میں بھیجدیتا ابھی شجاع الملک کو دو تین ہی مہینے گذرے تھے کہ اسکے
دیوان و مختار نے کہ وہ دونوں ہندو تھے شجاع الملک سے ناخوش ہو کر رنجیت سنگھ سے سازش کر لی اور شجاع الملک کے
راز کو فاش کر کے عرض کیا کہ تم جو یہ زر کثیر شجاع الملک کو دیتے ہو محض بے سود اور بالکل بے نتیجہ ہے وہ کچھ دیا محتاج نہیں ہے
علاوہ کثیر التعداد جواہر کے جو اسکے پاس ہیں موجود ایک بڑا خزانہ کوہ نور رکھتا ہے جسکی قیمت اسوقت کسی سے لگ نہیں سکتی اسکا یہاں رہنا
ہمارے لئے سخت مضر ہے کیونکہ اُسے ہمیشہ ملک پنجاب کی تسخیر کا داعیہ ہے اور وہ کھلم کھلا کہتا ہے کہ میرے بھائی زمان شاہ
نے اپنی طرف سے رنجیت سنگھ کو لاہور کا حاکم مقرر کیا ہے میں جب چاہونگا حکومت پنجاب اپنے قبضے میں کرلونگا چنانچہ آجکل
وہ اسی فکر میں ہے اور فوج افاغنہ کو برابر بھرتی کر رہا ہے تاکہ سامان جنگ مہیا ہوں تو سارا ملک پنجاب تم سے چھین کر اپنے قبضے میں کرلے
رنجیت سنگھ جو نہایت لالچی اور طامع شخص تھا اُن دونوں مفسد نمکحرام ہندوؤں کی جھوٹی سچی باتوں میں آگیا اور برخلاف
وضعداری شجاع الملک کو قید کر لیا۔ قید میں اسقدر سختی اور شدت برتی کہ جبراً اور قہراً اسکے تمام جواہرات مع کوہ نور کے
چھین لئے اور طرح طرح کی جگرخراش تکلیفیں اور جانگزا مصیبتیں پہونچانی شروع کیں۔ الغرض ایک عرصہ تک بیچارہ
شجاع الملک رنجیت سنگھ کی قید اور شدید قید میں بُری طرح زندگی بسر کرتا رہا حتے کہ اسکے ہمراہی افغانوں نے بڑی مشکلوں اور
دقتوں سے اُسے قید سے چھڑایا کہ دور سے نقب لگا کر اسکی خوابگاہ تک پہونچ گئے اور زمین کے اندر ہی اندر سے بھگا کر اُسے
نکال لائے۔ شجاع الملک رنجیت سنگھ کی قید سے رہائی پا کر کوہستان کی دشوار گزار راہیں طے کرتا ہوا افغان
[illegible] لودھیانہ میں آیا اس زمانہ میں یہاں سرکار کمپنی انگریز کی فوجیں پڑی ہوئی تھیں شجاع الملک نے
اُن سے پناہ کی درخواست کی اور انھوں نے نہایت امن و اطمینان سے اُسے اپنی پناہ میں لے لیا اور نہ صرف

پناہ میں لے لیا بلکہ ایک مدت تک اسکے رتبے اور شان کے لائق حفاظت و نگرانی کرتے رہے ؛
جس وقت فتح علیخاں قاچار بادشاہ ایران کے نامور فرزند محمد شاہ بادشاہ نے ہرات پر یورش کی جو شہزادہ
فیروزہ ہی تو انگریزی گورنمنٹ بہادر نے بموجب درخواست شجاع الملک کے اُسے ہرات کی تسخیر کے
قندھار کی جانب افواج عظیم کے ساتھ روانہ کیا اور جب سرداران انگریز بہادر کابل و قندھار میں پہنچے تو شجاع
کو تخت خراسان پر اس وجہ سے بٹھایا کہ یہ اسکا موروثی ملک تھا لیکن یہ تخت نشینی برائے نام تھی یعنی اگرچہ تخت حکومت
پر شجاع الملک جلوہ فرما تھا لیکن تمام کام اور عملے گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ میں تھے۔ اس میں شک نہیں
شجاع الملک کے حقیقی صورت بھی نہایت اطمینان بخش اور تسلی دہ تھی مگر اسکی ضعف طالعی اور نامساعدت بخت سایہ
کی طرح ہر وقت اسکے ساتھ تھی جسنے اُسے اس حالت میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ یعنے باوجودیکہ انگریزی
گورنمنٹ اسکی نہایت خیرخواہ تھی اور اعانت و امداد میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی تھی مگر پھر بھی کابل
و قندھار کے افغانوں نے شورش کرکے شجاع الملک اور اسکے وزیر مسٹر مکناٹن صاحب کو قتل کر ڈالا اسوجہ سے
سرکار انگریزی نے اس ملک سے دست کشی کرکے اپنی تمام فوج کو افغانستان سے اٹھالیا اور ہندوستان
کی طرف مراجعت کی ؛

سردار پائندہ خاں بارکزئی کے فرزندوں کے نام جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے ذیل میں درج ہوتے ہیں ؛
تیمور قلیخاں ۔ نواب اسد خاں ۔ فتح خاں وزیر سلطان محمود جسے شہزادہ کامران نے نابینا کر دیا تھا۔
محمد عظیم خاں صوبہ دار کشمیر۔ یہ چاروں حقیقی بھائی تھے اور ایک ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے
تھے۔ نواب عبدالصمد خاں جسے سید احمد نے قتل کیا۔ امیر محمد خاں۔ امیر دوست خاں۔ یہ
۱۲۶۴ھ ہجری تک زندہ رہا اور آخر عمر تک رئیس کابل رہا۔ یہ تینوں بھائی ایک بطن سے پیدا ہوئے
تھے۔ کہن دل خاں۔ مہر دل خاں۔ جبار خاں اسنے امیر دوست محمد خاں اپنے بے مات بھائی
کے قبائل کو کابل میں قید کرا دیا تھا۔ یہ تینوں ایک ماں کے بطن سے تھے۔ شیر دل خاں
پیر دل خاں۔ رحم دل خاں۔ یہ ایک بطن سے تھے۔ یار محمد خاں۔ سلطان محمد خاں یہ دونوں
رنجیت سنگھ کے ملازم و رفیق تھے اور اخیر تک والی لاہور کے نوکر رہے۔ پیر محمد خاں
سید محمد خاں یہ دونوں ایک بطن سے تھے ؛

تمت بالخیر

کتبہ
احقر العباد حامد میرزا

الفاروق - یعنے سوانح عمری حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلفہ شمس العلما مولنا مولوی شبلی نعمانی قیمت فی جلد

الہارون - یعنے سوانح عمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ و دار الخلافہ بغداد ...... عہ

عجیب و غریب ناول

کیفر کردار - یہ ناول انتہا درجہ حیرت انگیز اور عبرتناک ہے اور مزہ یہ کہ کمال ظرافت اور شریفانہ مذاق کا اعلیٰ نمونہ غرض یہ ناول خود اپنی نظیر ہے۔ قیمت عہ

اسلم اور حبیبہ - یاس و حرمان کا فوٹو شاہانہ طبائع کی کشمکش اگر کوئی دیکھنا چاہے تو اس ناول سے پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ اس میں جسقدر درد ہے اسیقدر مایوسی کے بعد امید وصل کا سبز باغ بھی دکھایا گیا ہے۔ قیمت فی جلد ۱ر

ہیئت کی کنی - معروف اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں ایسا البیلا اور پُر تخیل ناول ہے۔ اُردو زبان کا پارس داستان کی جان ایک ہندوستانی ریاست کا حالی تاریخ کا مختصر حصہ ہمہ تن ہشری قیمت زیادہ اور حلاوہ۔ کامل مصنفہ مولوی محمد عبد الحلیم شرر۔ اس سے بڑھکر شرر کی تصانیف میں کوئی ناول نہیں ہے قیمت ہر دو حصہ فی جلد ...... عہ

ہر دلعزیز - رشیدا اور دلبر عشق کی پرورش کہانی اور مصیبتناک سودا و نامحرموں سے پردہ نہ کرنیکی بدیہی خرابیاں دکھائی گئی ہیں۔ قیمت فی جلد ۸ر

ناخواندہ مہماں - اس سے زیادہ پُر مذاق اور بہتر ناول کوئی نہیں چھپا قیمت عہ

مریم - ایک باعصمت خاتون کی سرگذشت اس کے عجیب و غریب حالات دہلی کا سچا واقعہ قیمت فی جلد ...... عہ

خوبی قسمت - یہ ناول بھی ایک عجیب و غریب ہے جو خاص دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسکو ملک نے امید سے بہت زیادہ پسند کیا ہے۔ قیمت فیجلد عہ

نشتر - ایک نہایت سچے فارسی زبان کے قصہ کا ترجمہ ہے بہت ہی پُر اثر اور نہایت ہی فصیح ہے جو از بس قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد ...... عہ

شعلہ جوالہ - اتفاق کا قابل قدر شعبہ یا غیرت کے نام سے جاہلانہ جوش کا معیار ہے یکطرفہ خواہش اور سچی اور واقعی الفتوں کا دلکش مرقع ہے۔ اور کاہش کا بے بہا گنجینہ اور اپنی پسند پر شادی ہونیکا نہایت ضروری اور اہم مسئلہ قیمت ۸

مقدس نازنین یا پوپ انگیس نہایت عجیب و غریب ہے مصنفہ شرر قیمت ۸عہ

ایام عرب - کامل۔ جاہلیت عرب کے معنی خیز حالات دلچسپ اور سراپا عبرت واقعات اس سادی سرزمین کی سرگذشت جس پر بعد کو اسلام کی داغ بیل پڑی قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد ... ۱۲ر

فردوس بریں - نہایت ہی حیرت انگیز ناول ہے جیتے جی ملاء اعلیٰ کا سفر۔ اور جنت الفردوس کی سیر اور لطف یہ کہ بالکل تاریخی مضامین۔ فرقہ قرامطہ و باطنیہ کی تاریخ وغیرہ۔ قیمت فی جلد عہ

فلورا فلورنڈا - نہایت دلکش اور دلپذیر اثر کرنے والا ناول۔ اسپین کے عیسائیوں کا مجنونانہ تعصب اور اسلامی خلافت کی معدلت پروری قیمت ۸عہ

اخبار قومی رفیق

ایک نہایت عجیب و غریب اور بے انتہا دلچسپ و قابل قدر پندرہ روزہ اخبار جسمیں لائق فائق جادو نگاروں اور معرکہ انشا پردازی کے شہسواروں کے پُر جوش اور پر لطف اور قیمتی مؤرخانہ و اخلاقی مضامین ہمیشہ درج ہوا کرتے ہیں ہر نمبر میں شاہان اسلام کے کارنامے اور پُر فخر واقعات یا معزز طبقہ کے اکابر و اسلاف کے معنی خیز حالات کے علاوہ تذکرہ خواتین ہند کے دو جزو $\frac{20}{26}$ کاغذ کے پیمانے پر ہر نمبر کے سلسلہ وار شایع ہوا کرتے ہیں جو بالکل ایک نئی اور تازہ ترین تصنیف کتاب ہے۔ اور جسمیں اوّل تاجدار ہند بابر بادشاہ سے لیکر آخر فرمانروایان ہند تک تمام مشہور اور نامور بیگمات کے تفصیلوار حالات۔ اردو انشا پردازی کی خاص شان اور نہایت دلگیر عبارت میں لکھے گئے ہیں اور نیز اسمیں پردہ کے مخالفوں کو دنداں شکن جواب دیئے جاتے ہیں $\frac{20}{26}$ پورے تین جزو جنوری سنہ ۱۹۰۲ع سے جاری ہے۔ ہمارے قدیم و جدید معاون اس کی سرپرستی فرمائیں بہت جلد درخواستیں بھیجیں اور وی۔پی کی اجازت دیں قیمت سالانہ پیشگی مع محصول ۳ روپیہ

المشتہر

سید ظہور الحسن موسوی مالک کارخانہ حسن التجارت دہلی کٹرہ نظام الملک زیر جامع مسجد